جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹیؔ نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۴

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹی، نے مرتب کیا

پہلی جلد : پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الٰہ آباد

Published by
The Hindustani Academy, (U. P.)
ALLAHABAD

First Edition

Price ... Rs. 4/8/- (Paper)
,, 5/- (Cloth)

Printed by
S. S. Srivastava at the K. P. Press,
ALLAHABAD

فہرست

خصوصیات دور اول

حصہ اول

شعراے دکن

انتخاب

حصہ اول

دور اول

حصہ دوم

شعراے دہلی

اسماے شعرا

نمبر شمار			نام شعرا
۱	..	..	وجهي
۲	..	..	محمد قلي قطب شاه
۳	..	..	سلطان محمد قطب شاه
۴	..	..	عبدالله قطب شاه
۵	..	..	ملا غواصی
۶	..	..	ملا قطبی
۷	..	..	جنیدی
۸	..	..	طبعي
۹	..	..	ابن نشاطي
۱۰	..	..	نوری
۱۱	..	..	فائز
۱۲	..	..	شاهی
۱۳	..	..	مرزا
۱۴	..	..	نصرتی
۱۵	..	..	هاشمي
۱۶	..	..	عاجز
۱۷	..	..	پنچھي
۱۸	..	..	بحري
۱۹	..	..	امین

نام شعرا			نمبر شمار
مومن	..	..	۲۰
ذوقی	..	..	۲۱
مجرمی	..	..	۲۲
نتھو اولیا	..	..	۲۳
ولی دکھنی	..	..	۲۴
مقصود	..	..	۲۵
صبائی	..	..	۲۶
احمد	..	..	۲۷
آگاہ	..	..	۲۸
وجدی	..	..	۲۹
خاکی	..	..	۳۰
آزاد	..	..	۳۱
ولی	..	..	۳۲
داود	..	..	۳۳
عزلت	..	..	۳۴
سراج	..	..	۳۵
صارم	...	..	۳۶
شیدا	..	..	۳۷
واقف	..	..	۳۸
عزیز	..	..	۳۹
عاشق	..	...	۴۰
مہدی	..	..	۴۱
مرزا	..	..	۴۲

نمبر شمار	نام شعرا
۴۳	مہدی
۴۴	ضیا
۴۵	فضلی
۴۶	منورالدولہ
۴۷	شفیق
۴۸	آرزو
۴۹	بہار
۵۰	آصف
۵۱	آبرو
۵۲	مضمون
۵۳	ناجی
۵۴	یکرنگ
۵۵	کلیم
۵۶	واقف
۵۷	حاتم
۵۸	امانی
۵۹	فغاں
۶۰	مظہر
۶۱	حسرت
۶۲	یقین
۶۳	بیان
۶۴	تاباں
۶۵	شاعر

نمبر شمار			نام شعرا
۶۶	...	...	ضیا
۶۷	...	...	احسن
۶۸	...	...	عشق
۶۹	...	...	قدرت
۷۰	...	...	مائل
۷۱	...	...	حزیں
۷۲	...	...	لطف
۷۳	...	...	رنگیں
۷۴	...	...	نثار
۷۵	...	...	حسرت
۷۶	...	...	قسمت
۷۷	..	...	ممنون
۷۸	...	...	وفا
۷۹	...	...	راقم
۸۰	...	...	فیض
۸۱	...	...	خاموش
۸۲	...	...	امین
۸۳	...	...	حسن
۸۴	...	...	گرفتار
۸۵	...	...	عظیم
۸۶	...	...	بقا

تعارف

چھ سال کي مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈیمی "جواھر سخن" کي پہلي جلد پبلک کے روبرو پیش کرتي ھے ' اکیڈیمی کي مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۲۷ع میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے ' ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ھو جس میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ھو بلکہ وہ ھر صنف سخن پر حاوي ھو ' اس میں تاریخي اصول بھي مد نظر رھے تاکہ شعر اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ھو جاے اور زبان کی تدریجی ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آ جائیں - اس انتخاب میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاے کہ نہ تو اتنا مختصر ھو کہ شاعر کي خصوصیات اور اس کے شاھکاروں کی پوري طرح نمایندگی نہ ھوسکے ' نہ اتنا بسیط ھو کہ اس میں کل رطب و یابس شامل ھو جائیں ' چنانچہ یہ انتخاب انھیں اصولوں کے تحت میں تیار ھوا ھے ' اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے معاملے میں بھي احتیاط برتي گئي ھے ' جہاں تک ممکن ھوا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں شامل کیا گیا ہے -

اردو شاعري کے ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے ہیں ' ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے ' جو شاعر اس زمانے میں ہوے ' یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے ' تاریخ کی قیود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے : آخري دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروري معلوم ہوتا ہے کہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہہ نہیں دي گئي کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خامہ فرسائی قبل از وقت معلوم ہوتي ہے -

انتخاب سخن کے علاوہ ' شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھہ درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و تبصرہ بھي کر دیا گیا ہے - ہر جلد میں انتخاب سے پہلے خلاصہ دور کی صورت میں ' دور کي شعري خصوصیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي گئی ہے ' مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو '' جواہر سخن '' کے ذریعہ سے اردو شاعري سے مجملاً واقفیت اور اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جاے جن پر اردو ادب کی عظمت کا انحصار ہے -

اکیڈیمي کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوي محمد مبین کیفي چریا کوتي اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے کثیر دواوین ' کلیات ' انتخابات ' تذکرے اور سوانح سامنے رکھہ کر یہ انتخاب تیار کیا ' چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتي رحجانات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکن اکیڈیمی کو یہ منظور تھا

کہ اس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہر دلعزیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محظوظ ہو سکیں ' اس لیے مجلس انتظامیہ نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثانی کی غرض سے مقرر کی ' یہ کمیٹی چھ ارکان پر مشتمل تھی ' ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئی مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم - اے ریڈر لکھنؤ یونیورسٹی نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسری - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے چوتھی - جناب مولانا نعیم الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسی ' الہ آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹویں جلد کی تصحیح اور اس پر نظر ثانی کی - کمیٹی نے بہ حیثیت مجموعی ایک دستورالعمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثانی کی - اس طرح اصل کتاب کی چھ جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چھان بین ہوئی ' ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکنی شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولی دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے ہیں جن میں دکنی الفاظ کی صحت اور سقم کی چنداں پروا

کرنے کي غرض سے تیار کیا گیا ھے - مکمل انتخاب چھہ جلدوں اور چھہ دوروں میں ختم ھوا ھے - پہلي جلد اور پہلے دور کے دو حصے ھیں - پہلے حصے میں شعراے دکن کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات ھیں ' دوسرے حصے میں شعراے دھلي کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ھیں -

——

خصوصیات

دور اول

حصہ اول

(شعراے دکن)

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ھیں ' مسلسل نظمیں ' اخلاقي اشعار ' مناظر قدرت ' مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھي ھیں -

ریختي کي ابتدا بھی اسي دور میں ھوئي ' مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ' لیکن ان پر بیان کی سادگي ' ایر پھیر سے اجتناب غالب ھے ' جو مضمون بیان کیا جاتا ھے بیساختگي سے ' جابجا تناسب لفظي بھي ھے لیکن اس کي صورت اتني ناگوار نہیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نفرت پیدا ھو یا سلسلۂ بیان سے کوئي شے الگ تھلگ معلوم ھو -

دکني شاعري کي لفظي خصوصیات میں یہ امر نمایاں ھے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نہیں کیا ' اس سے جہانتک ھو سکا اپنی ھي زبان کا آئینہ بنی رھي اگرچہ اس تعصب اور سختگیري نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نہیں دیا ' جہاں سے اس میں وسعت شروع ھوئي ھے وھیں سے فارسي زبان کا اثر معلوم ھوتا ھے -

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسي اثرات کے متعلق یہ الفاظ لکھے ھیں :-

" چونکہ اُردو شاعري کي ابتدا فارسي کي انتہا سے جا ملي ھے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ھیں اس میں خودبخود آگئے ' ان خیالوں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا ـ "

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ فارسی خیالات کے تتبع نے اُردو کو سنگلاخ بناکر اُس کی اصلي بہار کھو دي یعني جو بات اُس کو ھندوستان کي محسوس اور مرئي اشیا کو پیش نظر رکھنے سے حاصل ھوتي وہ فارس کي غیرمرئي ' اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں ھوئي ' وھیں یہ بھي ماننا پڑیگا کہ فارسي کي طرز ادا اور انداز بیان کي تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھہ آگے بھی بڑھا دیا ' لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں ھے کہ اس نے فارسي کا اثر بہت کم قبول کیا ھے ' جو کچھہ ھے وہ براے نام ھے اور اس کا پیوند نمایاں معلوم ھوتا ھے ـ

یہ بیان ظاھری اور لفظي گلکاریوں کے متعلق تھا ' اس کے علاوہ معنوي خصوصیات اور اثرات نے بھي شاعري کو متاثر کیا ھے ـ

اس کي وجہ یہ ھے کہ دکن جس طرح اس وقت ادبی ذوق کا مرکز تھا ' اُسي طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالامال تھا ـ

بہاءالدین باجن ' شاہ علي گام ' شیخ خوب محمد ' عین‌الدین گنج علم ' خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں کي تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رھا

تھا ' اس لئے شاعری کا اس رنگ سے متاثر ہونا ضروری تھا - چنانچہ اس دور کی شاعری میں جو چیز بقدر مشترک موجود ہے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی ' مذہبی رنگ کا غلو ' تصوف ' تعلیم اخلاق ' وغیرہ کا نمایاں ہونا ہے ' عشق مجازی کی جگہ ' عشق حقیقی کے جذبات جلوہ‌گر ہیں -

چونکہ تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھہ محبت اور عقیدت بھی ہے اور ساتھہ ہی بیجاپور و دکن میں جو اسلامی سلطنتیں اس وقت قائم تھیں ' ان کے فرمانروا اکثر شیعہ تھے ' اس لئے اس دور میں مراثی کی فراوانی کے ذریعہ سے حضرت علی اور حسنین علیہم‌السلام کے ساتھہ جوش عقیدت اور ان کے دشمنوں کے ساتھہ نفرت اس دور کا نمایاں رنگ ہے -

توحید و رسالت ' محاورات و مصطلحات تصوف ' جام ' ساغر ' ساقی میخانہ ' میکشی ' شراب عرفان کے مضامین اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصی ہیں - شعرائے دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپنی شاعری کو متاثر کیا ہے -

ہندی زبان کا اثر

دکنی زبان اور بالخصوص دکنی شاعری جو اس دور میں نمونہ پیش کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کا اثر دکنی اردو پر پہلے ہی سے وسیع حد میں موجود تھا ' بیک نظر معلوم ہوتا ہے کہ ہندی زبان کے خصوصیات لفظی و معنوی ' ترکیب ' طرز ادا ' جذبات ' تخیل ' تشبیہ و استعارے سب کچھہ دکنی شاعری میں موجود ہیں -

ترکیب اور تشبیہ کی مثال ایک ساتھ یہ ہے :-

پون سیتی ہت راکھی ہے آپ کمر
سورج چند نمن جھمکے ڈوزر کمر

شعر کی ترکیب ہندی ہے ' ہندی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کا لفظ اضافت (کا ' کی ' کے) محذوف ہوتا ہے ' مثلاً '' نینن نیر '' آنکھوں کے آنسو ' کبھی آنکھوں میں آنسو کے معنی میں بھی آتا ہے - یہ صورت دکنی شاعری میں کثرت سے ہے -

تشبیہ بھی چاند سورج سے اثر دی جاتی ہے ' تخئیل اور طرز ادا بھی اس شعر کی ہندی ہے -

ہندی شاعری کی یہ خصوصیت اُردو کے لئے قابل رشک ہے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا ہے ' یہی وجہ ہے کہ اس کی دلنشینی میں شبہہ نہیں رهتا ' دکنی اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُڑایا ہے ' ہندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرهیز کرتے ہیں ' دکنی شعرا نے اپنی شاعری میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ دکنی اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اہتمام ہے شاعری دلچسپ اور اثرانداز ہو گئی ہے -

ہندی میں لفظ ذو معنیین کا استعمال بھی جائز ہے ' مثلاً :-

کنور پیا انکھیو نہیں لاگی
جب سے لگے یہ نین

'' پیارے کنور ! میری آنکھہ نہیں لگی (نیند نہیں آئی)

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئی) - آنکھ لگنے کے دو معنے ہیں -

دکنی شاعری میں اس کا چربہ بھی اتارا گیا ہے' ولی کے کلام میں جا بجا اس کی مثال ملےگی مثلاً اس کا ایک شعر اس طرح ہے :-

کیا سہم ہے آفات قیامت سنی اس کوں
کھایا جو کُئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا

"سہم" کے معنے ڈر اور تیر دونوں کے ہیں' یہاں یہ لفظ دونوں معنے ادا کر رہا ہے -

ہندی میں عشق کا اظہار عورت کی زبان سے ہوتا ہے' دکنی اردوے قدیم میں اس کا نمونہ بھی ہے مثلاً ہاشمی کاشعر ہے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھونگی
بہانہ کر کے موتیں کا پروتی ہار بیٹھونگی

فارسی زبان کا اثر

یہ عجیب بات ہے کہ دکنی زبان جس قدر آگے بڑھتی گئی ہے اس پر فارسی خیالات' جذبات' طرز ادا' ترکیب' تشبیہیں اور استعارے قابو پاتے گئے ہیں' چنانچہ ولی کی شاعری کے بعض حصے دکنی سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتے ہیں -

گل و بلبل' سرو' قمری' شمع و پروانہ' تغزل کے اجزا بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ فارسی کی شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر آئی اور اس کو فضا نے قبول کر لیا -

خسرو، حافظ، سعدی، جامی، مولانائے روم، صوفی بھی تھے اور شاعر بھی، اس لئے ان کا رنگ غالب رہا، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ہی طیار کرلی تھی اس لئے یہ شاعری یہاں آکر پھولی پھلی -

دکنی شاعری کی ابتدا میں عروض، بحر و وزن کی بھی شدید پابندی معلوم نہیں ہوتی، لیکن فطرت سلیم حتی الوسع اس راہ سے بھٹکتی ہوئی کم دکھائی دیتی ہے - اس کی وجہ یہی ہے کہ دکنی شاعری میں اکثر ہندی بحریں رائج تھیں، فارسی کے تدریجی اثر نے اپنی مروجہ بحریں پیش کرا دیں، اس لئے حتی الوسع پابندی کے ساتھہ وہی رائج ہو گئیں، پہلے کھینچ تان، تخفیف اور اضافے بالکل کم ہوتے ہوتے معدوم ہو گئے -

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ہے - اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ہے - بقول مولوی عبدالحق صاحب، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ہے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئی پیشہ‌ور شاعر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا -

اس نے مثنویاں، قصائد، مراثی، غزلیں، مستقل نظمیں، اور اصناف اس طرح پیش کی ہیں کہ ہر صنف کو دوسری صنف سے اپنی خصوصیات کے ساتھہ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ہے - مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں، میووں، ترکاریوں، پرندوں، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ہے -

نصرتی بھی اس دور اور اس حصہ کا بہت قادرالکلام شاعر

تھا ' اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے - اس کی غزلیں ' مثنویاں ' نظمیں ' خاص رنگ رکھتی ہیں ' علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے ' گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ہیں - وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے ' اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ہیں -

غواصی کی ہجو ' بدصورت شہزادی کے عنوان سے قابل ذکر ہے ' اس نے ملا ضیاءالدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے -

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ہیں -

نشاطی کی مثنوی پھول‌بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے - اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے -

جعفر زٹلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے -

ھاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے -

قاضی محمود بحری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ہیں - ان کی مثنوی " من‌لگن " مشہور ہے -

ھاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے -

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اردو شاعری کی بنیاد رکھی -

---

حصہ دوم

(شعرائے دہلی)

جو زمانہ دکن میں دکنی اُردو کی ترقی اور بتدریج غلبۂ فارسیت کا تھا وہی دہلی میں شاعری کے آغاز کا تھا -

دکن کے خاتم الشعراء ولی جب دہلی آئے تو اُن کے معاصرین حسب ذیل شعراء کا نام اہل تذکرہ لیتے ہیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلی خاں وداد - علی قلی خاں ندیم - شیخ سعداللہ گلشن - مرتضیٰ قلی خاں فراق - میر شمس‌الدین فقیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علی خاں آرزو -

اِن اساتذۂ شاعری میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ہیں جن کے فیض صحبت نے ولی کو اُردو کا شاعر بنایا ' سراج الدین علی خاں آرزو وہ شخص ہیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دہلی کی اُردو شاعری پر ابتدا سے فارسی کا غلبہ ہے ' اس کی وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائی ہے کہ فارسی‌گو شعرا اس طرف متوجہ ہوئے اور ان کی توجہ نے اُردو شاعری کو سند قبول عطا کیا -

ان کے کلام کا نمونہ اُردو تکسالی کا قدیم‌ترین نمونہ کہا جائے‌گا - چنانچہ اِن کے بعض نمونے یہ ہیں :-

۱ - موسوی خاں ' فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے
در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

۲ - عبدالقادر، بیدل

مت پوچھہ دل کي باتیں یہ دل کہاں ھے ہم ھیں
اس جنس بےنشاں کا حاصل کہاں ھے ہم ھیں
جب دل کے آستاں پر عشق آن‌کر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ھے ھم ھیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ‌نویسوں نے قبول کا نام عبدالغني لکھا ھے، مولف "تاریخ ادب اُردو" نے بھي یہي نام لکھا ھے، لیکن میر حسن اپنے تذکرے میں اِن کا نام غني بیگ لکھتے ھیں :-

حاضري بن محل نہیں کھاتا
بیکسي ھے پنیر مدعم کا

۴ - سراج الدین علي خاں، آرزو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ھم سنے
یہ لعل قیمتي دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخ خراباتي کي کیفیت نہ کچھہ پوچھو
بہار حسن کو دي آب جب اُن نے چرس کھینچا

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاھد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

دریا عرق میں ڈوبا تجھ سیمتن کے آگے
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

تیرے دہن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھ باندھا سن کر سخن ہمارا

---

۵ - مراد علي قلي ' ندیم

جدائی میں تري ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں
بجاے مو ' بدن سے شعلۂ آتش نکلتے ہیں

بے قرار عشق کو ہے زندگي نقص کمال
مر چکے سیماب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

---

۶ - شمس الدین ' فقیر

ترا مکھ دیکھ بلبل گل ستي بیزار ہو جاے
اگر گل تجھ تلک پہونچے ' گلے کا ہار ہو جاے

زندگي موج آب ہے گویا
دم کا آنا حباب ہے گویا

خال تیری بیاض گردن پر
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں :-

۱ - زبان ' ترکیب ' محاورات خیالات ' اصطلاحات کے اعتبار سے اُردو کی ٹکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیدا وار ہے -

۲ - جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ' آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ' مثلاً '' فقیر '' کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ' اس کے علاوہ تجنیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے -

۳ - اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مضمون ' لطف بیان ' سلاست زبان ' کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے -

۴ - مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ' ان میں تصوف ' اخلاق ' خمریات و رندی ' واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ' ہمہ اوست ' وحدت وجود ' موجود ہے -

یہ ظاہر ہے کہ ان پیش رو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی - شاعری جس قدر آگے

---

[۱] تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - مخزن نکات - گلرعنا -

بڑھتی گئی معنویت غالب آتی گئی ' چنانچہ مظہر جان جاناں کا کلام اِس نظر سے دیکھنے پر اس راے کی تصدیق ہوتی ہے - معنوی ترقیات میں جذبات تصوف کے ساتھ جذبات تغزل کی ابتدا بھی اِسی دور میں ہو چکی تھی ' فارسی کے وسیع اثر میں کمی اور اُردو میں ترقی کی طرف قدم اِسی دور سے بڑھنے لگا - مظہر کا کلام اِن خصوصیات کا آئینہ ہے - لفظی اہتمام بھی اِس دور میں کم ہے ' مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال کیا ہے ' مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کلام میں درد کی چاشنی پیدا کی - اُن کے خصوصیات کی پیروی اُن کے اکثر شاگردوں نے کی ہے -

قواعد عروض ' ردیف اور قافیے کی صحت کا بھی چنداں خیال نہ تھا ' بندش بالکل معمولی ہوتی تھی - یہ چیزیں قریب قریب اِس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں -

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے -

بھاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اِس دور کے اِسی حصے سے شروع ہوا ' اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک کیے گئے -

اِس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور ہیں - تمام اصناف سخن پر غزل گوئی غالب ہے ' اُس کے مقابلے میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں -

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو ، حسرت ، یقین ، تاباں ، مضمون ، بھی مشہور صاحبان طرز ہیں - کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھ کی ہے -

اِس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع‌آزمائی کی گئی ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے - تغزل کے ساتھ زبان میں بھی اس طرح ترقی ہوئی ہے کہ فارسی پر اُردو کا غلبہ نظر آتا ہے ، محاورات کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے ، مظہر نے ٹھیٹھ محاورے بھی استعمال کیے ہیں - مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ ٹوکو
یہی اِک شہر میں قاتل رہا ہے

صحت الفاظ کی طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وہی قائم کیا جو فارسی میں ہے لیکن " بہرۂ پان " کی ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا - اِس نوع کی ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رہیں -

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ‌تر زبان کی تدریجی ترقی کا خیال رکھا ہے - اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھی اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں اِن دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلی شکل کو ترجیح دی ہے -

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وہی لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے - حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعری کے لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر

کي گئي هے - ليکن وه کل شعرا آ گئے هيں جن کا تعلق اس دور سے زبان اور شاعري کے اعتبار سے هے -

پهلي جلد کے انتخاب ميں کوشش کي گئی هے که اشعار کی تعداد کے لحاظ سے منتشر نمونے يکجا هو جائيں اِس لئے که اِس دور کے شاعروں ميں سے کمتر ايسے هيں جن کے ديوان شايع هوئے هيں -

---

انتخاب

حصہ اول - دور اول

وجہي [ا]

وجہي تخلص (نام کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص ہی نام بن گیا تھا) گولکنڈے کا رہنےوالا ' ابراهیم قطب شاہ کا درباري شاعر تھا -

کلام میں مضمون‌آفریني ' طرز ادا ' گداز ' سب کچھ هے ' زبان ٹھیٹھ دکني قدرے فارسي‌آمیز هے ' مذهب اور ضروریات مذهب کا غلو معلوم هوتا هے -

' قطب مشتري ' اور ' سب رس ' اس کی تصنیفیں هیں -

قطب مشتري

نہ بھئیں پر دسے وہ نہ اسمان میں
رهیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

[ا] وجہی ' بقول مصنف اُردو شہ‌پارے ابراهیم قطب یعنی محمد قطب شاہ کے باپ کا درباري شاعر تھا -

بعض واقعات اور قرائن بتاتے هیں کہ وجہي محمد قلی قطب شاہ کي ولیعہدي یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنہ مشق پختہ‌کار عمر رسیدہ شاعر هو چکا تھا اس لئے اس کا نام محمد قلي قطب شاہ سے پہلے آنا چاهئے - تفصیل کے لئے دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

لگیا تلملانے بھوت دھات سوں
کہیا جائے نا بات وو بات سوں
نہ یو بات ہر ایک کوں فام ہوئے
وہی جانے جس پر جو یو کام ہوے
کدھیں جو ہنسے ہور کدھیں کچ روئے
کدھیں سدھ پاوے کدھیں سدھ کھوے
اِسی دھات دن رات رھتا اچھے
اپس مَنِ اپے یوں وہ کہتا اچھے
بھلائي چلچل دھن وو یوں شاہ کوں
کہ لبدائے جیوں کھربا کاہ کوں
اُٹھے ہور پھر سوے شاہ جائے کر
کہ وو نار بھی خواب میں آئے کر
جو ہر بار یوں خواب میں یار آے
تو عاشق کوں بن خواب بھي کچ سلبھاے
پریشان حیران بے تاب تھا
نہ کچ اُس کوں آرام' نا خواب تھا
لگیا شاہ اُساسان بھرن آہ مار
کہ نزدیک نیں ہے وو کلونت نار
کدھیں بے خبر ہوئے کدھیں ہوئے هشیار
کدھیں پیو پھو کے [۱] کدھیں یار یار
یو سن مہاریاں سب خبردار ہوئے
جو مستاں تھے دوں سو هشیار ہوئے

---

[۱] یعني '' کہے '' - اِسي طرح آگے ایک شعر میں '' کڑ '' یعني '' کہوں '' -

بهوت دهات سوں بات سمجھاے کر
کہے شہ کوں نزدیک آے کر

کہ اے شہ توں جم شاہ خرم ہو آج
نہیں غم تجے توں بے غم ہو آج

جکچھ تج کوں هونا سو حاضر هے سب
اُساساں جو بھرتا سو توں کیا سبب

کہیا شاہ دل نیچ دھرنا بھلا
کسی پاس ظاہر نہ کرنا بھلا

کسے گوں کہ ملنج عشق اُس کا اھے
وہی جانے ملنج عشق جس کا اھے

مجلس عیش و طرب

شہنشہ مجالس کیے ایک رات
وزیراں کے فرزند اتھے سب سنگات

هر اک خوبصورت هر اک خوش لقا
سو هر ایک دلکش هر اک دل ربا

مہابت کے کاماں میں جم جم هے جیوں
شجاعت کے کاماں میں رستم هے جیوں

ندیم هور مطرب ' سگھڑ فہمدار
اتھے شہ سوں ملکر یو سب ایک تھار

صراحی پیالے لے هاتاں ملے
ندیماں تے مشغول باتاں ملے

لگے مطرباں گانے یوں ساز سوں
کہ دھرتی هلے مست آواز سوں

جو مطرب وو صحرا میں اس دھات گائے
تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے
جو گاوں وو شہ کوں کماتے اتھے
سو راگاں یہ راگاں جماتے اتھے
ندیماں لطافت میں جو چکہ آئیں
تو روتیاں کوخوش کر گھڑي میں ھنسائیں
شراب ھور صراحي نقل ھور جام
ھوئے مست مجلس کے لوگاں تمام
جو ھوئی رات آدھي بچھي دو پھر
خبردار یاراں ھوئے بے خبر
بسر گئے ندیماں طرز بات کا
گلوائے خبر مطرباں ذات کا

غزلیں

(۱)

پیو اپے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھي سوے کر
جب پیو چلیا ست سیج منج نت سوتے اٹھي روے کر
ھاتھ اپنا سارنے منج چل چل لاگیا مارنے
نا جاوں سائیں کارنے بھی اجلوں کیا کیا ھوے کر
کیوں ٹالوں برھا جھال سکي نوں سکتی ھوں سدہال سکي
اب کیونکر پاوں لال سکي جو بیٹھی ھت تے کھوے کر

(۲)

طاقت نہیں دوري کي اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن منجے جھلنا بہوت ھوتا ھے مشکل رے پیا

کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی انجھوں پیتی ہوں میں
تج تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

ہر دم توں یاد آتا مجھے اب عیش نیں بھاتا مجھے
برہا یو سنتاتا مجھے تج باج تل تل رے پیا

محمد قلي قطب شاہ

محمد قلي قطب نام - قطب شاہ فارسي اور معاني اُردو میں تخلص ' قطب شاھي خاندان کا فرد محمد ابراھیم قطب شاہ کا بڑا بیٹا گولکنڈہ (دکن) ' کا رھنے والا اور بادشاہ تھا - ادیب ' علم دوست ' زبردست شاعر تھا -

پیچیدگی سے پاک ' صنائع بدائع سے اکثر معرا ' سلیس اور آسان کلام ھوتا ھے ' تمام اصناف میں یھی خصوصیات مشترک ھیں -

تلمذ کا پتا نہیں چلتا -

قیاس ھے کہ اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مشورہ سخن کیا ھو کیونکہ اس کے کلام میں وھي رنگ موجود ھے -

ضخیم دیوان - تمام اصناف سخن سے مملو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ھے -

سنہ ۹۷۷ھ میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۰۲۰ھ میں وفات پائي

(باغ محمد شاھي)

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا
سو طوباں سوں سہاتا ھے جلت نملے چمن سارا

بھے دم عیسوی دایم چمن میں گُل لگانے تیں
هرے نہالان کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا
چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نین سارا
اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں
ہر ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا
کھجوران کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پلنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہو رین سارا
دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
نظر لاگے تہوں میویان کون را کھیا ہے جتن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپیں ہیں
سوتس آواز سوں موراں کریں] رقصاں اپن سارا [ا]

(ننھی سانولی)

ننھی سانولی پر کیا ہوں نظر
خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر
ترا قد سرو نکلے جب چھند سون
دسن جوت منج کون دسن جیون قمر
تو دوری تدروائے منجے دور تجے
وو کیا بوجھے مو دل میں ہے تونگر

[ا] رسالۂ اُردو ج ۲ اورنگ آباد –

"معانی" کے باتاں تے جھوٹا نمک
چے چاکھے کھہ ہے نمک سوں شکر [۱]

(تین غزلیں)

(۱)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جو ان قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں
او نو نہال پھولاں ہے جام خوئے سوبا دہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یو مج خط عنبریں او
جوں سوراپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
بے ہوش میرے دل کوں متھے ادھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں
منج عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا
سب عاشقاں منج انکھے ہیں طفل جوں دبستاں
روزی ہوا '' قطب شہ '' تج عشق کا پیالہ
بھرلے ہیں ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں

---

[۱] تذکرۂ محبوب الزمن ص ۷۵۹ -

غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا
کہے تھے پیا بن صبوری کروں
کہیا جائے اما کیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے
کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا
" قطب شہ " نہ دے مجھ دوانے کو پند
دوانے کو کچھ پند دیا جائے نا

غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھنے کا ہنگام ہے
ساقي صراحي نقل ہور پیالے سو ہمنا کام ہے
عاشق اول تھے ہیں ہمیں سر مست ازل تھے ہیں ہمیں
نا آج کل تھے ہوں ہمیں زاہد کونیں یہ فام ہے
ملکتا ہے مد مستاں کدے مد باج نیں سکتا رہنے
میخانے کے کوچے ملے تو متقي بدنام ہے
ساقي پیالا ملنج پلا پیالہ پیندے ہو تا دلا
اُس پیو کوں تولیا کر ملا جس پیو تھے مج آرام ہے
" قطبا " نبي کے آدھار تھے رحمت ہے نت کر تار تھے
تو تج علي کے پیار تھے تلتل نوا انعام ہے [۱]

---

[۱] رسالہ اُردو م ۲ اورنگ آباد -

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا
جس حال سوں رکھیگا ہے او خوش حال ہمارا
نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تج خیال کی ہوس تھی ہے جیو ہمن سو زندہ
او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھی تک بہارا

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ہے)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ بایا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر
تو شاہاں اوپر مجھ کلس کر بٹھایا
سورج چند اپے تال ہوکر بجیں تب
مادل ہو فلک تمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
میرا گلستان تازہ اس تھے ہوا ہے
مجھ اس باغ کے میوہ دمیدم کھلایا
خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
دعائے اماماں تھے مجھ راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا

نکو پلا مجھے ساقي پیالہ بھر بھر
کہ پیتے ھیں ھمیں دائم پیالہ اُس کے دست
نکو کرو پلکھی تم بال و پر سوں مغروري
کہ بے پلکھاں سیتي تم میں ھوا ھوں مست الست
سدا تو مدح نبي و علي کي کہتا ھے
''معانی'' شعر تہرا تو لکھے ھیں دست بدست

مکھ تیرے کوں دیکھ کر ھوں آج مست
تیرے مکھ کے تین ھوا ھوں بت پرست
مکھ عرق میں زور مستی ھے عجب
میري زردی میں رنگ لعل لب است
خال ھندو کا بھلا کر ملج کیا ھے بت پرست
سب خیالاں اپے پست کرتا ھے میرا خیال دست

خورشید مکھ اُوپر دسے ابرو ھلال عید
اِس ابرواں کو سجدہ کیا ھے وصال عید

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق
دلیلاں میں ھلجے ھیں عالم ھزار

میزبانی عید کر جگ میں کلناوو عیش سوں
مطرباں لیا کر گواوو راگ، ھور لو عبھر

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
اس دعا صلوۃ تے ہوگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں سو عاجز داس تہرا یا علی ملج دستگیر

ہاتف ندا کرے کرو اے زمزم صبوح
میرے دلم میانہ رمز نہانہ کر

قصا ہے جگ میں لیلے مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں سہتی او نازنیں مجھ یاد کرتا کر سلیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاھد نہ کہہ پوجو صمد
ہم کام میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاو وترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
شعر "معانی" آں بندھے موتی ھیں جگ میں حسن کے
بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر
اُبھالں آہ کے داتے میں ملج سیلے ملے در کر
تمہارے عکس تے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
وگر نہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک سر پر کر

هماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی
آساساں تھے میری یودود اُپر چھایا ہے منظر کر
کھیا عرضہ سٹو میں ناز سوں کبھی کام ہے منج کوں
فروری اہ کرتے ہیں کتاب اب حسن کی زر کی
کری ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم
مدن کا تباں پہ سوتا ہوں بہا توں دنگھ سر پر کر
سو اس رنجیر زلفاں سوں کیتاں کرں تو کرتا ہے بند
مسا داغ غلامی دے ملجے مجمر میں عنبر کر
خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلہ کے اوپر
کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراھیم سرور کر
رقیباں کہلیاں سن کر هماری هوتے ہیں حیراں
" معانی " آپے دل میں علی کا مہر مظہر کر

دنیا کا پھول اُپجنا ہے جفا سوں
پنہ میں رکھ خدایا منج آس آزار
محبت می دسے اُس مکھہ صفا میں
همن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
دیا اوستاد منج تعلیم کچھ هور
همن کچ دیکھ کر باندھے ہیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا
همارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
" معانی " پر نظر اُس یار کا ہے
سدا اُس نین سوں بیدار دیندار

سو نظر سامنے نہیں ہے بہار
نہیں پانی میں تھرتا دلدار
سامری سحر میں جتا کہ کروں
باطل السحر ہے بچن درکار
دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار
باردے موں رے جھاڑ کوں یا رب
پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ تم نے ہے توپے ہمن سر
بلائے ملنج وو نازنیں مست ہوکر
سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

تھرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے روز
ندستا کہاں پیوں اللہ اکبر
ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

مجھے آگ کوئلیاں کی کرتی نہ تاثیر
تیرے عشق کی آگ کا ہوں سمندر
عشق نے ہمارے اوپر جھو دل سوں
"معانی" کہے بانگ اللہ اکبر

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر ، جمشید
دل پیالی میں بھریں ساقی شراب لبریز
شعر تیرا در وگوہر ہے "معانی" سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر آہے تاج پرویز

دیکھا ہوں سپھنا کہ میخانہ کا ہووے در باز
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگانہ نماز
ہمن سو عجز کریں او کرے برائی کی بات
سوال نادنی سگ کرتا ہوں اُو در پر نیاز
تمہارے مکھ کے کعبے کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اِسے جاؤ نے کوں تا بحجاز

پیا مکھ نور تھے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سورج آوو حمل یا نہ ، عیاں ہم عید و ہم نوروز
شہاں آئے ہوس زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

محمد کي غلامي منج خطابی سر بلندي ہے
سورج کرناں سوں باندے سایہ‌باں ' ہم عید و ہم نوروز

راز نس کا تم ستیں کہنا ہوس
تیری بات انکار کا سننا ہوس
یي کچی کلیاں بھرے باغاں منیں
رس کی کلیاں باغ تج چننا ہوس
بزم تیرا دستا ہے رنگیں بہشت
یکدو باتاں پیالے سوں کہنا ہوس
کونلی ڈالي کوں لگے پھل رنگ رنگ
اُس پھلاں سیتی طرا گُندنا ہوس
سب بہشتی حور اُس باساں جیویں
روح کو اُس باس ہے سنگنا ہوس
شاعراں پڑتے "معانی" شعر لیک
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ہوا فرح بخش ہور ساقي سرکش
سمند ناز پر باندھي ہیں کس پہ ترکش
سو اس لعل کا گرو عنبر ہے کا جیو کا
وو خوشبوئی سگ ہوتے عطار بے غش
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
ہمن نین کا نور ہے توں پري وش

"معانی" دیا ترک کر عیش سوں گرچہ
کہ پڑیا ہے تج ہاتھہ آنچل سبز وش

متفرقات

رکھہ ایک ہے ہر تیک کدھن لاکھہ چمن ہے
لکھہ جوت ہے ہر تھارولے تیک رتن ہے
سمدور ہے ایک ، ہور ندیاں ہیں سو ہزاروں
باتاں سو کروڑاں ہیں وے تیک وسن ہے
منج عشق گرمی اگ کا یک چنگی ہے سورج
اس آگ کے شعلہ کا دھواں سات گگن ہے

کفر ریت کیا ہور اسلام ریت
ہر اک ریت میں عشق کا راز ہے

قصیدہ

آج شہ چلیاں شرق نگر تھے شتاب
ڈھالی فلک کی اچا او شہِ عالی جناب
چرک فیل مست سوں مکھہ لال کر
گرم ہو چلنے لگیاں دن لے کتک بے حساب

رباعی

مستی کے ملک میں جما نہانی منجے
خوباں کے دیکھیں میں ہے مسلمانی منجے

خمار کا خم خانہ رہے تھانوں بھرا

ہر مد کا سو بند نگیں سلیمانی ملنھ

نوحہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وائے

وتن اول کی لکڑیاں جال کر کرتی ہیں خم

یک پوت کو دیکتے رہو یک پوت پر کھینچ خنجر

کافر کدے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن -

اردو شہ پارے - محی الدین زور مکتبہ ابراھیمیہ حیدرآباد دکن -

محبوب الزمن عبدالجبار ملکاپوری - مطبع رحمانی حیدرآباد دکن -

گل رعنا - رسالہ اردو ج ۲ (اورنگ آباد) -

سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام ' ظل‌اللہ تخلص فارسي کلام میں '
اور قطب شاہ اردو میں ہے - محمد قلي قطب شاہ کا بھتیجا '
شاعر اور عالم تھا -

اس کے کلام میں محمد قلي قطب شاہ کی سي پختگی
نہیں لیکن سلاست اور سادگي میں اس سے کم نہیں -

تلمذ کے متعلق کوئي متحقق بات نہیں کہي جاسکتی
لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ہے - [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر
قیاس نہیں ہوتا -

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تمہیدوں
اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ہے - [۲]

سنہ ۱۰۰۰ ھ [۳] میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں
وفات ہوئي -

---

[۱] اردو شہ‌پارے میں بھي اس طرف خفیف اشارہ موجود ہے -

[۲] اردو شہ‌پارے -

[۳] تاریخ اردوے قدیم - محبوب‌الزمن -

ساجن كي ياد

چهبيلي سوں لگيا هے من همارا
که اس بن نهن همن يک تل قرارا
صبوري کو نهيں هے تهار دل ميں
صبوري کيوں کرے سو کو تهارا
ميا کرنا کرے معشوق اپے هو
کهونا کيا کرے عاشق بچارا

تهلنق کالا

هوا آئي هے ليکے بهي تهلنق کالا
پيا بن سلنتا تها مدن بالی بالا
سجن مکهه شمے باج اجالا نه بهاوے
بهلايا هے منجه جهو کوں او اجالا
جو رات آوے چندني کي منجه کوں ستاوے
که چندنا منجے نيں نين سوز لالا
نبی صدقے "قطبا" انندان سوں مل کر
اپس سائيں سوں پيوے جم د پيالا

غزل

چلے چندنی ميں جب لٹک پيو همارا
اونن عکس ديپے چندر تهے اپارا
جگوئی مانے هے سائيں کے حسن چهب تهے
اسے مانيں نه پنتهه ميں جگ [يو] سارا

پیا نور بسنا ھے ملج دل جھمک میں

کہ جس نور ھے سورج آشکار

نبی صدقے "قطبا" کا من تجھہ سوں لا گیا

کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ھے تہارا

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے

تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے

بلندی محل کا ھے آسماں جیسا

سورج چاند تارے سوں اس تھے سنگارے

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں

مگر دھرت پر قدسیاں لیہا کے تہارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا ھوں اپنے دل سوں

دیتے ھیں دام ان کو ھور کرتے ھیں عنایت

انجانے میں جوانی گیا پند نا سنا

قرآن اور حدیث سوں ترکیب کرے کلام

بکرید عید آیا صلوات بر محمد

آنند علم رچایا صلوات بر محمد

---

[۱] اُردو شہ پارے — محبوب الزمن - گل رعنا - رسالہ اُردو -

پیا سانولا من همارا بھولایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں
رهن با سکي من پیا باج دیکھي
هوے تن کوں سکھہ جب ملے پیو بالا

میرا دل هے زر الفت کا کارخانہ
نهیں ملنجکوں بازار واں کا حاجت

عشق کي پتلي هے گوري رنگیلي
چتر ناریاں میں دستي هے چھید

سلو لوگ میرے پرم کي کہاني
کہ پیلا هے رنگ عاشقي کي نشاني

عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ' عبداللہ تخلص ' سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا -

ادب‌نواز علم‌دوست ' عالم اور شاعر تھا ' دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کي -

اس کی زبان میں صفائي اور خلوص نسبتاً زیادہ ہے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رہا ہوگا -

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسي کا نام معلوم نہیں ہوتا - فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کي صورت میں) اس کي تصنیف ہے -

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائي [۱] -

(نمونہ کلام)

اے پري پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ہوں تو رہے نا مجھ میں تاب
قد ہور نابات گلتا ہے اجھوں
دے نہ سک تري متھي لب کا جواب

---

[۱] تاریخ اردوے قدیم - گل رعنا - اردو شہ پارے - محبوب‌الزمن

راز کہا باتاں نبی کے صدقے پوچھکا اگر
شاہ عبداللہ کو پوچھہ آکر کہ ہے حاضر جواب

آب حیات تھی ہے زیادہ کہ لب ترا
کرتے ہیں ملجھہ سوں خضر علیہ‌السلام بحث

ملا غواصی

نام کا پتا نہیں چلتا ' تخلص غواصی ' گولکنڈے کا رھنے والا اور شہنشاہ جہانگیر کا ہم عصر تھا ۔

کلام میں روانی اور اھتمام زیادہ ہے - مثنوی ان کا میدان معلوم ھوتا ہے ' تلمذ کا پتا نہیں چلتا ' اس کے کسی شاگرد کا ذکر تذکرہ‌نویسوں نے نہیں کیا ہے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ھیں ۱ - قصۂ سیف‌الملوک و بدیع‌الجمال ۲ طوطی نامہ

پہلی کتاب ' الف‌لیلہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوی (اُردو) میں ترجمہ ہے - یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ میں ختم ہوئی - دوسری تصنیف بھی مثنوی ہے ملا ضیاءالدین نخشبی کی فارسی طوطی نامہ کا اُردو میں ترجمہ ہے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام ہوئی ہے -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ہوا سن وفات متحقق نہیں [۱] -

---

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -

مثنوی بدیع الجمال

(کشت و خون)

ہوے جمع جنگی ہزبراں تمام
قوی ہور خونخوار امیراں تمام
یک یک جان یک کوہ یا برج جیوں
لے ہاتاں میں قتلے بھرے گرز جیوں
غضبناک ہو جیوں انگے دل ہوے
کلیجے پہاڑاں کے پھوٹ جل ہوے
سلح پوش پولاد کے کوٹ جیوں
پرآشوب سمدور کی لوٹ جیوں
اوتالے ہو آفت بھرے عزم سوں
کھڑے آکے میدان میں رزم سوں

(ایک بدصورت شہزادی)

وہ تھوبڑ تھا اس کا سو جیوں فیل کا
سر اس کا سو کالا رنگوں نیل کا
انکھیاں ڈونگیاں ، دوکھڈے فلو کے
دو دیدے بھٹر جیوں تھیچر گار کے
نکل دیت انگے تھک آ جیوں کھڑا
اسے پیٹ تے سخت پیٹرو بڑا
بونٹی کھول جاری کی جیوں اوکھلی
مسلی ہو کے دوری تھی روملی

لٹکتی جو چتراں پہ چوٹی دسے
سو جیوں جھاڑ کی پھر موتی دسے
سڑے خوی بغلاں میں تھے یوں جھڑے
گندا نیر مہوریاں میں تھے جیوں پڑے
پون سار اس کے جو ٹک پاس جائے
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے
اگر لائیں جس ٹھار مشعل ھزار
ان آدے تو ہتھرے پڑے آندکار

الٰہی جگت کا الٰہی سو توں
کرنہار جم بادشاہی سو توں
ترے حکم تل نوکر آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

مناجات

عطا کر ملجے کچھ ترے نانوں سوں
دے پرواز ملجکوں بلند دھاوں سوں
جلادے مری جیو کی آنکھ کوں
دے ٹک باس مجھ دل کے پھول باگ کوں
سدا کسب میرا تو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں ملج خاص کر
جگا جوت تجھ دھیان کیرا رتن
مرے من کے صندوق میں رکھ تجن

همسا کر ملنچھ بات کے اوج کا
شہنشاہ کر گیان کی فوج کا
مسیحا کا دے ملنجکوں آثار جم
مری جیب کوں کر شکر بار جم

جو توفیق پاکر یو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام
مبارک گھڑي میں کیا میں تمام
محمد نبي پر هزاراں سلام

ملا قطبي

نام کا پتا نہیں چلتا ' قطبی تخلص ' گولکنڈے کا رهنےوالا تھا ' عبداللہ قطب شاہ کے ساتھہ شاید اس نے اپنے تخلص میں نسبت رکھی ہے -

اس کے کلام میں سلاست کي کمي ' هندي ترکیبوں کی زیادتي هے -

سنہ ۱۰۴۹ھ میں تحفۃالنصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا ہے -

بولوں صفت میں بے گنت
اس خالق جن و بشر
نردھار کر اسماں رکھیا
سورج ستارے هور چندر

جوں بزرگی دی عرش کوں
پلنگھے ارے یکہ پالکی
جوں پچ برساں چار سو
انہوں ہواں پائے دگر

بتیاں سکر چھہ سات سو
اس وضع سوں میں جو کہا
باباں ہے چالیس پانچ جو
اسکوں یقیں کر تو شمر
چار بہس پندرہ سات سو
ہجرت سوں تھی اس مصطفی
دسویں ربیع آخر جو تھا
ہور صبح صادق دن قمر

نازش جہاں میں میں کیتا
کیتا برائی کے جو بھی
قطبی دھریا اسہد یو
لایا ہوں سب صاحب نظر [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اُردو -

جلیدی

شیخ احمد نام، جلیدی تخلص ہے، عبداللہ قطب شاہ کا معاصر تھا، سنہ ۱۰۶۴ھ میں مثنوی ماہ‌پیکر لکھی :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار
چہار سال تین بیس بھی ایک ہزار

یہ شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار
چَہَر سال تین بیس بھی اک ہزار

اس شعر سے تصنیف کا سنہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

طبعی

نام معلوم نہ ہو سکا، طبعی تخلص، گولکنڈہ کا رہنےوالا اور عبداللہ قطب شاہ کا ہم‌عصر بلکہ درباری شاعر تھا۔

کلام میں گداز کے ساتھہ روانی اور لطف زبان دونوں ہیں۔ اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بہرام، ہفت پیکر ہاتفی کی روش پر لکھی ہے، بعض اخلاقی نظموں کا بھی پتا چلتا ہے۔

سوال و جواب

بہرام و گل اندام

بہرام کا سوال

ہوا مجنوں برہ تے سدھہ گنوا میں
اتھا دانا سو دیوانہ ہوا میں

تجے دل میں چھپایا ہوں اپس کے
خرابے میں لگایا ہوں دیوا میں
رچایا ہوں ترے غم کے پہاڑاں
عجب ہے نیں سینا پھٹکر موا میں
صنم تیرے بدل ہوکر برہمن
گلے میں اپے بہایا جانوا میں
منجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام
پرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھ تے بن غم
نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم
ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا مجھ پاس مرہم
کدھاں تک غم توں کھا گا بول بارے
منجے توں چھوڑ دے آج بہوت خرم
پیا کا اس چمن میں تے توں میوو
ہوا کوتہ سخن واللہ اعلم

حب وطن

جکوئی یاد کرتا نیں اپنا وطن
او مردا ہے پیرن ہے اوس کا کفن
اگر کوئی غربت میں شاہی کرے
اگر مال ہور ملکاں اور لاکھاں دھرے

پس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں
دیوے خاک تن کا وطن کا نشاں

غور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بھوت کر
کہ اندیشہ ہے بھوت عالي گھر
نکر کام ھرگز توں اندیشہ باج
کہ اندیشہ ھے کام کے سر پو تاج
کر اندیشہ ہر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ھوتا خراب [۱]

ابن نشاطي

نام کا پتا نہیں ، ابن نشاطي تخلص یا کنیت سے مشہور ھے ، گولکنڈے کا رھنےوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا زبان زیادہ صاف اور خالص ھے -

اور حال معلوم نہ ھو سکا -

اس کي تصانیف میں ۱ - پھول بن ۲ - طوطي نامہ دو مثنویاں ھیں - اول الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اور اخرالذکر کا بقول میجر استوارٹ سنہ ۱۰۶۴ھ ھے - [۲]

---

[۱] اُردو شہ پارے -

[۲] تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو از ھاشمی -

نوٹ - مرتب اُردو شہ پارے کي راے ھے کہ طوطي نامہ ابن نشاطي کی تصنیف نہیں -

نمونہ پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب‌العالمیں کا
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجي ھے جسم خدائي
ھمیشہ تجکوں سا جي کبر پائي
ازل سوں نہیں سمجے تیرا ھدایت
ابد کو فہم نیں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لي ھات ابتدا نعت
سچیں حق کي پیمبر کا ادا نعت
محمد پیشوا ھے سروراں کي
الھي سر خیل سب پیغمبراں کي

(منقبت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتھہ کھولوں
نبي کی جانشیں کا مدح بولو
علي ساری نیاں میں ھے سپھدار
علي ساري ولیاں کا ھے سردار

(مدح عبداللہ قطب شاہ)

شھاں کا شاہ عبداللہ غازي
خدائي ھے تري جم پھش بازي

سعادت کي نين کا نور هے توں
شجاعت کی گگن کا سور هے توں

(آغاز کلام)

جکو نئی هے باغباں اس پھول بن کا
چمن لاتا هے یوں تازي سخن کا
کتے ایک شہر مشرق کی کدھن تھا
جو اس کا نانوں سو کنچن پٹن تھا
حصار اس کا تھا دریا کے کنارے
دسے خندق هور دریا تس بندارے

(ابتدائے افسانہ)

کتے کوئي بادشاہ یک اس کدھن تھا
حکومت میں سلیماں کے نمن تھا
تھے اس کے زیر دیواں جگ کي سارے
پریاں اس حکم تھے نهیں نهیال کنارے
بني آدم جیوں خدمت میں یکسر
هوئے تھے و حش و طیر اس کے مسخر
نہ تھا بیٹا سو کوئي اس شاہ کے گھر
هوا تھا راج بیٹي پر مقرر

اخر میں لکھتے هیں :—

مسلماناں سو هے امیدواري
سخنداناں سو هے امیدواري

کرینگے تو میرا یے یو پھول بن لیر
کھوں یکبارگي جو عاقبت خہر

نوري

شجاع الدین نام ، نوري تخلص ، گجرات کا رھنے والا تانا شاہ کے وزیر (سید مظفر) کے لڑکوں کا معلم تھا - کلام میں طرز ادا کي سادگي کے ساتھہ لطف زبان بھي ھے -

---

نوري ایس کے دل کي کسي سے نہ کہہ بتھا
حاصل بھلا اب اس بے دوانے جو تھا سو تھا [۱]

فائز

نام کا پتا نہیں ، فائز تخلص (ھي سے مشہور) ھے ، گولکنڈے کا رھنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تھا -

کلام میں عربي اور فارسي الفاظ اور ترکیبوں کي آمیزش ھے - صاف اور ستھرا پرسوز کلام ھوتا ھے -

قصہ رضوان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا ھے [۲] -

اول نام حق کا لے بولوں سخن
بندوں اس کي توحید کھولوں دھن

---

[۱] تاریخ ادوے قدیم - تذکرۂ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

اتھا جس وقت سال ھجرت ھزار
اس اوپر نود اس کے اوپر چھار
ھوا قصہ رضوان شاہ کا تمام
نبی ھور ولی پر ھزاروں سلام

قصہ کا آغاز اس طرح کرتے ھیں :-

چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ
جمع ھور وزیراں بھی ساری سپاہ
کیتک کو دے انعام کھنا نہال
کسے مال دینا کسے گوشمال
قدیمی وزیراں کو عزت دیا
انوجیوں نصیحت کئی یوں کیا

قصہ کا درمیانی حصہ :-

و ساعت بہوت سعد تھی ظاھرہ
کرے کر شفقت یو او ساحرہ

سنے جب ملوچھر کی سب خبر
سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاھی

نام شاہ قلی خاں ، حیدرآباد کا باشندہ ، قطب شاہ کے لشکر میں سپاھی تھا غالباً اسی نسبت سے اپنا تخلص شاھی اختیار کیا -

کلام میں صفائی زیادہ ہے بندش بھی بہتر ہوتی ہے -

ملنا تمن کا غیر سے کوئی جھوٹ کسو/سچ سمجھ کہے
کس کس کا منہہ موندوں سجن کوئی کچھہ کہے کوئی کچھہ کہے

مرزا [۱]

نام ابوالقاسم ' حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب خاص تھے اور حالات معلوم نہ ہو سکے -

کلام میں صفائی اور روانی کے ساتھہ گداز کافی ہے -

عارض نہیں چندر کا ترے گال سوں اچھا
سمجھیں ہمن کلف کر نہ تجھہ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن
لگتا تھا جن کے ہاتھہ یہ گل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الودا الودا اے شاہ شہیداں الودا
الودا ابن علی دو جگ کے سلطاں الودا
اس جفا کے تھر بیٹھے ہیں گگن کے تن اوپر
نین ستارے پھر یو سب دستے ہیں پیکاں الودا
شہہ کا ماتم سن دریا کے موج نت نعرا کرے
غرق ہیں اس غم سوں سب لو لوے مرجاں الودا [۲]

---

[۱] عالمگیر نے جب اورنگ‌آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ گوشہ‌نشین ہو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرہ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے -

شعرائے بیجاپور

نصرتی

نصرت نام ' نصرتی تخلص ' وطن بیجاپور - ان کے آبا و اجداد فوج میں ملازم ' قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے درباري شاعر تھے ' ملک‌الشعرا کا خطاب حاصل کیا تھا -

پرگوئي اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں روانی کم ھے مذھب کا عنصر غالب ھے -

تین مثنویاں (علی نامہ - گلشن عشق - گلدستہ عشق) مجموعہ قصائد ' دیوان غزلیات ' ان کي تصنیف ھیں -

سنہ پیدایش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ھے سن وفات ۱۰۹۵ھ ھے -

نمونہ علي نامہ

حمد

سرانا سري اس سکت دار کوں
کہ آدھار ھے ان نرادھار کوں
دیا دور رستم کے پنجے میں زور
پڑیا ڈرتي جس دل میں در یار شور

(منقبت شهر خدا)

زهے پیشۂ لا مکاں کا دلیر
علي ولي او خدا کا شیر
تو ایک کوت ھے برج جس کے تمام
او بارا اماماں علیہ السلام

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھ جہانگیر ھے
صفت شہ کي لکھنے کي تاثیر ھے
زہے شاہ عادل سخي ولي
علي ابن سلطان محمد بلي

(مذمت طمع)

طمع اہل عزت کو کرتی ھے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اختیار
طمع نام و ناموس کا کال ھے
طمع جیوں کو سمجھ کے بھولچال ھے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسیني ھے گیسو دراز

نظارے میں عارف نظر یار کوں
ہمیں ہر طرف قدرت کا موں

اس زمانے کے معترضین نے نصرتی کي زبان پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب علي نامہ میں اس طرح دیتے ہیں :—

خریدار کو خوب سودے سے کام
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام
صفا مہن سوں جابجا بات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
یکا یک فن میں کي سحر کي بہت چھند
خبیثاں کي جھباں کو کیتا ہوں بند
کیا ہوں سخن مختصر بے گماں
کہ یو شاہنامہ دکن کا تو جان
کہ ہر اک زباں حضرت غیب داں
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں
ہوئی پسکہ جو نسل آدم کي اصل
چکا ناں انھیں کے ہوے فضل فصل
انو میں جو تھے شہر کے اوستاد
گیا رہ زمانہ رہے شعر یاد
سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے پھول
نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کي بات
نہ کم بھول مثالوں تو حاسد نے مات

وے جو سخندان ہیں صاحب تمیز
کہ ریجھہ اس ہنر کو دکھیں نت عزیز

گلشن عشق

(مدح)

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز
کوئی ذرہ خورشید تھی سرفراز
وہ عالم کوں سو چانوں لک بات میں
دیکھنا چھپاتا پی تجھہ ہات میں
دیا ہے توں خاکی کو ایسا شرف
جو تس سجدہ توري کبھی صف بہ صف

(نعت)

یو نعت سرور عالم محمد مصطفے کا ہے
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی

(مدح بادشاہ)

خصوصاً شہنشاہ عادل علی
ترا ناؤں کا ری جو ہے رت بلی
فضیلت میں تجھہ اج ہے بے خطا
کہ علم لدنی تجھے ہے عطا

توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھے
ترا مدرسہ لوح محفوظ اچھے

(تعریف عقل و عشق)

اچھی عقل یک دولت ناپدید
اچھی عقل مشکل کے چال کی کلید
اچھی عشق خلقت کے جگ کا سبب
اچھی عشق گنجینۂ راز رب

(آغاز داستان)

کہتا یوں فیصلہ دلپذیر
کبھی کھول کر بات یوں بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن
سخاوت تھی بھرا کہ در عالم نمن
سو مکھہ ہات دھونے تے فارغ ہو سب
کیا اپنی رانی تی پوچھوں طلب
دنب تار کوں دن کی جھوکی یہ لال
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال
سنبھوا ہات جیوں شاہ نعمت کی دھیر
پکاریا جھمن نل تلک اک فقیر

(خاتمہ)

ہر اک داستاں بولتا دل کی نین
ہر یک بیت ہر یک محل جانشین

صفائي کي صورت کي ہے آرسي
دکھن کا کیا شعر ہوں فارسي
فصاحت میں کر فارسیاں کا کلام
دھري مغز هندی بچن پہ مدام
ذکر شعر هندي کی بعضے هنر
تسکین ہے لیا فارسي میں سذور
ملک جگ میں مقبول اچھو پر مدام
بحق محمد علیہ السلام



مولف گل‌رعنا نے ایک معراج نامہ کا ذکر کیا ہے جو عادل شاہ کي مدح پر اس طرح ختم ہوا ہے :—

حمد ہے منعم کیرا خلق پہ اس دور کے
ہے جو سمئي رسول خسرو ملک دکن
منبع لطف و عطا حامئي دین باوفا
معدن جود و سخا ماحئی کفر کہن
غازي صفدر کے دل بل سوں نکلتے نیئں
دھاک سوں بھاڈي بھیاں ترت ترت تربہن
شہ سا لچھن نول کون ہے جگ میں کہو
یاد سے جس اسم کے جائے کدورت معدن
راج سوں شہ کے سدا حق تھي دعا امن پا
جہو سے ملکے هتهہ پسار دور کے سب مرد وزن
لطف سوں دھریا الہ شاہ کی شاھی للکما
جگت میں چلک پراچھیں عیش دھرم کے پتن

جام سوں عشرت کے جم بزم یہ معمور اچھو
چرخ میں دن ایں کے کرم ھیں جھوں انجمن
شہ کي ثنا ""نصرتي"" نغز و نول یوں لکھي
دور کے دفتر اوپر پراچھے ھر اک بچن [۱]

---

[۱] گل رعنا - تاریخ زبان اُردو - سخن شعرا - تذکرۂ میر حسن - دکن میں اُردو -

ھاشمي

سید میران نام ' ھاشمی تخلص ' بیجا پور کے رھنے والے سید شاہ ھاشم اس دور کے مشہور بزرگ کے مرید تھے ' پیر کے نام کي نسبت سے اپنا تخلص ھاشمی اختیار کیا - اپے پیر کي فرمایش سے یوسف زلیخا کو سنہ ۱۰۹۹ھ میں دکھني زبان کي مثنوي میں ڈھالا ھے -

کلام میں آورد کا اھتمام زیادہ ھے -

سن پیدائش نا معلوم ' وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ھے -

(حمد)

ثنا حمد اس کو سزاوار ھے
سکل خلق جس کا یو ستار ھے

(مناجات)

سکت کسي میں ھے جو کرے سر بسر
ابتا " ھاشمی " تو مناجات کر
مرے شعر کرے بادشاھاں پسند
پسند کر کرورا کہیں جو سب ھوشمند
مرے شعر میں دے شجاعت کا بل
جو خوش ھوے سنکر دلیراں سگل

نوٹ - ھاشمی مادرزاد اندھے تھے ' ھاشمی مولف " دکن میں اردو " کي راے ھے کہ ھاشمي ریختي کے موحد ھیں -مرتب

غزل ریختی

اگر کوئی آکے دیکھے گا تو دل میں کیا کہے گا
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑو
رضا گر مجھے کو دیتے ہی کرونگی گھر میں میں دارو
اگر مجھہ ہوویگی مرمرت صبح پر آؤنگی چھوڑو

عاجز

عارف‌الدین خاں نام ' عاجز تخلص ' دکن کے باشندے تھے ' اورنگ‌زیب کي فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر گداز ' کہنہ‌مشقي اور طرز ادا کي خوبي موجود ہے - قصہ فیروزشاہ ' قصہ ملکہ مصر ' قصہ لال و گوهر ' مجموعہ اشعار اُردو (دیوان) ان کي تصانیف ہیں -

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم چوک مت جرے دے کٹار اپنا
نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں
وہاں فرہاد اپنا مونس اور مجنوں ہے یار اپنا

بڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھاڑا
بڑھایا ہے بڑي محنت سے زاهد نے وقار اپنا

شوخ مسجد کو چلا شیخ شتابي چھپ جا
دیکھہ هووےگی ترے دیں کي خرابي چھپ جا

محتسب آج خرابات میں آتا ہے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابی چھپ جا

دو بات سے خالی نہیں اشک کا چلنا
آنکھوں کا کہیں لگنا ہے یا دل کا اٹکنا

خوبروئی اس سے کہا ہوویگی خوب
جس نے دیکھا تجھکو سر کو دھن گیا

الٰہی کب دل غمگیں ہمارا شاد ہوویگا
یہ اجڑا شہر یا رب کس گھڑی آباد ہو ویگا

عیش کی مستی کی خاطر شیشۂ عشرت نہ توڑ
دل کو لاغر کر ' لہو پی ' جام جم کو بھول جا

ہے سینۂ پرسوز مرا عشق کا آوا
دل داغوں سے ہیگا جلے اینٹونکا پجاوا

تری آنکھوں کی گردش دیکھہ کے اے خوش‌نگہ بن میں
ہرن لے کھاکے چکر ' رم کو چوکا چوکڑی بھوا

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب
تھی اس طرح سے لال تمھاری رکاب کب

ریختہ

سجن کا تبسم ' سجن کا تکلم ' سجن کی ادائیں ' سجن کی یہ قامت
ہے فردوش غنچہ ' ہے باغ فصاحت ' سراپا لطافت ' قیامت قیامت
سجن کي جبیں پر ' سجن کے رخ اوپر ' سجن کي بھواں پر' سجن کي کمر پر
ہے زہرہ تصدق ' ہے خورشید مائل ' ہے قربان کمانیں ' فدائے نزاکت
تري کالي آنکھیں ' تري کالي زلفیں' تری کالي پلکیں ' ترا خط مشکیں
سیہ مست آ ہو ہے ناگن کا جوڑا ' سیہ تاب نشتر ہے ریحان جنت
ہماری زباں ہے ' ہمارا سخن ہے ' ہمارا قلم ہے ' ہمارا رقم ہے
ثناخوان بلبل ' معانی کا گلشن ' نہال مقطع مرصع زراعت
ہماري جواني ' ہماری ضعیفي ' ہمارا قد خم ' ہمارا تواضع
ہے معدوم ''عاجز'' ہے آثار رحلت ' ہے دام ہلاکت ' ہے ہمدوش تربت

ہماري آہ کو سمجھو کہ ہے بڑی بل بند
وہ گرز ہے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کھنڈ

ساقي مرا چمن میں کرے گر نگاہ قہر
نرگس کے جام چشم میں تھکے شراب زہر

جہاں آباد سے گرمي مہں کوئي ظالم نہيں ملتا
سملدر درد کا ھے تو وطن کو آگ دے "عاجز"

کیا کانٹوں کو یوں پامال مہں پھر پھر کے صحرا مہں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

محتسب کے ہوش کو دارو سے دیتے ھیں اڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ھلکاتے ھیں ھم

مسجد مہں اذاں و بتکدے میں ناقوس
وصف اس کے کمال کا کہاں ھے کہ نہیں

لالے کي فصل شاید آئی ھے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسي جمائیاں ھیں

مت ستا محتسب اب ھم کو کہ بے جام و شراب
ھم تو اُس نرگس مخمور کے متوالے ھیں
اس کے ھم دام محبت مہں پھنسے ھیں "عاجز"
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ھیں

جب بحر اشک میرا کرتا هے جوش طوفاں
ساتوں فلک کي چادر تر کر کهنگالتا هوں

کیونکر آویں شهر کے نزدیک ' صحرا کے غزال
هے انهوں کي چوکڑي میں رم هماري آه سے
شمع کے شعله کو کیا طاقت جو تهامے اس کا زور
برق کے اعضا میں هےگا خم هماري آه سے

دل تیری نگاهوں کے ' تیغوں کي نگاهوں میں
کچهه وار نظر آویں ' کچهه یار نظر آویں
هم آنکهیں تری دیکهیں ' اور تري بهویں دیکهیں
خونریز نظر آویں ' تروار نظر آویں

لکهوں جب اپني آه داغ دل کے شور کر "عاجز"
قلم توپ اور سیاهي بس بهری باروت بن جاوے

کیفی نگاه بن دل رنجور هو رها هے
یه شیشه مے کی خاطر سب چور هو رها ہے

خیال اس شوخ کا کب مجهه دل بیتاب میں تهہرے
کہاں بجلي کا سایه چشمۂ سیماب میں تهہرے

محبت کے چمن کا گل جو بویا ھے یہی دل ھے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ھے یہی دل ھے

———

جدائی کے سخن کو جب گریباں پہاڑ لکھتا ھوں
قلم فی‌الفور قیلچی ھوکے کاغذ کو کترتا ھے

———

سنگ طفلاں سے گیا شہر سے ڈر کر مجنوں
ھم رھے ھم کو کہاں اتنی یہ دانائی ھے

———

اے زردپوش تم ھو اگر شاخ زعفران
"عاجز" بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ھے

———

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ھے یوں دل میں
دکن کی فوج جوں بھالے پکڑ جلگاہ پر آوے
تری بانکی گلی میں ھم گذر کر سر سے بیٹھے ھیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

———

جلنجال زندگی سے ' کیا ھو گیا جو چھوٹے
"عاجز" ابھی پڑا ھے ملک عدم کا جھگڑا

———

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہي کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے کا کل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

اگر اس شعلہ‌خو کي بزم میں جوں شمع جل سکتے
پتنگے کي طرح جی سے فدا ہونے کو چل سکتے

عجب شور جنوں ہے ان دنوں میرے خیالوں میں
کہو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجھول بن جاوے
اڑا لوں جب چمن کی خاک سر پر اس ونگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئي جاکر کہو فرهاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھسے بیدل کي اگر تصویر کھینچا چاهیے
اے مصور صورت دل‌گیر کھینچا چاهیے

دیکھہ دامنگیر محشر میں ترے ہوئیں‌گے ہم
خوں ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چھڑا

"عاجز" ہوں شاہ ' ملک جنوں میرے واسطے
سورج کلاہ و چتر فلک ہے زمین تخت

ہے ہمارے بت کا دل پتھر کے چیرے کی طرح
کیا کروں اس کی صفت ہے سخت ہیرے کی طرح

ہر سحر کیا دیکھتے ہو آرسی اے سادہ‌رو
ہے تمھارے حسن کے دفتر کی دونوں صاف فرد

جب سے اے رنگیں‌ادا تیرا ہے رنگ گل میں نقش
تب سے میری آہ کا ہے سینۂ بلبل میں نقش

"عاجز" بھی آہ شمع جلاتا ہے باغ میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ

باغ میں اس لالہ‌رو کے آہ جب جاتے ہیں ہم
دل کے داغوں کو گلوں کے تازہ کر آتے ہیں ہم

عشق سے خوش‌قامتوں کے سبزپوشی کر پسند
سرو کے بوٹے قبا پر اپنے چھپواتے ہیں ہم

خوش نگہ کي ياد میں ساغر کو جب گرداں کروں
بے تکلف گردن مینا کو نرگس واں کروں
اس حنائي هاتهہ کی تعریف خون دل سے لکهہ
ریشۂ نخل قلم کو پنجۂ مژگاں کروں

چمن میں جاکے وہ رنگیں ادا جب مسکراتا ہے
گلوں سے رنگ اڑ کر لال سا جنگل کو جاتا ھے
همارا اشک خونیں یاد میں گلرو کے بہ بہ کر
نگہ کو رشتۂ تسبیح یا قوتي بناتا ھے [۱]

مثنوي کا نمونہ

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا
خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
سحر سے شام تک مانند خورشید
طلب کے فرق پر رکھہ پائے مالید
غزالوں کي طرح سرگرم دم تھا
بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
برس دو لگ چلا جب راہ میں آہ
نظر میں اس کے آیا دشت جانکاہ

---

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچھمن نرائن ' شفیق ' اورنگ آباد - م انجمن ترقي اردو اورنگ آباد - تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو
زباں پر کس طرح ڈالوں لغت کو
وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار
اجل کا کھیت تھا وہ دشت خونخوار
بیاباں عدم کے تھا برابر
وہاں ' تھا جہاں عزرائیل کو ڈر
وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی
وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
سخن کا لال دے میری زباں کو
دو مسئلہ ہے بھر میرے بیاں کو

پنچھی

حکیم‌الدین نام ' پنچھي تخلص ' بلگرام کے رھنےوالے تھے - حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کہا لیکن عارف‌الدین خاں " عاجز " کا شہرہ ہوا تو پنچھي رکھہ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت‌نگاري ہے - [۱]

صنم بنا تو خدائي کا تجھکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

قیامت ہے تر گھونگٹ کے اوٹوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہلسکر مٹک جانا
نہیں تم سے چلي ہے ناز کي یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکي نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

---

[۱] عارف‌الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ' بعض تذکرہ‌نویسوں نے ان کا زمانہ سنہ ۱۰۹۹ھ لکھا ہے - مرتب -

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم ہي سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کي کچھہ بات نہ پوچھو ہم سے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

شاید کہ آج آوے "پنچھي" ترا تماشا
پھر کے ہے آنکھہ ہر دم ' دل کو لگے ہیں دھڑکے

بہ تنگ آیا ہے ایسي قید کے جینے سے جي میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماري ہے خدا جانے [۱]

بحري

قاضی محمود نام ' ان کے والد بحرالدین قاضي دریا کے لقب سے مشہور تھے - قصبہ گوگی کے رہنےوالے تھے - دکني زبان میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافي ذخیرہ تھا جو برباد ہو گیا -

---

[۱] چمنستان شعرا -

کلام میں تصوف کا عنصر غالب ھے ' زبان بھی بھکر ھے ' ھر صنف میں سوز و گداز ھے ' سب کے آخیر میں مثنوی " من لگن " لکھی ھے جو نکات تصوف پر مشتمل ھے -

(حمد)

اے روپ ترا رتی رتی ھے پربت پربت پتی پتی ھے

(نعت)

اوٹ اے قلم اس گھڑی نہ گھر جائیں
تک نعت‌نگر کی سیر کر آئیں
ھے نانوں احد نشان احمد
سرخی سواحد ھے پان احمد

(مدح پیر)

مولا کے محب نبی کے نائب
مانس نہیں مظہر العجائب
ساگر ھیں سپور معرفت کے
بل عین ھیں نور معرفت کے

(مدح عالمگیر)

اب بول توں مدح بادشہ کا
ھور اس کی کمالیت ک
جس کی یو دوبال پن کی عادت
عالمگیری ھے اور عبادت

یک ملک نہیں جو ان لیا نہیں
یک نقل نہیں جو ان کیا نہیں
دیدار ' دلبر ہور دانا
یک علم نہ سب ملے سیانا

امین

محمد امین نام عالمگیر کے معاصر تھے ' مثنوی یوسف زلیخا کو دکنی زبان میں نظم کیا ہے - نمونہ یہ ہے :—

اول تعریف سن خالق اے یار
کہ وے دونوں جہاں کا ہے کرن ہار

مومن

عبدالمومن نام - قوم پٹھان چھماپٹن قلمرو عادل شاہی میں رہتے تھے اسرار عشق مشہور مثنوی ان کی تصنیف ہے جو سید محمد جونپوری کی سوانح حیات ہے تشبیہات اور استعارات خوبی سے لاتے ہیں ' یہ مثنوی ۱۰۶۳ھ میں تمام ہوئی ہے - [۱]

عجب دن شب کہ ملجن سیم کرحل
عروس بدر سر تمنا نور کی جل

---

[۱] دکن میں اردو - تاریخ زبان اردو -
نوٹ - ۱۱۰۹ھ ان کا زمانہ تھا

تجمل کا دکھائے جب نبي کوں
چوا چوکي کتیں لالي نکہت سوں
کہ تاجا دجلۂ مغرب مدي چل
سورج کي ضو سوں دل جلوا لکي کل
پرت کي ریت میں بھی خوب لاگي
عروس آپیں ھو جانا شوکی جاگي
کھومیتے تھی رکن میں تیربازي
دکھاتي تھی فلک کو تیغ بازي
آتا کر رقص رکت تازہ تبازنا
تنن ناتن تنن ناتن تنانا

(احاطہ مدراس و بیجاپور)

ذوقي

شاہ حسین نام ' لقب بحرالعرفان تھا ' درویش اور متوکل شخص تھے ' کلام میں شکوہ لفظی و معنوي دونوں ھیں ' اور زبان کی خوبی بھي - وصال العاشقین ان کي مثنوی ھے جو سنہ ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ھوئی ' نمونہ یہ ھے :-

مگر اے حسن دل کا خوش سرشتہ
لبھایا من کو میرے ھو فرشتہ
اگرچہ اي سرشتہ لے اول بھي
گندھے ھیں ھار تلال شیخ وجھي
ھوا کیا جو انیک تار لے کر
گندھے اپنے موافق ھار لے کر

ہوئے جو بہو دونوں مل مقابل
پڑیا لرزا زمیں اسمان کے دل

(نمونۂ غزل)

ہے سروقد سکے کا جیوں پھول ڈال نازک
مکھ پھول پھل رہیا ہے جیسا گلال نازک
مکھ پھول نار کی سوں ڈالی پھول پھل رہیا ہے
پلکڑیاں سو پھول کیا ہوں دستیں میں گال نازک
بن کھا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اٹن میں
گویا دیاں شفق میں دستے ہلال نازک [۱]

مجرمی

شاہ بیراللہ نام، بیجاپور کے رہنےوالے تھے؟ کلام میں روانی کا عنصر کم ہے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ہے [۲] ان کی تصنیف مثنوی "گلشن حسن دل" ہے جو سنہ ۱۱۱۲ھ میں لکھی گئی، نمونہ یہ ہے:-

(حمد)

جتا حمد ہے سو خدا کونچ ہے
ثنا ہور صفت بھی اسی کونچ ہے

---

[۱] دکن میں اُردو۔

[۲] دکن میں اُردو۔

جو درگاہ اس کی اہے بے نیاز
اپس سوں اپس ہے وہ بے نیاز
نہ قادر ہے قدرت میں اس سار کا
نہ پیدا کیا ہے اپس سار کا

(آغاز مثنوی)

زباں اور نظر دونوں مل یار ہو
چلے ہیں تماشے کو اک ٹھار ہو
چلے جب تماشے کو مل کے ملوک
تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک
سلوک سوں ہر ایک ملک کالے خبر
تو واقف ہو پھرتے تھے کرتے نظر
کتے ہیں ولایت کو اے دونوں
عجائب شہر ایک پائے دونوں

(تاریخ تصنیف)

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام
جو چودا برس نہیں ہوئے تھے تمام

(نام)

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیر اللہ فقیر
جو سید میراں اس کا ہے دستگیر [۱]

---

[۱] دکن میں اُردو -

نتھو اولیا

تبر عالم نام ' ایک مثنوی ان کی تصنیف ہے اس کا نمونہ یہ ہے اور حالات معلوم نہ ہو سکے [۱] - کلام میں روانی ہے -

---

عجب میں جو زاھد جھٹک آستیں
تما شبکوں جو جوڑی نظر پاک بیں
ایسے دھات شو گشب میں تھار تھار
جہاں شو کھڑا ہے نہیں واں نہار

بچھایاں مرصع کے کرسی اُدھر
بندیا درمیاں پردہ ' باریک تر

ولی دکھنی [۲]

محمد فیاض نام ' قوم سید ' وطن ویلور (احاطہ مدارس) ہے - عالمگیر کے معاصر تھے -

کلام میں ' اُردو زبان پر ھندی عناصر کا غلبہ ہے ' روانی اور سلاست کافی ہے -

---

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] - یہ مشہور شاعر ولی اورنگ آبادی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ' بلکہ بالکل دوسرے شخص ھیں - مرتب -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں ھیں -

[۱] رتن پدم -

[۲] روضۃالشہداء -

ریاست خاں ' رئیس ساتگڑہ نے ان کي بہت قدرداني کي تھي ' کچھہ دنوں ان کے دربار میں تھے ' اس کے بعد نواب عبدالمجید ساکن کڑپا کے پاس آئے ' نواب نے ان کو سد ھوٹ کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا -

'' رتن پدم '' میں ولي نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر کیا ھے :—

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا
سکونت‌گاہ اس کو ساتگڑھ تھا
اتھا او اھل درد و نیک اعمال
رفاقت میں اتھا میں اس کي خوشحال
قضاراں واں سوں ھو قسمت نے برخاست
سو آیا میں طرف کڑپا کے دھرخواست
نواب عبدالمجید ' ابن الحمید ایک
اتھا واں نامور ' صوبہ سعید ایک
سو او بسر شتابا پروانہ لکھہ کر
بہ سلک نوکراں مجھہ منسلک کر
تعین کر مجکوں سدھوٹ کو روانہ
کہا او صاحب شیریں زمانہ
سو حسب‌الحکم میں سدھوٹ کو آیا
رنگارنگ واں تماشے میں نے پایا

"ولي" تیرے کرم کي ہے مجھے آس
نہ کر، اُس آس سوں ہرگز تو نیراس

"ولي" ہے یو سبب خالي بہانا
اسي کا کام ہے دینا دلانا [۱]

"روضۃالشہدا" میں ولي نے واقعات کربلا نظم کئے ہیں اس کے علاوہ انہوں نے ایک مناجات بھي لکھي ہے جس کا نمونہ یہ ہے :—

(مناجات)

یا الٰہي زہد و تقویٰ نیں ہوا مجھ ہات سوں
کچھ عبادت ہور ریاضت نیں ہوا مجھ ذات سوں
سر بسر ہوں منفعل اس کام ہور اس بات سوں
یا غفورالمذنبیں مجھ حال پر احساں کرو

محمود

محمود بیگ نام، محمود تخلص تھا - بیجاپور کے رہنے والے، ولي کے شاگرد فخري کے معاصر تھے - [۲]

نمونۂ کلام یہ ہے :-

لوگاں کہیں پتھر سوں کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئي پیا سوں بچھڑا وہ سخت ہے پتھر سے

---

[۱] تاریخ زبان اردو -

[۲] تذکرۂ میر حسن - چمنستان شعرا -

صبائي

احمداباد کے رهنے والے ' ولی کے معاصر تھے [۱] - بالکل عامیانه مذاق میں کہتے تھے -

زر سے ھے آشنائي ' زر سے ملے ھے بھائی
زر نہیں تو ھے جدائي ' دنیا میں جو ہے زر ھے

احمد

احمد نام اور تخلص ' گجرات وطن ھے ' زیادہ حالات معلوم نہیں - عربي فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بھاشا زبانوں کے بھی عالم تھے ' ولی کے معاصر تھے - نمونه کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں
سر پر تو سانجھ [۲] پڑگئي اور پانوں تھک گئے

آگاہ [۳]

محمد باقر نام تھا - ذی علم شخص تھے ' تصانیف کثیرہ ان کي طرف منسوب ہیں ' زیادہ تر نظم هي ان کا میدان

---

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ " سانجھ " بجائے " شام " استعمال کیا ' اس سے ان کے صحت مذاق کا پتا چلتا ھے کیونکہ " تو " اور " پڑگئي " کے درمیان " سانجھ " مناسب اور موزوں ھے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

رھا ھے - "آگاہ" پہلے شخص ھیں جنھوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ھے ' عروض کی پابندیوں کے ساتھ اپنی وادی میں رواں ھیں ' ان کی تصنیف میں " ۱ - ھشت بہشت " " ۲ - من در پن " دو کتابیں ھیں -

پہلی کتاب سیرت میں ھے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ھیں -- سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی [۱] -

'' نمونہ من درپن '' :-

(آغاز)

بحول و قوت پروردگار اب
میں لکھتا ھوں اسے با اختصار اب
بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب
کہ جو دیکھے سو بولے ھے بہت خوب
اگرچہ ' معجزوں کے ذکر اندر
ھیں نسخے بہوت دکھنی اے برادر
ولے اکثر غلط اس کا بیاں ھے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ھے
حدیثوں میں نہ ھو جس کوں ٹھکانا
حرام اس کا ھے پڑنا ھور پڑانا
میں ''من درپن'' رکھا ھوں نام اس کا
جلا دینا ھے دل کو کام اس کا

---

[۱] محبوب الزمن -

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار
ہوا یہ نام اس کے تئیں سزاوار

نمونہ ھشت بہشت :—

سال نہم میں وفود آے بہت
ایمان اس شاہ اُپر لاے بہت
نام اس سال کا ہے سال وفود
معنے اس کے ہے جماعت سن زود
جو وفود آے ھیں نزد سالار
ساتھ سے کچھ ھیں زیادہ اے یار
ھور اس سال میں ہے جنگ تبوک
جس کی سختی میں نہیں ہے کچھ چوک
اس سبب سے بکلام علام
اس کے تئیں '' ساعت عسرت '' ہے نام

(آغاز سیرت)

شروع حسن سیرت کو کرتا ھوں اب
بیاں مختصر اس کا کرتا ھوں اب
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال
نہ تھا اول ملے کوئی اس کی مثال
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان
'' کہ اے مادر مہرباں کر بیاں
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا
مجھے یک بیک اس کے تئیں سب سنا ''

کہی عائشہ اسکوں اے ہوشیار
ہے تفصیل اس کی نہایت سی بہار
و لیکن میں کہتی ہوں اب مختصر
کہ خُلق اس کا قرآن تھا سر بسر

وجدی

وجیہ‌الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام میں سلاست زبان کا لطف غالب ہے طرز ادا میں بے ساختگی ہے - دکنی اُردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ہیں -

۱ - باغ جانفزا ضخیم مثنوی ہے - سنہ ۱۱۴۵ ھ میں تصنیف ہوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ہے -

۲ - پنچھی باچھا، شیخ فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی منطق‌الطیر کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۴۹ ھ میں تمام ہوئی -

۳ - تحفۂ عاشقاں، یہ بھی شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی ''گل و ہرمز'' کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۵۲ ھ میں ختم ہوئی -

نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہ کے دنیا سوں جدا اچھ
جدا ہوکر، طلبگار خدا اچھ
قلندر ہو کے ست دے خود پرستی
دیوانا ہو کے دکھلا جوش مستی

شراب عشق سوں ' کر دل کو سر مست
پکڑلے نیستي نا هوئے گا مست
مرادِ دل سمجھہ لے ' نا مرادی
کہ غم سوں پائیگا توں راہ شادي
بهشتي حور طوبے قد ' پري رخ
مبارک شکل چھرا فال فرخ

پری صورت ہے توں ' لیکن پري نیں
کہ انساں بن یو حسن دلبري نیں
کہ اے روشن گہر ' ماہ جہاں تاب
سوا تج کوں جوانـي کا اچھو لاب
فلک اک گوشۂ ایوان ' اس کا
زحل سو کمتریں ' دربان اس کا
کرے مریخ وهاں ' خنجر گذاري
اتي خورشید کوں ' چوکی کي باری
مقابل مطرباں کا راگ ' هور رنگ
بجي طنبور سر منڈل دف و چنگ
عجب دلکش ہے بزم مے پرستاں
خصوصاً هوے جب ' هاے هوے مستاں

کریگا کون ' میری کارسازي
دوستی هوئیگي ' عاشق نوازي

---

۱ - باغ جانفزا کي تاريخ اس طرح نکالي هے :—

يو هے بيان خاتمه جي شکر سوں بوليا هوں ميں
تاريخ جس کے ختم کا ' آيا هے باغ جاں فزا

---

۲ - پنچهي نامه يا پنچهي باچها :—

اصل ميں يو تها ' کلام فارسي
اهل معنی کو ' مثال آرسي
خوشتريں تصنيف شيخ نامدار
پيشوائے عارفاں روز کار
شيخ صاحبدل ' فريد نامور
خاص جن کا هے لقب عطار کر

تها ولے جوں ' فارسي ميں ' يو کلام
کم سمجهه سکتے تهے اس کو' خاص و عام
گرچه ميں بهي کچهه نهيں' معنے شناس
کاں مجهے ' اس کے سمجهنے کا قياس
ليکن اس کو ديکهه کر ' دلچسپ بول
يک بيک يوں دل ملے ' آيا کلول
جو موافقِ فهم اپني کے ضعيف
اس کتاب خاص کا ' نظم شريف
قصد کر' دکهني زباں ميں ليکے آؤں
تار هے دنيا ملے ميرا بهي ناؤں

اے پنچھی پیارے ' سخن آغاز کر
حمد سوں ' حق کے ' بلند آواز کر
شوق سوں ' ایسا روچایا یک چھجا
جو رہے تس لوگ کا ' عالم لوبھا
گلشن وحدت ' ہے تیرا آشیاں
احدیت کا راز ' سب تجھ پر عیاں
سر کشی سب چھوڑ دے ' ہو سر نگوں
درد سوں کر ' دل کوں اپنے غرق خوں
گر تجھی ہے ' ہمت معنے بلند
دل نکو بردار و تہاں سات بند
جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر
بیٹھ ذوالقرنین کی ' جاہات پر

ایک دن ' سب جگ کی پنچھی جانوو
مل کر بیٹھے ' جمع ہو یک ٹھار پر
ہے ہر یک فرقہ ' میں یک بادشا
نہیں ہمن کوں بادشاہ ' سو کیا کیا

خاتمہ کی تاریخ لکھتے ہیں :—
جب کیا تارخ کا ' دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب
سنہ ۱۱۳۶ھ

---

۳ - تحفۂ عاشقان :—

(آغاز)

کروں پاک دل ' هور زباں پاک سوں
ثنا پاک ' اس عاشق پاک سوں

قضارا دسیا مجکوں ' یک بار کا
گل و هرمز ' اس شیخ عطار کا
هوا شوق پیدا ' مدنجھے بعد ازاں
که دکنی زباں سو ' کروں ترجماں

قافیه کے لئے ترجمه کو ترجمان کیا هے -

سال تصنیف میں لکھتے هیں :—

دسے اس کی تاریخ مجکوں عیاں
پچھا نو اسے تحفۂ عاشقاں [۱]
سنه ۱۱۵۳ھ

---

[۱] دکن میں اردو -
تاریخ اردوے قدیم -

خاکي

سید محمد جمال‌الدین نام ' قادري لقب ' خاکي تخلص تھا ' قریب قریب ہر صنف میں شعر کہے ہیں ' ان سب میں خوبي زبان ' طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ہے - سنہ ۱۱۴۱ھ میں مثنوی '' فیض عام '' لکھي -

جائز نہیں تھیں ' ہجر کي شب کی ' شکایتیں
مجکوں خصوص ' آج تو روز وصال تھا

اپے معشوق سنگ ہو رہنا
ایک دل ایک رنگ ہو رہنا
حال واصل کا ' ہے یہي '' خاکي ''
دیکھہ دلبر کوں دنگ ہو رہنا

احمد ' اگر ظہور نہ ہوتے جہان میں
پائے خدا کي ذات کوں ' کس کا مجال تھا

صدق ' میں صدیق اکبر ' کبریا
زہد اور تقویٰ ستي او بے ریا

ھیں عمر ، دائم عدل سوں بے بدل
اس صفت سوں ، اُن کوں حق نازل کہا
ھے حیا کے سنگ نت ایماں قرار
صاحب ایماں عثماں با حیا
ھے ولایت اور شجاعت جس پہ یار
او علی مہلی ھیں ابلہا
یو خلیفے چار ، برحق جان توں
بے شبہ ، حق مرتبہ ان کوں دیا

مست ھوکے خیال میں رھنا
گُم اُسی کے جمال میں رھنا
ناقصوں کا ھے کام اے '' خاکی ''
اپنے فخر و کمال میں رھنا

بلبل کوں ، گل سے مطلب ، خاروں کی کب ھے پروا
جو عشق میں دیا سر ، ماروں کی کب ھے پروا

حق کے مخفی راز کا ، سن لے بیاں
پوچھہ مت ھم ، سن تو اخبار بہشت

تاب کاں ، ھم میں ، جو تصویر صنم کی دیکھیں
نقش ھوجائیں ، کھو دیکھہ اسے دیوار کے سات

صنم کا ناز ' عاشق کی نیازی
نزاکت ھے ' نزاکت ھے ' نزاکت
ھوا ' جب کعبۂ مقصود مشہور
زیـارت ھے ' زیارت ھے ' زیـارت

ھوش کھو ' محو ھو رھا ھوں
دیکھ کر ' میں ترا ادا ' اے شوخ

پیو ' کل میں محیط ھو بالا
ھے او ظاھر ' نہان ' کچھ کا کچھ

ھشیار اے ، او ' بے خبر ' ھے جسم میں ترے ' یزید
یا مار کر غازی ھو توں ' یا مر کہ ھو اس سوں شہید

ھوں میں کل قید غیریت سوں ' خلاص
بـلکـہ دایـم ھوں عینیت سوں خلاص
پیو سوں ' نا جدا ھوں ' نا شامل
ھو رھا ھوں میں عبدیت ' سوں خلاص

اب تلک ' منتظر ھیں ھم ' پیو کے
پیو نہ آیا نظر ' خدا حافظ

ھے نگھہ بان ' در پہ ' مہوش کے
سگ دربان سوں ' ڈروں کب لگ

نہں ھے مجکوں خوف کچھ ' روز جزا
یا محمد ' توں ھوا ھے جب کفیل

کیوں کروں ' میں غیر کے اوپر نگاہ
نہں جدا ' میری نظر سوں ' او صنم

نور سوں رب کے ' محمد ھے عیاں
ھے عیاں نور نبی سوں ' کل جہاں

ھمارے سرکا چھتر ھے ' " جمال " اے " خاکی "
دئے ھیں ' دست کوں ھم ' سایہ دار کے ھاتھوں

ارے دل کی ھے روشنی ' جاگنے میں
کہ ھوتا ھے مفلس غنی ' جاگنے میں

تری آنکھوں کی کیا کروں ' تعریف
حوض کوثر کے ' خاص کانسے ھیں

ھوش دیکر ، کبھي کریں بےھوش
پھر کبھي ، ھوشیار کرتے ھیں

بندگی کوں تو چھوڑ بیٹھا ھوں
موں ، خدائي سوں موڑ بیٹھا ھوں

دلوں پہ نقش ھوا ھیگا ، یار کے ھاتھوں
بنی ھے صورت زیبا ، نگار کے ھاتوں

' خاکی '' سخن کہا ھے ، تصوف کے باب میں
کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

اصل تیرا ھے نام ، بسم‌اللہ
ورد کر ، صبح و شام بسم‌اللہ

کون ھے تجھ بنا مرا والي
جو کروں اس سوں داد و فریادی

جسکے بر میں روز و شب دل دار ھے
بت پرستی سوں ، اُسے در کار ھے

عشق بازی میں کرے عاشق غرور
کم نگاهي کي سزا درکار هے [۱]

آزاد [۲]

فقیرالله نام ' وطن حیدآباد تها ' اُن کي غزل پر ولي نے غزلیں لکهي هیں -

(نمونۂ کلام)

" آزاد " سے لیتا هوں ' یه مصرعۂ مناسب
جس سے که یار ملتا ' ایسا هنر نه آیا

سب صنعتیں جہاں کي ' " آزاد " همکو آئیں
پر جس سے یار ملتا ' ایسا هنر نه آیا

شعراے اورنگ آباد

۲۰ — ولي اورنگ آبادی

محمد ولی نام ' اورنگ آباد کے رهنے والے تهے -

ولی دهلي بهي گئے تهے ' بعض تذکرہ نویسوں نے لکها هے که وهاں اُن کي بہت قدر هوئی -

---

[۱] سالنامۂ اخبار رهبر دکن - (حیدرآباد دکن) -
[۲] دکن میں اُردو - چمنستان شعرا -

'' شاہ گلشن '' مشہور فقیر اور شاعر سے ' ملاقات کی اور اپنے اشعار سنائے ' انہوں نے صلاح دی کہ

'' ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بے کار افتادہ اند
در ریختہ بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت

(تذکرۃالشعرا - میر)

ولی کے کلام میں سلاست اور روانی اس قدر ہے کہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس دور کے '' داغ '' ہیں - زبان کو خالص اردو بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں ' اپنا مطلب اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سننے والا متاثر ہو جاتا ہے غزلوں میں سوز و گداز ' مثنوی میں روانی ' قصائد میں شکوہ ' رباعیوں کے اختصار میں تفصیل مسائل دور سے نمایاں ہیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت (تصوف میں) ان کی تصانیف ہیں - بہ‌قول '' آزاد '' ولی سعداللہ گلشن کے شاگرد تھے - ولی کے شاگردوں میں بعض تذکرہ نویسوں نے مرزا '' داؤد '' کا نام لیا ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں :—

کہتے ہیں سب اہل سخن ' اس شعر کو سن کر
تجھ طبع میں ' '' داؤد '' '' ولی '' کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ‌آباد پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ میں احمدآباد (گجرات) میں وفات پائی -

کہتا ہوں ' ترے نانوں کوں ' میں ورد زباں کا
کہتا ہوں ' ترے شکر کوں ' عنوان بیاں کا

هر ذرۂ عالم میں ہے ' خورشید حقیقی
یو بوجھ کے ' بلبل ہوں ' ہراک غنچہ دہاں کا
جاری ہوئے آنجھو مرے ' یو سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم ا۔ سیر کر اس آب رواں کا

کتابت بھیجتی ہے ' شمع بزم دل کوں اے کاتب
پر پروانہ اوپر لکھ ' سخن مجھ جانفشانی کا
عزیزان بعد مرنے کے نہ بوجھو تم ' کہ تنہا ہوں
لکھا ہوں ' پردۂ دل پر ' خیال اس یار جانی کا
شراب جلوۂ ساقی اُسوں ' مت کر منع ' اے زاہد
یہی ہے مقتضا ' عالم میں ' ہنگامِ جوانی کا

کیا مدہوش مجھ دل کو ' انکھڑی نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

ہوئی ہے آرسی جوگن ' ترے مکھ کے تصور میں
بھبھوتی مکھ پہ لیا ' دم مارتی ہے خاکساری کا

طالب نہیں ' ماہ و مشتری کا
دیوانہ ہوا ' جو تجھ پری کا

تجهه تل سے ' اے آفتاب طلعت
ممنون هوں ' ذرہ پروری کا

محبت یار بےپروا کی ' سہلے میں ہے ' رات هور دن
یہي مطلب ہے ' رات هور دن نمازي ' هور نیازی کا

شغل بہتر هے ' عشق بازي کا
کیا حقیقی و کیا مجازي کا
آج تیري نگہ نے ' مسجد میں
هوش کهویا هے ' هر نمازی کا

چاهتا هے اس جہان میں گر ' بہشت
جا تماشا دیکهه ' اس رخسار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر ' نہیں
تشنۂ لب هوں ' شربتِ دیدار کا

کیا کرے تعریف دل ' هے بےنظیر
حرف حرف ' اس مخزنِ اِسرار کا
گر هوا هے ' طالب آزاد کي
بلد صت هو ' سجه و زنّار کا

بجوں لالہ ' بجز آتش خاموش لب یار
مرہم نہیں عالم میں ' "ولی" داغ جگر کا

روح بخشی ہے کام ' تجھ لب کا
دم عیسیٰ ہے نام ' تجھ لب کا

آئینہ تجھ سے ہو کے ' ہم زانو
حیرت افزا ہوا ہے ' گلشن کا

اس قد سے ' جس چمن میں ' وہ نو نہال ہوگا
کیا سرو ' کیا صنوبر ' ہر اک نہال ہوگا

یاد آتا ہے مجھے جب ' وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں ' گوشۂ داماں میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں ' سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا ' صورت انساں میں آ
درد مندوں کو بجز درد نہیں صید مراد
اے شہِ ملکِ جنوں ' غم کے بیاباں میں آ

نقش دیوار کیوں نہ ہو ' عاشق
حیرت افزا ہے ' پھولنا کسی ادا

اے "ولی" درد سر کی دارو ہے
مجھکوں اس صندلی قبا کی ادا

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن
جب خیال صنم چراغ ہوا

جو "ولی" ہے مرجع ہر جز و کل
وہ مرا مقصودِ جان و تن ہوا

سینۂ بلبل و قمری کو کیا معشر درد
جبکہ اس سرو نے سیر گل و شمشاد کیا

تب سے ہوا ہے محمل لیلی کی شکل دل
جب سوں ترے خیال نے دل میں گزر کیا

خدا دیا ہے مجھے سو ہزار عجز و نیاز
جو سر سے پاؤں تلک تجھکوں شکل ناز کیا

صحن گلشن میں جب خرام کیا
سرو آزاد کو غلام کیا

غمزۂ شوخ نے ' بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا ' تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ' معنئی ناز گویا
پوشیدہ میرے دل میں ' آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیرے ' ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ' ہے تار ساز گویا
ہے قبلہ رو ہمیشہ ' محراب میں بھواں کے
کرتی ہیں تیری پلکاں ' مل کر نماز گویا

پی کے ہوتے ' نہ کر تو مہ کی ثنا
معتبر نیں ہے ' حسن دور نما
باعث نشۂ دوبالا ' ہے
حسن صورت کے ساتھ ' حسن ادا
اے گل باغ حسن ' مکھ سوں ترے
جلوہ پیرا ہے ' رنگ و بوے حیا

کم نما ہے نو جواں میرا ' برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے دائم ' اے عزیزاں کم نما
مدعائے عاشقاں ہر آن ہے ' دیدار یار
یار کے دیدار بن ' دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے' نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ کے' پایا ہوں ''ولی'' یہ کیمیا

(نعتیہ)

لا مکاں پر بلا احمد ' جو بلا بٹھلایا
تب ملائک نے وہیں ' صلوا علیہ کم گایا
حور و غلماں نے ' ترانے سوں ' وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ ' تو ہے سب کو بھایا
تھے براتي وہاں ' آدم سوں لگا ' تا عیسی
اور جبرئیل امیں ' گوندھ کے سہرا لایا
حق نے ' لولاک لما حق میں محمد کے ' کہا
ان سوا ' کون سے مرسل نے ' یہ رتبہ پایا

کیوں ہو سکے ' جہاں میں ' ترا ہمسر ' آفتاب
تجھ حسن کي اگن کا ہے ' یک اخگر آفتاب
دیکھا جو تجھکوں ' آپ سے روشن جہان میں
سر سوں لیا ' نقاب زریں مکھ پر آفتاب

ترے جلوے سوں ' اے ماہ جہاں تاب
ہوا دل سر بسر ' دریائے سیماب

ملیا وہ گلبدن جس کوں ، اسے گلشن سوں ، کیا مطلب
جو پایا وصل یوسف ، اس کو پیراهن سوں ، کیا مطلب
سخن ، صاحب سخن کا ، سن کے ملنے کی هوس مت کر
جواهر جب هوے حاصل تو پھر معدن سوں ، کیا مطلب

ترے مکھ پر ، اے نازنیں ، یو نقاب
جھلکتا ہے ، جیوں مطلع آفتاب
ادا فہم کی ، دل کی تسخیر کوں
ترا قد ہے ، جیوں مصرعۂ انتخاب

مدت کے بعد ، آج کیا جو ادا سوں بات
کھلنے سے اس لباں کے ، هوئی حل مشکلات
دیکھے سوں مجھکوں آج شب و روز نیک ہے
وہ زلف و رخ ، کہ جن سوں عبارت ہے دن و رات

زبان حال سوں کہتا ہے یو شمشاد ، ہر ساعت
پڑیں گے قید میں ، اس قد کوں دیکھ ، آزاد ہر ساعت
بچے گا کب تلک ، اے طائر دل ، زور وحشت سوں
نگھ کا دام ، لے آتا ہے وہ صیاد ، ہر ساعت

ہر درد پہ کر صبر ، ''ولی'' عشق کی رہ میں
عاشق کو نہ لازم ہے ، کرے دکھ سوں شکایت

لب ترے پر ' کہ روح کا ہے قوت
کاتب ناز نے ' لکھا ہے سکوت
جو ہوا داغ عشق میں ' اس کوں
تختۂ لالہ سوں ' کرو تابوت
اے '' ولی '' سبزۂ لب دلبر
خوشنمائی میں ہے ' لب یاقوت

روایت خضر سے ' پہونچی ہے ' مجھ کو
کہ اس کا خط ہے ' موج آب یاقوت

شوخ میرا ' بے میا ہے ' الغیاث
صاحب جور و جفا ہے ' الغیاث
وہ صنوبر قامت گل‌زار حسن
محشر ناز و ادا ہے ' الغیاث
اس کماں ابرو کا ' ہر تیر بلا
جیوں خدنگ بے خطا ہے ' الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ' جیوں حنا ہے الغیاث
بلبل باغ وفا ہوں ' میں '' ولی ''
وہ سراپا بے وفا ہے ' الغیاث

انکھوں کو تیرے دیکھ کے ' گلشن میں گلبدن
نرگس ہوا ہے شوق سوں بیمار ' الغیاث

ہے جلوہ گر صنم میں ' بہار عتاب آج
لیتا ہے ' اس کے ناز و ادا کا حساب ' آج
عالم کا ہوش کھونکہ رہے گا ' عجب ہوں میں
چوتا ہے اس کے نین سوں ' رنگ شراب آج
کیا ناز ' کیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں ' سلام کا میرے جواب ' آج

جولاں گری میں ' گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقوں کے ' اُٹھے ہے غبار آج
بے شک کریگا ' خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ ' وہ نوبہار آج

آخر کو رفتہ رفتہ ' دل خاکسار نے
تیری گلی میں ' آ کے کیا ہے مکان ' آج
شعلے کوں ' دل کے ہیچ ہے - جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں ' آہ سوں میں ' نردبان آج

بے تاب آفتاب ہے ' تب سوں جہان میں
دیکھا ہے تجکوں ' جب سنتی ' اے رشک نور صبح

زہے طرب ' کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں ' یاقوت بے بہاے قدح

اگر اشارت ابرو، کرے وہ ماہ تمام
ہلال بزم میں، ہو چرخ زن، بجائے قدح

کیا ہے دفع، مرے درد سر کوں، رونے نے
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ، صندل سرخ

ہمیشہ ہے، بہار سرو آزاد
نہ جائے، دولت حسن خدا داد
خلاصی کیونکہ پائے، بلبل دل
نگاہ مہرباں ہے، دام صیاد

گر آرزو ہے تجھکوں، مقصد کے گل کا کھلنا
تک بلند کر زباں کو، مکھہ میں، کلی کے مانا

کُھلا ہے، عقدۂ دل، تجھہ پلک کی سوزن سوں
ترے نین کا، اشارہ ہے، قفل دل کی کلید

اے "ولی" ترک علائق، دل کو، لذت بخش ہے
جیوں ہے، دنیا دار کو، فکر سروساماں، لذیذ

یاد ' تجھہ خط سبز کي ' اے شوخ
زخم دل پر ھے ' مرھم زنگار
بسکہ پایا ھے ' تجھہ جفا سوں شکست
خانۂ دل ' ھوا ھے ' آئینہ وار

شبیہ ' جو تجھہ خط کو دیا ' مشک ختن ' سوں
عالم کوں ' وہ آگاہ کیا ' اپني خطا پر

مت تغافل کو راہ دے ' اے شوخ
جگ ھنسائي نہ کر ' خدا سوں ڈر
ھے جدائی میں ' زندگي ' مشکل
آ جدائي نہ کر خدا سوں ڈر
عاشقاں کوں ' شہید کرکے ' صنم
کف ' حنائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
آرسی دیکھہ کر ' نہ ھو مغرور
خود نمائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
اس سوں ' جو آشنائے درد نھیں
آشنائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
اے " ولي " غیر آستانۂ یار
جبہ سائي نہ کر ' خدا سوں ڈر

رحم بھجتا ' ستم برابر ھے
تو رقیباں اُپر ' کرم مت کر

کیا درد کہے ' کون کہے درد مرا ' جا
اے آہ ' مرے درد کی ' تو جا کے خبر کر

اے '' ولی '' آیا ھے ' وہ مقصود دل
خانۂ دل ' خوں سوں ' رنگ آمیز کر

صنعت کے مصور نے ' صباحت کے صفحے پر
تصویر بنائی ھے تری ' نور کو حل کر

میں ' تجھے آیا ھوں ایماں بوجھہ کر
باعث جمعیت جان ' بوجھہ کر
رحم کر ' اس پر کہ آیا ھے '' ولی ''
درد دل کا تجھکوں ' درماں جان کر

جلوں عشق ھوا ' اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کو ھوئی ' موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں ' طفل اشک کوں ' لیکن
زبان حال ' سوں کرتے ھیں عشق کی تقریر

ان نے ' پایا ہے منزل مقصود
عشق جس کا ہے ' ہادي و رہبر
ترک لذت کی ' جس کوں ہے لذت
شکر اس کو ہے زہر ' زہر شکر
آشنایاں کوں ' موج آب وفا
ہے محبت کي تیغ کا ' جوہر

ہوا نہیں ' وہ صنم صاحب اختیار ' ہنوز
بجائے خود ہے ' رقیباں کا اعتبار ہنوز
" ولی " جہاں کے گلستاں میں ' ہر طرف ہے خزاں
ولے بحال ہے ' وہ سرو گلعذار ہنوز

آزاد ' اپنے عشق سوں مت کر ' " ولی " کے تئیں
تیرا غلام ' جگ میں کہایا نہیں ' ہنوز

خواب میں دیکھا تھا ' تیري زلف کوں
دل میں ہے ' باقي پریشاني ' ہنوز

تشنہ ' آب زندگاني ہوں
بوسہ دیکر بجھا ' تو میري پیاس

اے " ولی " اس کا زہر ' کیوں اترے
جن نے کھایا ہے ' تیرے عشق کا نیش

ذوق دیدار یار ہے ' جس کو
طلب عشق میں سدا ہے ' حریص

جیوں گل ' شگفتہ رو ہیں ' سخن کے چمن میں ہم
جیوں شمع ' سر بلند ہیں ' ہر انجمن میں ہم

شراب شوق سے ' سرشار ' ہیں ہم
کبھو بے خود ' کبھو ہشیار ہیں ' ہم
دو رنگي سے تري ' اے سرو رعنا
کبھو راضی ' کبھو بیزار ہیں ' ہم

اے آفتاب طلعت ' دل پر مرے نظر کر
تا یک پلک میں ' آوے تجھہ پاس مثل شبنم

صنم کے لعل پر ' وقت تکلم
رگ یاقوت ہے موج تبسم
سختی کے بعد ' عیش کا اُمید وار رہ
آخر ہے روزہ وار کوں ' اک روز عید یہاں

دل ہوا ہے مرا ' خراب سخن
دیکھہ کر ' حسن بےحجاب سخن
راہ مضمون تازہ ' بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے ' باب سخن

گریۂ عشاق سوں ' خنداں ہے ' باغ بزم حسن
مغز پرانہ سوں ' روشن ہے ' چراغ بزم حسن

خوبئی اعجاز حسن یار ' اگر انشا کروں
بے تکلف ' صفحۂ کاغذ ' ید بیضا کروں
ہندوئے زلف پری رو ہے ' پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھکوں ' سودے میں اگر سودا کروں
رات کو آوں ' اگر ' تیری گلی میں ' اے حبیب
زیور لب ' ذکر '' سبحان‌الذي اسریٰ '' کروں

میری طرف سے ' جا کے کہو ' اس حبیب سوں
گر مجھہ کوں چاهتا ہے تو ' مت مل رقیب سوں
اس بےوفا کی طرز سوں ' شکوہ نہیں '' ولی ''
ہے جنگ ' رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

پروانہ وار عشق میں تیرے ' جو جیو دیا
اس کا کفن ہے ' رشتۂ شمع نگاہ سوں

سیہ روئی نہ لے جا ' حشر میں دنیاے فانی سوں
سیہ نامے کو ' دھو اے بےخبر ' انچھوؤں کی پانی سوں

میری طرف سوں ' جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات ' فرش خواب کر ' مجھہ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے توں ' اے دل! گریباں پارہ کر
لیتے ہیں ' اس بازار میں ' بےتابئی سیماب کوں

خدا یا ! ملا صاحب درد ' کون
کہ میرا کہے درد ' بے درد کوں

اس کے قدم کی خاک میں ہے ' حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو ' اس عبیر کوں

بخشی ہے ترے نین نے ' کیفیت مستی
تجھہ مکھہ نے ' خبردار کیا ' بےخبری کوں

کرے فردوس ' استقبال اس کا
تصور جو کرے ' تیری گلی کوں

فدائے دل‌برِ رنگیں ادا ' ہوں
شہید شاہد گلگوں قبا ' ہوں
گیا ہوں ' ترک نرگس کا تماشا
طلبگار نگاہ با حیا ' ہوں
سدا رکھتا ہوں شوق ' اس کے سخن کا
ہمیشہ تشنۂ آب بقا ہوں
قدم اس کے پہ رکھتا ہوں سدا سر
" ولي " ہم مشرب رنگ حنا ' ہوں

میں عاشقي میں تب سوں ' افسانہ ہو رہا ہوں
تیري نگہ کا جب سوں ' دیوانہ ہو رہا ہوں
شاید وہ گنج خوبي ' آوے کسو طرف سوں
اس واسطے ' سراپا ویرانہ ' ہو رہا ہوں

میں ' یو تجھہ لب کوں ' قند بولا سوں
لٹ کوں تیرے ' کمند بولا ہوں
قد کو تیري ' کہا ہوں سرو سہي
بات یو ' میں بلند ' بولا ہوں

تجھ خیال آنے کی ' پاؤں اگر خبر
سجلے کوں ' داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

آئے اگر ' وہ شوخ ستمگر ' عتاب میں
جرات جواب کی ' نہ رہے آفتاب میں
تجھ نگاہ مست ' کہ ہے جامِ بےخودی
رکھتی ہے کیفیت ' کہ نہیں ہے شراب میں

عیاں ہے رنگ کی شوخی سوں ' اے شوخ
بدن تیرا ' قبائے صندلی میں

دل نے تسخیر کیا ' شوخ کوں ' حیرانی میں
آرسی ' شہرۂ عالم ہے ' پری خوانی میں
دل بیتاب ' کہ اک آن نہیں اس کوں قرار
زلف دلدار سے ہمسر ہے ' پریشانی میں

کیونکہ سہری ہو ' حسن سے تیرے
دھوپ کھانے سے ' پیٹ بھرتا نہیں

اے نور جان دیدہ ' ترے انتظار میں
مدت ہوئی پلک سوں پلک ' آشنا نہیں

مجھے ، گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں ، وہ رنگیں ادا نہیں

مجھہ کوں ، تجھہ بن کسو سے کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
صف عشاق کو ، بہ کعبہ قسم
بجز آوارگی ، امام نہیں

زندگی ، جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا ، اگر مدام نہیں

خوش قداں ، دل کو ، بلند کرتے ہیں
نام اپنا ، بلند کرتے ہیں

خوبرو ، خوب کام کرتے ہیں
ایک نگہ میں ، غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سے ، دیکھتے ہیں وہ
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

گل مقصد کا ، ہار ڈالے ہیں
نقد هستی ، جو ہار ڈالے ہیں

کیونکہ نکلے ' ہرہ کے کوچے سوں
زلف تیری نے ' مارڈالے ھیں

صدق ھے ' آب و رنگ گلشن دیں
پاک بازي ھے ' شمع راہ یقیں
جبکہ رویا ھوں ' یاد کرکے تجھے
چشم میري ھے ' دامن گلچیں

زلف تری برھمن ' مکھہ ھے ترا آفتاب
مکھہ ھے ترا آفتاب ' زلف تري برھمن

ھے قصۂ دراز کے ' سننے کی آرزو
اُس زلف تابدار کي ' تعریف سر کرو

مت تمھیں ' انتظار ماہ کرو
ماہ رو کو ' چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ھے ' خیال
ھمت دل کو ' زاد راہ کرو
سرخ روئي ھے ' عاشقاں کی تمام
گر رقیبوں کو ' روسیاہ کرو

اپنی خوبی کے ، اگر طالب ہو
اپنے طالب کو ، جلایا نہ کرو
پاکبازوں میں "ولی" ہے مشہور
اس سوں ، چہرے کوں چھپایا نہ کرو

غفلت میں ، وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا ، خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
وہ نو بہار عاشقی ، ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ ! وقت خواب نیں ، بیدار ہو بیدار ہو

میری طرف ، ساغر بکف آیا ہے ، وہ مست حیا
اے دل ! تکلف بر طرف ، مستانہ ہو مستانہ ہو
مج کوں ، خمار ہجر سوں ، پیدا ہوا ہے درد سر
اے گردش چشم پری ، پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں ، یکجا کریگی خار و خس
آیا ہے سیل عاشقی ، ویرانہ ہو ویرانہ ہو

ترے حسن کو ، جس نے دیکھا نہیں
نصیبوں میں اس کے ، ندامت اچھو

مبادا محتسب ، سرمست ، سن کر تان میں آوے
طنبورا آہ کا ، اے دل بجا آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی ، بجھایا آتش غم کوں
کہ گرمی ، دفع کرتا ہے ، گلاب آہستہ آہستہ
" ولی " مجھہ دل میں آتا ہے ، خیال یار بےپروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے ، خواب آہستہ آہستہ

ہوا ظاہر ، خط روئے نگار ، آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے ، بہار آہستہ آہستہ

گریاں ہے ابر ، چشم مری اشکبار دیکھہ
ہے برق بیقرار ، مجھے بیقرار دیکھہ
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقوں کے ، اُٹھا ہے غبار دیکھہ

مجھکوں لگتا ہے ، اے پری پیکر
آج تیرا جمال ، کچھہ کا کچھہ
اثر بادۂ جوانی ہے
کر گیا ہوں ، سوال کچھہ کا کچھہ

اے " ولي " دل کوں' آج کرتي ھے
بوے باغ وصال ' کچھہ کا کچھہ

حشر کا خوف " ولی " کو تو نہیں ھے واللہ
ھے شفاعت جو وھاں ' احمد مختار کے ھاتھہ
ھوا ھے جب سوں ' وہ نور نظر انکھاں سوں جدا
نہیں نظر میں مري ' تب سوں فھر بے خوابي

اس سخن سوں آشنا ھے درد مند
درد دوري ھے وبال دوستي
اے " ولی " ھرآن کر مشق وفا
ھے وفاداری ' کمال دوستي

طریقہ عشق بازاں کا ' عجب نادر طریقہ ھے
جو کُئی عاشق نہیں ' اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے
گریباں جو ھوا نیں چاک ' بے تابی کے ھاتھوں سے
گلے کا دام ھے ' اُس کوں گریباں کر نہیں گنتے

وہ راحت دل و جاں ' جب وھاں مقام کیا
ھوا ھے درد ' دل و جان بےقرار کرے

میں اپنی آنکھوں کو ' واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں ' وہ شہسوار کرے

سست ہونا عشق میں تیرے ' صنم
نا کسی ہے ' نا کسی ہے ' نا کسی
باعث رسوائی عالم ' " ولی "
مفلسی ہے ' مفلسی ہے ' مفلسی

اشک خوں آلود ہے ' سامان طغرائے نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے ' داغ عاشقی
گر طلب ہے تجھکوں ' راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں ' روشن کر چراغ عاشقی

دیکھا ہوں جب سوں ' خواب میں وہ چشم نیمخواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجھکوں ' خواب کی

زلف نہیں ' تجھہ مکھہ پر ' اے دریاے حسن
موج ہے یہ ' چشمۂ خورشید کی
تجھہ دہن کو دیکھہ کر ' بولا " ولی "
یہ کلی ہے ' گلشن اُمید کی

بے عزیزاں ' سیر گلشن ہے گل داغ الم
جلت احباب ہے ' معنی میں باغ زندگی
کیوں نہ ہووے اے "ولی" ' روشن شب قدر حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں ' چراغ زندگی

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے

تعریف اُس پری کی ' جسے تم سناؤگے
تا حشر ' اُس کے ہوش کوں ' اُس میں نہ پاؤگے

نہ جاوے تجھکو چھوڑ ' اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے ' اس گلی میں
گلی ' اس دل ربا کی دل کشا ہے
سجن کے حسن کوں ' تک غور سے دیکھ
کہ یہ آئینۂ " معنی نما " ہے
نہیں واں آب ' غیر از آب خنجر
شہادت گاہ عاشق ' کربلا ہے

غنیمت بوجھہ ملنے کوں ' " ولي " کے
نگاہ پاکبازاں کہیا ہے

— —

گر تجھکو ہے ' عزم سیر گلشن
دروازۂ آرسي کھلا ہے
یک دل نہیں آرزو سے خالی
برجا ہے ' محال اگر خلا ہے
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ' " ولي " عجب نلا ہے

——

عدم ہے ' تجھہ دہن کا جگ میں ثاني ' اے پری پیکر
اگر " بالفرض والتقدیر " ثانی ہے ' تو عنقا ہے

——

قد ترا ' رشک سرو رعنا ہے
معنی نازکي سراپا ہے
ساقي و مطرب ' آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودي ' دوبالا ہے
اِس کے پیچوں کا' کچھہ شمار نہیں
زلف ہے ' یا یہ موج دریا ہے
سبب دل ربائي عاشق
مہر ہے ' لطف ہے ' دلاسا ہے

——

آ شتابي ' نہیں تو جاتا ہوں
کیا کروں ' دل اُداس ہوتا ہے
تجھہ جدائي میں ' نیں اکیلا میں
درد و غم ' آس پاس ہوتا ہے

مرا دل ' مجھہ سے کرکے بے وفائي
پسند خاطر خوباں ہوا ہے
عزیزاں ! کیا ہے پروانے کے دل میں ؟
کہ جی دینا اسے ' آساں ہوا ہے
برنگ گل ' فراق گل رخاں میں
گریباں چاک ' تا داماں ہوا ہے

دیکھہ ! اُس کي کلاہ بارانی
چاند پر ' آج ابر آیا ہے

ظاہر ہوا ہے مجھہ پہ ' ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن ' بہار عتاب ہے
پوشیدہ حال عشق رہے کیونکر ' اے "ولي"
غماز تار زلف ' خم پیچ و تاب ہے

عاشق بے تاب سوں ' طرز وفا
جیوں ادا محبوب کي ' محبوب ہے

لخت دل پر ، خط لکھا ہوں یار کو
داغ دل ، مہر سر مکتوب ہے

"ولی" ! جو عشق بازی میں ، حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اُس کا ، قیامت میں ، گل باغ ندامت ہے

غم نہیں ، مجنوں کو ، ہرگز اے "ولی"
خانۂ زنجیر ، اگر آباد ہے

کیوں نہ ہو ، فوارۂ خوں ، جوش زن رگ رگ ستی
ہر نگاہ تیز خوباں ، نشتر فصاد ہے
آسماں اوپر ، نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں ، برباد ہے
سرو کی وارستگی اوپر نظر کر ، اے "ولی"
باوجود خود نمائی ، کس قدر آزاد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبر رنگیں قبا درکار ہے
زلف کو وا کر ، کہ شاہ حسن کوں
سایۂ بال ہما درکار ہے

عزم اس کے وصل کا ھے ' اے "ولي" !
لیکن امداد خدا درکار ھے

مت نصیحت کر " ولي " کو ' اے سخن ناآشنا
ترک کرنا عشق کا ' دشوار ھے ' دشوار ھے

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ھے
نگہہ میں ' اس پري رو کے ' اثر ھے
مروت ترک مت کر ' اے پری رو
محبت میں مروت معتبر ھے
ترے قد کے تماشے کا ' هوں طالب
کہ راہ راست بازي ' بے خطر ھے

اگر پوچھے ' وہ بے پروا مرا ناؤں
کہوں " مشتاق رند لا أبالي "

نثار اس کے قدم اوپر ' کروں انجھواں کے گوھر سب
اگر کرنے کوں دلجوئي ' وہ سرو خوش ادا نکلے

هر اک نقش قدم سوں ' دستۂ گل جلوہ پیرا هو
اگر سیر گلستاں کوں ' وہ رشک صد چمن نکلے

چھوڑ اے شوخ ! طرز خود کامی
مت ہو ' ہر دیدہ باز کا ' دامی
اے " ولی " ! پھر عشق ' حرف دگر
پختہ مغزوں کے نزد ہے خامی

سجن ! تیری غلامی میں ' کیا ہوں سلطنت حاصل
مجھے ' تیری گلی کی خاک ہے ' تخت سلیمانی
"ولی " کوں ' گر ترے نزدیک کُئی دیکھے ' تو یوں بوجھے
لگی ہے صفحۂ ہستی اُپر ' تصویر حیرانی

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے ' اس کوں
کرتی ہے نگہہ ' جس قد نازک پر گرانی
مت دور ہو' اک آن ' "ولی" پاس سوں ہرگز
اے باعثِ جمعیتِ ایامِ جوانی

جو میرے حال کی گردش کوں ' دیکھے
اسے گرداب گرداں ' یاد آوے
"ولی " ! میرا جنوں جو کُئی کہ ' دیکھے
اسے کوہ و بیاباں ' یاد آوے

اُس وقت ' مجھے دعوئے تسخیر ' بجا ہے
جس وقت ' مرے حکم میں ' وہ عشوہ گر آوے

جامے میں ، غنچے کی نمن ، رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے ، نسیم سحر آوے

سرود عیش گاویں ہم ، اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے ، اگر وہ دل نواز آوے
جنوں عشق میں ، مجھکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو ، وہ زلف دراز آوے
"ولی" ! اس گوہر کان حیا کی ، کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے ، جیوں سینے میں راز آوے

عالم میں ، ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں۔
ایسا تو نہ کر کام ، کہ مجھ پر سخن آوے

مستی نے تجھ نین کی ، بے خود کیا "ولی" کوں
آوے جو بزم مے میں ، کیوں ہوشیار جاوے

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار ، کیونکہ جاوے
جب لگ نہ ملے ، شراب دیدار
انکھیاں کا خمار ، کیونکہ جاوے
ہے حسن ترا ، ہمیشہ یکساں
گلشن سوں بہار ، کیونکہ جاوے

انچھواں کي ' اگر مدد نہ هووے
تجھہ دل کا بہار ' کیونکہ جاوے

کہاں ہے آج یارب ! جلوۂ مستانہ سالي
کہ دل سوں تاب' جي سوں صبر' سر سوں هوش' لے جاوے

چمن میں جلوہ گر ' جب وہ گل رنگیں ادا ' هو وے
خزانِ خاطرِ عاشق ' بہار مدعا هووے

آلودہ کیوں نہ هووے دامان پاک زاهد
جب دست نازنیں میں ' جام شراب هووے
تیرے لباں کے آگے بےرجا ہے ' اے پري رو
گر آب زندگاني ' موج سراب هووے
کیوں بےخودي نہ آوے' اس وقت' اے ''ولي'' مجھہ
وہ سرو نازپیکر ' جب مست خواب هووے

تجھہ رخ سے جب کنارے صبح نقاب هووے
عالم تمام روشن ' جیوں آفتاب ' هووے

وہ ' محبت میں تري ' فاني هوئے
روز و شب ' جو محو حیراني هوئے

عشق میں، اُس رشک لیلیٰ کے، ''ولی''
مثل مجنوں کے، بیابانی ہوئے

عشاق کی تسخیر کوں، بلا یہ بلا ہے
یا ناز مجسم ہے، کہ تصویر ادا ہے
یا لفظ ہے رنگین، ہم‌آغوش معانی
یا بر میں، گل اندام کے، گلرنگ، قبا ہے
جانا نہیں گلشن کی طرف، صبح وہ گلرو
بوجھا ہے کہ، وہاں آہ میری باد صبا ہے
بیماریٔ عاشق ہے، تجھ انکھیاں سکی لیکن
صد شکر کہ تجھ لب ملیں، ہر دکھ کی دوا ہے

تیری تعریف کرتے ہیں ملائک
ثنا تیری، کہاں حد بشر ہے ؟

رگ جاں سوں، ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی، نشتر ہے
مکھ ترا، بحر حسن ہے جاناں ؟
زلف پر پیچ، موج عنبر ہے
تجھ بن، اے نور بخش محفل دل
حال مجلس، تمام ابتر ہے

زندۂ جاوید ' شہدا کیوں نہ ہوں
موجۂ آب بقا ' شمشیر ہے
کیوں نہ ہوے ' آب سر سوں ' تا قدم
جوہر کان حیا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں ' اے "ولي"
شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

کیا کہے حیراں تیری تعریف ' اے آئینہ رو
مو بمو تیرا سراپا ' ناز کي تصویر ہے

غیر حیرت ہے ' خبر اس آئینہ رو کي کسے
راز کے پردے میں ' جس کي خامشي آواز ہے
رو برو ہونے میں اس کے ' حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں ' کاشف ہر راز ہے
درد مندوں کي نظر سوں ' اس کا کرنا ہے بجا
جو برنگ طفل اشک عاشقاں ' غماز ہے

کرنے کو ' سیر راہ حجاز و عراق عشق
عشاق پاس ' ساز و نوا سب نیاز ہے

ہے گل رعنا ' بہار حسن کا
ناز تیرا ' جو نیاز آمیز ہے

شوق کے مرکب کوں ' راہ عشق میں
اے سجن ! تری نگہ ' مہمیز ہے
تجھہ تغافل سوں ' ہوا ہے رو نما
گریۂ عاشق ' کہ خوں آمیز ہے

آج گلگشت چمن کا ' وقت ہے اے نوبہار
بادۂ گل رنگ سوں ' ہر جام گل لبریز ہے

ہم کوں شفیع محشر ' وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری ' عذر گناہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا ' جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری ' اس پر گواہ بس ہے

اے صنم ! تیرے دہن کے شوق سوں
ہر کلی میں ' نغمۂ ناقوس ہے

دیکھنا تجھہ قد کا ' اے نازک کمر
باعث خمیازۂ آغوش ہے
کیوں نہ ہو امید کا ' روشن چراغ
شمع محفل ساقیِ مے نوش ہے

کیا تری زلف ' کیا ترے ابرو
هر طرف سوں ' مجهے کشا کش هے
تجهه بن ' اے داغ بخش سینه و دل
چمن لاله ' دشت آتش هے

مست جام عشق کوں ' کچهه غم نهیں
خاطر ناصح ' اگر ناصاف هے
جب سوں ' وه آتا هے همراه رقیب
درد مندان کا مکاں ' اعراف هے
اے '' ولي '' ! تعریف اس کی ' کیا کروں ؟
هر طرح ' مستغني از اوصاف هے

اے دوست ! تیري یاد میں ' دل کو کمال هے
نقش مراد آئینه ' تیرا خیال هے
آ اے مه دو هفته ' مرے پاس ایک روز
هر آن ' تجهه فراق کے سینے په سال هے
روے زمیں کا ' خال هے زینت میں اے صنم
تیرا ' جو مثل نقش قدم پائمال هے

عشق کے راه کے مسافر کوں
هر قدم ' تجهه گلي میں منزل هے

اے '' ولی '' طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں ' میں کہ مشکل ہے

نشہ بخش عاشقاں ' وہ ساقی گلفام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور ' بے خودی کا جام ہے
مت قدم رکھہ اس طرف ' اے زاهد خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار اس کا ' دشمن اسلام ہے

تنہا ' نہ بند عشق میں تیرے ہوا ' '' ولی ''
یہ زلف حلقہ دار ' دو عالم کا دام ہے

سراپا ناز ہے تو ' اے پری رو
مجھے ' تیرے سراپا کی قسم ہے

وفا کر ' حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری ' بہار بے خزاں ہے
' ولی '' اس کی جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا ' وفا کا امتحاں ہے

تری یہ زلف ' ہے شام غریباں
جبیں تیری ' مجھے صبح وطن ہے

" ولي " ایراں و توراں میں ہے ' مشہور
اگرچہ ' شاعر ملک دکن ہے

عارفاں پر ' ہمیشہ روشن ہے
کہ فن عاشقی ' عجب فن ہے
دشمن دیں کا ' دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ روشن ہے
عشق میں ' شمع رو کے جلتا ہوں
حال میرا ' سبھوں پہ روشن ہے

کہو زاہد سے ' " جاے اس گلي میں "
اگر ' مشتاق فردوس بریں ہے

گلي میں ' اس ستمگر کے ' نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازي میں آفت ہے ' قیامت ہے ' خرابی ہے

مفلسی ' سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار ' کھوتي ہے
کیونکہ ملنا صنم کا ' ترک کروں
دلبري ' اختیار کھوتي ہے

اے "ولی" اب ' اس پری رو کی
مہرے دل کا غبار ' کھوتی ہے

شب فرقت میں ' مونس و ہمدم
بے قراری و آہ و زاری ہے
اے عزیزاں ! مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
اب "ولی" نے ' یہ تیری صورت حسن
صفحۂ دل اُپر ' اتاری ہے

عشق ' بے تاب جاں گدازی ہے
حسن ' مشتاق دل نوازی ہے
پاک بازوں سوں ' یہ ہوا معلوم
عشق ' مضمون پاک بازی ہے

تجھ سوں ' ہرگز جدا نہ ہوں اے جان
جب تلک ' مجھ میں زندگانی ہے

اے "ولی" ! رہنے کوں ' دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے ' یا گوشۂ تنہائی ہے

مضطرب عشق سوں ہوں ، مجھکو ملامت نہ کرو
تجھ دل نے کیا ، رعشۂ سیماب مجھے

کیونکر بیٹھوں گوشۂ آرام میں ؟
کھینچتا ہے ، وہ کمان ابرو مجھے

وفا دشمن نہ ہو ، اے آشنا رو
وفا پر ہے ، مدار آشنائی
مروت کے ہمیشہ ہاتھہ میں ہے
عنان اختیار آشنائی

بات وہ جائیگی قاصد ، وقت رہنے کا نہیں
دل تڑپتا ہے ، شتابی لا خبر دلدار کی
اے "ولی" ! اس بے وفا کی مہربانی پر ، نہ بھول
دل کا دشمن ہے ، مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

مخمس

عشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کی
عاشقی ہے ، ابتدا توحید کی
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی
جس کوں ، لذت ہے سجن کے دید کی
اس کوں ، خوش وقتی ہے صبح عید کی

چھب ہے تیری ، نشۂ صہبائے حسن
رنگ ہے تیرا ، چمن آرائے حسن
قد ہے تیرا ، رحمت والائے حسن
زلف نہیں، تجھ مکھ پہ ، اے دریائے حسن
موج ہے ، یا چشمۂ خورشید کی

ترجیع بند

مرے دل میں ، وہ سرو گلفام ہے
کہ جس شوخ کا ، خوش ادا نام ہے
رخ روشن و زلف مشکین یار
مجھے یاد ، ہر صبح و ہر شام ہے
خلاصی نہیں ، تا دم زندگی
نگہہ شوخ کی ، جیو کا دام ہے
برہ میں ، طلب مت کرو صبر کوں
برہ ، دشمن صبر و آرام ہے
جو دل ، یار کی مجھکو دیوے خبر
نہیں دل ، وہ جمشید کا جام ہے
سدا تجھ پری رو کی ، خدمت منیں
بھی درد مندان کا ، پیغام ہے
شتابی خبر لے ، کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں ، بے نوا خواب ہوں

مدح شاہ وجیہ‌الدین

فکر تیری ہے ' آب دانش و ہوش
ہر گل عقل ' تجھ سے ہے سیراب
اے تو ' مجموعۂ فراست تام
دل ترا ' مطلب ہزار کتاب

——

ہر سحر ' آفتاب کرتا ہے
تیرے روضے اُپر ' زر افشانی
زندگی بخش ہے ' خیال ترا
یاد تیری ہے ' آب حیوانی

——

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں
اُوج میں ہے ' فلک سوں وہ ہمسر
تجھ سے خورشید کوں ' وہ پایا ہے
کیوں نہ ہووے ' فلک سے بالا تر

——

قصائد

حمد - نعت - منقبت

شکر اُس کا ' محیط اعظم ہے
وہ ہے ' سلطان بارگاہ ازل

جس کی همت کی هے ترازو میں
دو جہاں ' مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں ' آ هوا هے کھڑا
صف آخر میں ' جو هو اول
هیں یہ چاروں ' ستون شرع متین
دیں کا هے ' ان سوں مستقیم محل
مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ' ان چار ذات سوں ' هے بل
چار عنصر هیں ' دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نچهل
هیں یہ ' اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورت جدول
هر دو ' سلطان کشور کونین
هر دو ' مقبول شاہ روز ازل

عشق تیرا هے ' موج طوفاں جوش
جس سوں ' هے عقل کی بنا میں ' خلل
دل ' جو تجھ زلف بیچ ' بند هوا
کون کھولے ' یہ عقدۂ لا حل

عاشقوں پر ' چلا هے یہ غمزہ
هاتھ میں ' لے کے تیغ تیز اجل

نعت

محمد وہ کہ جس کے حق میں '' لولاک ''
کہا ہے ' خالق املاک و افلاک
عجب گلزار ہے وہ مظہر کل
کہ ہے ' جس باغ کا ' خورشید اک گل
اسي کا ذکر ہے ' ایمان مومن
اُسي کي یاد ' اطمینان مومن

ہوا جب چار باغ دین ' روشن
شریعت کا کھلا ' اس بیچ گلشن
سنواری ' گرد اس کے چار دیوار
حقیقت میں سمجھہ ' ہیں یار وہ چار

تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے ' پرنور یک شہر
بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دہر
اہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے ' جس کے دیکھے سے کدورت
جگت کے آنکھہ کا گویا ہے یہ نور
اچھو اس نور سوں ' ہر چشم بد دور
عجب قلعہ ہے وہاں ' اک با قرینہ
انگوٹھي میں دنیا کے ' جیوں نگینہ

فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے میں ' آتش بہار دل
مرے سینے میں آ کے چمن دیکھ عشق کا
ہے جوش خوں سوں ' تن میں مرے لالہ‌زار دل

قطعات

(۱)

حسن دلبر کا ' خواب میں دیکھا
نور حق تھا ' حجاب میں دیکھا
خود فنا ہو کے ' ذات میں ملنا
یہ تماشا ' حباب میں دیکھا

---

(۲)

گنج مخفی کی نہیں کنجی ہے ' بسم‌اللہ بن
قفل دل کھلتا نہیں ہیگا ' ہمارا آہ بن
رود نیل انکھوں سوں جاری ہے ' ندی نالے ہیں آب
باولی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا ' چاہ بن

رباعیات

(۱)

اے جیو دو عالم کا ' ترے مکھ پہ فدا
محتاج تري ذات سوں ' سب شاہ گدا
مجھ عاجز و بیکس پہ ' نظر رحم سوں کر
اے منظر ہو ناظر و منظور خدا

منقبت حضرت علي

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ' چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں ' غنچۂ صفت جگ کے باغ میں ' دل تنگ
جہاں کے گل بدناں ' جلوہ گر ہوے ہیں جہاں
اُڑاہے ان کي تجلي سوں ' عاشقاں کا رنگ
ہو دستگیر مجھے ' یا علي ولي اللہ
کہ اس فلک نے کیا ہے ' کمال مجھ کوں تنگ
وہ شہر حق ' کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں ' وحشي جنگل کے مست و تنگ

مدح بیت الحرام

خلقت حق میں ' تو عرفاں کي نظر کھول کے دیکھ
ذرے ذرے کي بھتر ' یہاں ہے جدا اک عالم

اس کے مشتاق ہیں ، سب اہل زمیں ، اہل سما
شوق کا جس کے لیا ، چرخ پہ خورشید علم

مدح حضرت میراں محی الدین

ترے فراق نے ، عشاق کوں کیا امداد
غذاے خون جگر ، ہور لباس عریانی
تجھہ اشتیاق کی آتش سوں ، سرفرازئی دل
کہ سر پہ آگ کا شعلہ ہے ، تاب سلطانی
ترے چمن کی صبا ، گر کرے چراغ کوں گل
گل چراغ دیے ، جیوں گل گلستانی

مدح شاہ وجیہ الدین و روضہ

چراغ یہاں کے ، ستارہ نمن ہیں ، گرداں نت
دئے ہیں چرخ کوں ، تعلیم سبحہ گردانی
تری طبع کوں ، دیا حق نے ، فہم پر مقصد
تری زباں کوں ، سزاوار ہے سخن دانی
ہے ملک دیں میں ، تری ذات کو شہنشاهی
ہے نقد علم ترا ، سکۂ مسلمانی

مثنویاں

الہی ! دل اُپر دے ، عشق کا داغ
یقیں کے نین کوست '' کُحل ما زاغ ''

چمن میں شوق کے ' دل کھول ' جیوں گل
اسی گُل کے اُپر ' کر دل کوں بلبل
یہ دل معمور کر ' جیوں شیشۂ دل
پریشانی نہ دے ' مانند سنبل
شتابی سوں ' دے اے ساقی مہرباں
برہ کا جام ' جیوں سورج درخشاں
کہ خورشید نبوت کے ' مدح میں
کنول کا دل کھلا ' سینے کے دح میں
میخانۂ جگ کا ' جسے سر جوش کیا
اس ہاتھہ سوں ' عالم نے قدح نوش کیا
اس سید عالم کوں ' جو دیکھا یکبار
یکبار گی عالم کوں ' فراموش کیا

رکھتا ہوں میں دل میں ' درد جانکاہ ہنوز
اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھہ غم سوں ہیں ' گرچہ چشم پر آب ' ولے
سینے میں بجا ہے ' آتش آہ ہنوز

کونین ' حسن حسین کا ' ممنوں ہے
اس یاد سوں ' عشرت کا سن محزوں ہے
ایسوں کے اُپر روا رکھا داغ ' فلک
جس داغ سوں ' لالۂ جگر پر خوں ہے

فردیات

باج حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا
مد ہے ، یہ دیوان بیتابی کی بسم‌اللہ کا

مذہب عشق میں ، تری صورت
دیکھنا ہم کوں ، فرض عین ہوا

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ہے
دل دیا تھا تجھکو ، دانا بوجھکر

اس نہانے کی ، سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم ، نکل

کیا غم ہے اس کوں ، گرمیٔ خورشید حشر سوں
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ہے سائباں

گر تمنا ہے کہ ہوں روشن دلوں میں سر بلند
مجھ سوں پروانے اُپر ہو ، موم دل اے شمع رو

کیا کام اس کوں ، پھر کے شراب طہور سوں
پي ، جس نے تجھہ لباں سے ، شراب دو آتشہ

از بسکہ شکستہ دل ہوں ، غم سوں
لکھتا ہوں ، شکست خط سوں نامہ

اي کعبہ رو ، کھڑا تو ہوا ، جیوں ادا کے ساتھہ
بولے اکابراں نے ، کہ " قدقامت‌الصلواة "

لام نستعلیق کا ہے ، اس بت خوش خط کي زلف
ہم تو کافر ہوں ، اگر بندے نہ ہوں ، اسلام کے

اس ملاحت کے نون کي ، لذت
جس کا دل ہو کباب ، سو جانے

جب کہ تو ، نین میں سماتا ہے
جیو میرا ، آنکھاں میں آتا ہے

مکھہ ترا ، بحر حسن و زلفاں موج
گردش چشم ، عین طوفاں ہے

تجھہ طرف اکثر ھیں ' آھن دل رجوع
دل ترا ' کیا ؟ سنگ مقناطیس ھے

شعلہ خو ' جب سوں ' نظر آتا نہیں
تب سوں ' انگاروں پہ لوٹتے ھے '' ولی ''

ضمیمہ

میں ھوں ' تیرے فراق سوں ' اندھا
مردمک ھو کے ' مجھہ نین میں آ

سوز ' یار گداز ھے ' ھمدم
مونس جاں ھے ' آہ اور نالا

سبزۂ خط نے ' رخ یار کو ' بخشا ھے جلا
دیکھو یہ رنگ عجب ' آئینہ پرواز ھوا

بیداد ھے بیداد کہ وہ یار نہ آیا
فریاد ھے ' فریاد ' کہ غم خوار ' نہ آیا
میں جیو کوں ' رکھیا عشق کے بازار میں لیکن
ھیہات ' مرے جیو کا خریدار ' نہ آیا

آج کی رین ، مجکوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں ، غیر آب نہ تھا
آہ پر آہ کھینچتا تھا میں
آج کي رات ، کچھہ حساب نہ تھا

وہ ہلال ابرو ، برنگ ماہ نو
ان دنوں میں ، کم نما ہے ، الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، برملا ہے ، الغیاث

سجن کے غم سوں ، نکلتا ہے نالۂ بیتاب
ھر ایک رگ ستي ، تار رباب کے مانند

دیکھے ہے ترے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر
کیا خوب ، اُتھا نقش ، عقیق جگري پر

غنیمت جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم اپنا
نہ پہونچیگا ، بغیر از شوق تا حب الوطن ہرگز

اُس مکاں سے ' تو بھاگ اے دانا
جس مکاں میں ' ہوے ہیں ناداں جمع

زلف و رخ ہے ترا ' جو لیل و نہار
مجکوں '' واللیل والضحیٰ '' کی قسم
یک قدم ' چھوڑ کر نہ جاؤنگا
مجکوں ہے ' تیری خاک پا کی قسم

کم نگاہی سوں ' دیکھتے ہیں '' ولی ''
کام اپنا ' تمام کرتے ہیں

سوز سوں ' عشق یار کے ' یاراں !
جیوں شمع ' سر سوں گل کے ' جل جاناں

عاشق کوں ہے ' بے تابی و بے طاقتی دل
بن عشق ' جو عالم میں ' فراغت سوں جیا ہے

رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ' دیکھہ یو آفت
تبسم ہے ' نگہہ ہے ' زلف ہے ' چھرا گلابی ہے
ولی '' اس بےوفا کے قول پر ' کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے ' دورنگی ہے ' ستمگر ہے ' شرابی ہے

سدا ہم کو ' خیال رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں ' شراب ارغوانی ہے
تواضع کی توقع ' نونہالاں سوں ' نہ رکھ اے دل
کہ بے باکی و شوخی لازم وقت جوانی ہے

چار در چار

صنم سات ' جب آکے یاری لگے
یو دکھ ' درد ' آ عمر ساری لگے
جسے عشق کا ' تیر کاری لگے
اُسے جیونا ' پھر کے بھاری لگے

مستزاد

دل چھوڑ کے ' یار کیونکہ جاوے کھتا ہے عیاں
زخمی ہے ' شکار کیونکہ جاوے بسمل ہے یہاں

جس گرد اُپر ' پانوں رکھیں تیرے رسولاں اے بار خدایا
اُس گرد کو ' میں کحل کروں ' دیدۂ جاں کا صدیق ہو من سوں

قطعہ

آہ سوں ، مجھہ جگر میں چھید ہوے
فاش ، مجھہ عاشقي کے بھید ہوے
اس سیہ دل سوں ، جا کہو یاراں
رو رو دیدے مرے ، سفید ہوئے

فردیات

اے پتنگ ! جل کہ تجھ موے پیچھے
شمع ، ثابت قدم ہے جلنے میں

عشق کرنا ، تو ایک سیں ، کرنا
عشق دو تھور ، بے حیائی ہے

مکھہ ترا ، جیوں روز روشن ، زلف تیري ، رات ہے
کیا عجب یہ بات ہے ، یک ، تھار ، دن اور رات ہے

آج دلبر نے ، مجھہ پیام کیا
شکر اللہ ، فلک نے کام کیا

شاخ گُل هے ' یا نہال راز هے
سرو قد هے ' یا سراپا ناز هے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یو حسن کا اعاز هے

نبض عاشق میں ' تان کا هے جهو
تانت بجنے میں ' راگ بوجها هوں

تو هے حق ستي ' هم زباں ' هم کلام
ترا ' قاب قوسین ' ادنی مقام

جب نقش ' اس صنم کا ' نقاش کھینچتا هے
بازو کے ' کھینچنے میں ' وہ هات کھینچتا هے

دیکهہ کر ' پانوں کي ترے ' مهندی
مجهکو ' تلوؤں سے آگ لاگي هے

یار کو دیکهہ ' میں هوا قرباں
اس تجارت میں ' مجهہ کو وارا هے

تا چند کہوں ' بات تری خوش شکلي کي
اے شوخ ' ترے غمزے نے ' جو کي سو بھلی کي

ترجیع بند

مدح شاہ وجیہ‌الدین

اے تو مقبول سرور عالم
دے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ھے آفتاب یقیں
تجھہ سوں ' روشن ھے پیکر عالم
علم ظاہر و علم باطن سوں
تو ھے عالم میں رہبر عالم
دل عرفاں سرشت ھے تیرا
مظہر خلق و مظہر عالم
ھے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ھے ' ورد صاحب درد
ذات تیري ھے مفخر عالم
دستگیری ھے تیري ظاھري نت
جب کہ برپا ھو محشر عالم
ھے تیرے نام پر سدا قرباں
روز و شب سال و مہ سر عالم

تجھہ اُپر جیوں سورج ہویدا ہے
مطلب جملہ ' مضمر عالم
اس زمانہ میں حق نے تجکوں کیا
مہتر خلق و بہتر عالم
اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ‌الدین

(نعت)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یاد کے گلزار پر ' دو نین کر ' ابر بہار
پیچ کھاسیدے میں ' دل کوں سنبلستانی کرے
مرتبہ خلت پناہی کا وہ پاوے گا جو کئی
مثل اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے
جوش دے یک بارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہر انچھواں کوں ' رو رو رنگ مرجانی کرے
جو اپس تن کوں جلا دے عشق میں ہر صبح و شام
وہچہ کامل ہر سو جیسے ماہ تابانی کرے
سرخرو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لوہو کر ' اول لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جا لے تن کوں جو کئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے

وھچہ پاوے مطلب " راضیۃً مرضیۃً "

محض للّٰہ جگ میں جو اعمال پنہانی کرے

عشق سوں فارغ جو گئی وہ نحس اکبر ہے مدام

ساتواں کھیدؔ پر اگر ایوان کیوانی کرے

اپنے مطلب کے سوں ' لیلیٰ کا وھی دیکھے جمال

عشق میں دل کو جو مجنوں بیابانی کرے

حشر میں شیریں ھو وہ حق سوں سلے شیریں بچن

شوق میں دل کوں جو فرھاد کہستانی کرے

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں

خلق کوں لازم ھے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے

بندگی میں آپ کو ' جیوں ماہ کنعانی کرے

دل جام حقیقت ستی ' جو مست ھوا

ھر مست مجازی سوں ' زبردست ھوا

یہ باغ دسا ' نظر میں تنکے سوں کم

اور عرش عظیم پگ تلے ' پست ھوا

ھے حسن کی اقلیم میں ' توں شاہ ھنوز

خوبی کا تری ' مشتری ھے ماہ ھنوز

اس وقت میں تو ھے ' مالک مصر بہار

یوسف کوں ھے ' تجھ عزیز کی چاہ ھنوز

حمد و نعت و منقبت

لے زباناں پر تو ، اول اول
نام پاک خدائے عزوجل
لائق حمد نیں ہے ، اس بن اور
اس اُپر متفق ہیں ، اہل ملل
یاد اُسکي ہے ، سب اُپر لازم
شکر اُس کا ہے ، مدعائے سکل
آسمان اور زمین کے ، سب ساکن
یاد کرتے ہیں اُس کون ہر پل پل
شکر اس کا ، محیط اعظم ہے
وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل
اسکے بھیتر ، اگر شناور ہوں
روز محشر تلک ، سکوں نہ نکل
بعد حمد خدائے بےھمتا
یاد کر نعت سید مرسل
جسکي ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہان مثل دانۂ خر دل
اُسکي مجلس میں ، آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں جوہر اول
گر ہو وہ آفتاب ، گرم عتاب
آسمان جائیں ، مثل موم پگھل
دیکھہ ، اسکے جلال و عظمت کون
بادشاہاں کا دنگ ہے ، دنگل

گو کرے بحر پر ' غضب کی نظر
منھیں جائیں جل کے بہیتر جل

اُس فصاحت کے ' دسے مجھکوں
نطق سحبان عبارت مہمل

کاملاں سوں ' سنا ھوں یہہ نکتہ
عشق اس کا ھے ھادی اکمل

دیکھہ اُس زلف و مکھہ کوں ' بے جا ھے
بحر اور برمیں عنبر و صندل

بعد اُس آفتاب انوو کے
چار ھیں اھل علم و اھل عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا
ایک سوں ایک اکمل و افضل

اُن کوں اصحاب مہں سباقت ھے
دین کوں جو کیے قبول اول

ھیں دچے وہ کہ دین کے بل سوں
کفر کے دست و پا کوں کیلے شل

ھیں تچے وہ کہ جن کے لوھو سوں
رنگ پکڑا کلام عز و جل

ختم خلفا کی کیا کھوں میں بات
جس کے رتبہ کا عرش پر ھے محل

۱

— —

مدح شاہ وجیہ‌الدین

ھوا ہے خلق اُپر ' پھر کے ' فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوھر افشانی
یہ آب صاف میں گوھر کوں دیکھ ' خجلت سوں
صدف کے پیٹ میں گل کر ھوا ہے جیوں پانی
تمام پات '' یسبح بحمدہ '' کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ھیں ذکر سبحانی
قطار قطرۂ شبنم سوں ' آج سبزۂ خضر
لے سبحہ ھاتھ میں ' کرتا ہے ادعیہ خوانی
ھر اک طرف جو ھوئی ' بسکہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی
اِس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی
ھوئي ہے غنچہ نمن ' جگ کوں بسکہ جمعیت
عجب ہے ' اب رہے سنبل ملیں پریشاني
ھر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرت گوھر
ھر ایک پات پہ برسا جو ابر نوسانی
ادب سوں ' حضرت حق کے ' زبسکہ سنتے ہے
ھر اک کلی ہے ' سو جیوں کودک دبستاني
چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ' حکمت سوں
ھر ایک پھول کي پکھري کوں ' رنگ مرجاني
یہ لطف دیکھ ھوا ہے ' دماغ بسکہ بحال
بدل ھوئي ہے اِتني ' حافظے سوں نسیاني

تمام ملک ھوا حق کے فضل سوں آباد
رھا نہیں یے جگت میں نشان ویرانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ھوئے روشن
ھر اک چراغ ھے جیسوں آفتاب نورانی
ھوا ھے بسکہ طراوت سوں ' یہ مکاں سرسبز
ھر اک سفال پہ دستا ھے رنگ ریحانی
ھے ملک دین میں ' تری ذات کوں شہنشاھی
ھے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ھر اک کوں اس سوں ' خبر نیں ھے جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ھوئے رازھائے پنہانی
دیا ھے حق نے تجھے جامع الکمالاتی
عطا کیا ھے تری ذات کوں ھمہ دانی
عجب نہیں جو دوے ' عقل کوں وہ آج سبق
جو اِس جناب میں آ کر کیا سبق‌خوانی

مخمسات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
تجھ مُکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے ' عقیق کوں ' خونیں‌جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے ' بھوؤں نے تری جیوں بھنور کیا
تجھ چشم نیزہ باز کی جرات کوں دل میں رکھ
تیری بھواں کی تیغ کی دھشت کوں دل میں رکھ

پلکاں کے خنجراں کی صلابت کوں دل میں رکھ
تیری نگہ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ
سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا

ہے تجھکوں مرتبے منیں ، کیواں سوں بر تری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں: کیا حور ، کیا پری
ناہید میں کسی نے نہ دیکھی ، یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے ، دل و جان سوں ، مشتری
جب سوں ، ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

داؤد

مرزا داؤد ، داؤد ، اورنگ‌آبادی ، کلام ، زبان کے ساتھ سوز و گداز میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۱۶۸ھ -

---

عزیزاں ! خواب میں دیکھا ہوں ، آج اُس سرو قامت کو
ہوا معلوم: وقت آیا ہے میری سر فرازی کا

ہوا ہے ابر گریاں ، دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں ، مرے اس اشک جاری کا

قانون شفا ، نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل ، نہ ہوا محتاج طبیباں کی دوا کا

سند یہ بس ہے تجھے مصرعۂ ولی '' داؤد ''
کہ تجھکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے ریا کو ' بوے ریا ' نقش بوریا

لالہ‌رو کو دیکھ کر ' لالا کا پھول
داغ دل لے ہاتھ دکھلانے لگا
ھجر میں ابرو کے ' ابر چشم رخ
اشک کا برسات ' برسانے لگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب ہوا

گل بدن ہنستا ہے ' مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

رنگ کاغذ ہوا ہے فاختئی
جب لکھوں سروقد کے تئیں مکتوب

کرو مت وعدۂ کل جان من عشاق بیکل ہیں
جو آپی کل سوں بیکل ہے اسے کیا کام ہے کل سوں

ہے شراب و کباب و فصل بہار　کوئي اس وقت میں پیا لا دو

کیوں نگہہ کا قدم رہے برجا
مکھہ پہ تیرے صنم صفائي سوں

پھر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اُس کو ہوش سے اُس کے بھلاؤ گے

محمد مصطفیٰ کي یاد سیتي　میرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

اس صنم کے خیال ابرو نے　ناتواں مجھکو جوں ھلال کیا

مجھہ بزم میں ' رقیب عبث سرکشي نہ کر
شعلہ پڑا ہے ' شمع پہ مجھہ سوز آہ کا

کہتے ہیں عاشقاں مرا احوال دیکھہ کر
شاید تو دل دیا ہے کسي بیوفا کے ھات

دست رنگیں کو ' دیکھہ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ہے پانوں پات

کیونکے سحر چاندني کرنے کو نکلے وہ صنم
دیکھنے مہ کا تماشا ' آفتاب آتا نہیں

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جن نے حاصل خاکساري کي عبادت کو

مرا احوال ' چشم یار سے پوچھ
حقیقت درد کی ' بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کي حقیقت
صنم کي زلف کے ہر تار سے پوچھ

اے زاهداں ! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اسے کان لگ متاؤ کے

عزلت

سید عبدالولي ' سعداللہ سورتي کے بیٹے تھے - ۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوے - فارسي اور بھاشا میں بھي شعر کہتے تھے - موسیقي اور مصوري میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۴ھ میں دهلي آئے اور خان آرزو کو کلام دکھاتے رہے کچھ عرصے بعد اورنگ‌آباد جاکر سکونت اختیار کرلي - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائي اور وهیں مہر مومن کے دائرے میں دفن ہیں -

---

سیہ روزی میں ' میری قدر کو احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں ' کس کو کوئی پہچانتا ہوگا

اُس کو پہونچی خبر ' کہ مرتا ہوں
کسی دشمن ستی سنا ہوگا

بجز رفاقت تنہائی ' آسرا نہ رہا
سوائے بے کسی ' اب اور آشنا نہ رہا

جلایا مصحف دل تو نے ' کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں ' تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

'' عزلت '' گمان یوں تھا ' کہ جل کر ہوا ہے راکھہ
پھر دود آہ دل میں ' مرا دیدہ تر کیا

کدھر بہکتا پھرتا ہے ' اے گریۂ غم
کہ آنکھوں سے ' تیرا خریدار ہوں میں

چین ابروے سجن میں ' مرا دل الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی ' دونوں میں گرہ پڑ جائے

سدھارے گل کہاں ' سونے پڑے ھیں گلستاں اپنے
گئی ھیں بلبلیں کیدھر ' جلا کر آشیاں اپنے

دیکھہ مت رنگیں چمن کو ' دل مرا غمناک ھے
گل کے ھاتھوں ' خون بلبل کا ' گریباں چاک ھے

اے بلبل ! اتنی روکے دعا ' ھر سحر تو مانگ
حق تیری آہ سرد ' چمن کی فضا کرے [۱]

سراج

سراج‌الدین نام - قوم سید ' اورنگ‌آباد وطن تھا ' اورنگ‌آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے ' فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے -

بعض اھل رائے کے نزدیک اس دور میں ولی کے بعد تمام خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ھے -

فارسی اور اُردو کے دو دیوان ھیں - حمزہ دکنی کے شاگرد تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ھوے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴] وفات پائی -

---

[۱] چمنستان شعرا -

[۲] تذکرۂ میر حسن - نکات‌الشعرا - میر تقی -

[۳] تاریخ زبان اُردو -

[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — " بوستان خیال " نام کی ایک مثنوی بھی ان کی طرف منسوب کی جاتی ھے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھی طیار کیا تھا - مرتب -

تجھ بنا ، اے '' سراج '' ، بعد ولي
کوئي صاحب سخن ، نہیں دیکھا

شکر للہ ، ان دنوں تہرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم ، في الجملہ کم ہونے لگا

ڈورے نہیں ہیں سرخ ، تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون ، کسي بے گناہ کا

آہ سوزاں سے مرے ، دامن صحرا میں '' سراج ''
قبر مجنوں پہ ، چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

یار کا دیدار یا کر ، اے '' سراج ''
شکر رحمن کر کے ، تو واصل ہوا

آیا پیا ، شراب کا پیالہ ، پیا ہوا
دل کي دیو کے جوت کا کاجل ، دیا ہوا

تجھہ قبا پر ہے ، نرگسي بوٹا
گویا نرگس کا پھول ، ابھی ٹوٹا

لعل تیري بھوؤں کے ، سچے ہیں
کیوں نہ یاقوت کو ، کہوں جھوٹا

عشق میں شوخ سنگدل کے، "سراج"
شیشہ ناموس و ننگ کا، پھوٹا

سب جگت ڈھونڈھ پھرا، پیو کو نہ پایا ہرگز
دل کے گوشے میں، مکاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تو احد ہے، نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا، تجھ صفت سوں، ہر ورق قرآن کا

نہیں ہے تاب مجھے، سامنے ترے جاناں
کہاں "سراج" کہاں آفتاب عالمتاب

شہید خنجر الفت، ہوا ہوں
سلامت ہے، سلامت ہے، سلامت

نہں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے، طرۂ شمشاد

اے "سراج" آرزوے قند نہیں
شعر تیرا ہے، جوں نبات لذیذ

ہائے رہ گئی ' دل میں دامنگیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا حضور

کیا شراب محبت نے ' دل کے خم میں جوش
عجب نہیں ' جو قیامت تلک رہوں بیہوش

جام مے الست ہے ' بیخود ہوں اے "سراج"
دور شراب ' شیشۂ پرمل سے ' کیا فرض

عجب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ' نشان گل کو دست رد ہوا واقع

شعلہ خو ' جب سے نظر آتا نہیں   لوٹتا ہے تب سے ' انگاروں پہ دل

مجھہ نگین داغ دل پر ' نقش ہے حرف وفا
عشق کی اُمت میں ہوں ' مہر نبوت کی قسم

کافر ہوا ہوں ' رشتۂ زنار کی قسم
تجھہ زلف حلقہ دار کے ' ہرتار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کا ' بن وصل نیں علاج
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم
درشن دکھا کے ' آتش غم کو مری بجھا
میں تشنہ لب ہوں ' درشن دیدار کی قسم

نہ پوچھو ' خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی
کہ یہ مضمون ' مجھکو عالم بالا سے آتے ہیں

کیا چلے ' دام نگاہ مہربانی سے ترے
صید ہو جاویں یہاں ' صیاد کي صیادیاں

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ ' کہ جوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

مدت سے گم ہوا ' دل بیگانہ اے '' سراج ''
شاید کہ جا لگا ہے ' کسي آشنا کے ہاتھہ

تم پر فدا ہیں ' سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ' کیا صاف گال والے

خبر تیر عشق میں ' نہ جنوں رہا ' نہ پری رہي
نہ تو تو رہا ' نہ تو میں رہا ' جو رہی سو بے خبري رہي
شہ بے خودي نے عطا کیا ' مجھے اب لباس برہنگي
نہ خرد کی بخیہ گري رہي ' نہ جنوں کي پردہ دري رہي
چلي سمت غیب سے اک ہوا ' کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم ' جسے دل کہیں سو ہري رہي
نظر تغافل یار کا ' گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو ' خم دل میں تھي ' سو بھري رہی

کیا خاک آتش عشق نے ' دل بے نوائے " سراج " کو
نہ خطر رہا ' نہ حذر رہا ' مگر ایک بے خبری رہی

(رباعی)

تجھہ غم میں ھے ' رنگ‌زردیاناں میرا
دشوار ھے ھر کسی کو پاناں میرا
درکار نہیں ' کہ تجھہ گلی میں جاؤں
آنار تیرا بھی ھے ' جاناں میرا

صارم

(میر ' عبدالحئی نام ' صمصام‌الملک خطاب ' اورنگ‌آباد وطن تھا ' سلطنت دکن میں سب سے پہلے " قلمدان بردار تھے " [۱] ۔

کلام میں ذومعنیین اور ایہام کا عنصر غالب ھے - سنہ ۱۱۷۲ھ میں وفات پائی :—

اک آن میں ' حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک ' میں وہ نہ دیکھا رویا

از بسکہ تم ' اب عشق کی سیکھیں گھاتیں
سب بھول گئے شادی کی باتیں

---

[۱] دکن میں اُردو ۔

مجھے ' گر جاں کلی کا حکم ' وہ شیریں دہاں کرتا
کہا اس کا ' خدا کي سوں ' ارے یارو بجاں کرتا

نہیں کھلتا ' بہار و باغ سوں دل
یہی عقدہ ' مجھے مشکل رہا ہے

شیدا

نوازش علي ' شیدا - کلام میں رواني کافي ہے هندي کا غلبہ کم ہے - ان کی دو مثنویاں مشہور ہیں - ۱ - اعجاز احمد - حضرت رسول‌الله صلعم کي سوانحعمری ' دو جلدوں میں ۲ - روضة‌الاطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ہے -

لکھے راویاں ہیں ' روایت صحیح
میں کرتا بیاں ہوں ' سنو تم صریح
کہ بیٹھے تھے ' اک دن امام‌الرسل
مہاجر و انصار حاضر تھے ' کل
یہودي اک ' آتا ہے با احتشام
تھا نام اُس کا ' عبدالله ابن سلام
شرافت میں اُس سا نہ تھا دوسرا
اتھا عقل میں ' علم میں ' وہ رسا [۱]

اول ' حمد خدا سے ہو سرافراز
کروں میں '' روضة‌الاطہار '' آغاز

---

[۱] اعجاز احمد -

دو عالم ' نام پر ھے اُس کے شہدا
شہادت کا کیا عالم وہ پیدا

دیکھے عباس ' سرور کے علمدار
موے بھائي پڑے ھیں سارے یکبار
کسی کا سر نہیں ھے تن کے اوپر
کسی کے ھات کٹ گئے ھیں ' سراسر
کسي کا تن ھے ' سب زخموں ستي چور
پڑا نزدیک کوئي ھے ' کوئي دور [۱]

واقف [۲]

نورالعین ' واقف - اِن کے کلام میں صفائي ھے ' آورد اور تصنع کا عنصر غالب ھے ' ذومعنیین الفاظ اکثر استعمال کرتے ھیں -

آتي ھے بوے خوں مجھے اس لالہ‌زار سوں
اے باغباں! یہ کس کے شہیدوں کا کھوت ھے

تجھے دماغ نہیں کو مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ھے فلانے کا
بہار دیکھی ھے اس باغ کي ' خزاں دیکھی
کوئی بھي ایک قراري نہیں زمانے کا

---

[۱] روضۃالاطہار -

[۲] واقف ' شفیق اورنگ‌آبادي کے ھم عصر تھے -

قفس میں دھوم مچا خوب سي تو مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھي ' آب ، دانے کا

عزیز

عزیزاللہ ' عزیز ' اورنگ‌آبادي ' اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -

مجھ ناتواں میں کیا سکت ' جو بولوں ولیاں کي صفت
" عاجز " عزیزاللہ پر دکھن کے سب پیراں ' مدد

ڈرتا نہیں ھوں بانک و کٹاري کے زخم سے
بانکي نگاہ دیکھ تري ڈر گیا ھوں میں

عاشق

میر یحیی نام (' عاشق علی خاں ' خطاب) برھان‌پور ' دکن کے رھنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ھے -

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ھے سورۂ یوسف کا دم کرنا

جام کو لب سے آشنا مت کر   نام اس کا ' پیا ' کٹورا ھے

جیت ھے میري عشق بازي میں
جب سے دلبر نے مجھ کو ھار دیا

جس وقت جان نکلي ، مجھ پاس کوئي نہ آیا
شمشیر تھري ، اک دم ، بیٹھي تھی میرے سر پر

صاف دل آرسي سا کوئی نہیں
لیک ، منھ دیکھي آشنائي ہے

نکلے ہیں اُجلے بال ، چلاتے ہیں تب سے ہم
بڈھوں کے بیچ ، ہم بھي جوانِ چلندہ ہیں

مہدي

محمد مرتضیٰ ، مہدي ، میر دولت کی فوج میں ملازم تھے ، مرہٹوں کے مقابلے میں سنہ ۱۱۷۴ ھ میں مارے گئے - سید عبدالولی '' صاحب '' کے شاگرد تھے - کلام میں آورد زیادہ ہے -

---

نان ، داغ دل ہمارا : آب ، آنکھوں کا سرشک
عشق کي دولت سے ہم نے خوب کچھ کھایا پیا
چار دن بچھڑا سجن ہم پر قیامت آ گئی
''مہدی'' حیرت ہے کہ تنہا خضر اب تک کیوں جیا

ہر کسي مکھ کا تاب دیدہ ہوا
یوں جو آئینہ آب‌دیدہ ہوا

گرم‌جوشي ستي خورشيد لقا گهر سے نکل
هو گئي صبح ' دم سرد کے بھرتے بھرتے

کرے هے آج چشم عندلیباں روشن ' آئینه
هوا هے اُس کے عکس رو سے رنگ گلشن ' آئینه

مرزا

محمد بیگ یا محمدی بیگ ' مرزا ' دکن کے باشندے تھے - مضمون آفریني کی کوشش کرتے هیں ' طرز ادا میں بیساختگي زبان میں شیریني هے - ان کے شاگردوں میں مهر علي '' مهر '' مشهور هیں -

---

مرا غم نامه ' اے قاصد ! سجن کے هاتھ رو ' دیجو
یهي مضمون هے اس کا که انجواں سوں لکھو ' دیجو

'' مرزا '' کو آج حاجت قاصد نهیں رهي
پیغـام بھیجتا هے نگاه رسا کے هاتھ

مهر

مهر علي ' مهر ' اورنگ‌آباد کے رهنے والے اور مرزا کے شاگرد تھے - کلام میں رندانه مضامین اکثر لاتے هیں -

---

پڑھ نماز با ریا ' ہر وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاھد پرائي کیا پڑي ؟ اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ ' اے زاھد ! نہ جا ؛ جاے خضاب
رند داڑھی کو تری دیویں گے لاٹی سے لتھیڑ

خاک ھونا کیمیاے عشق کي تدبیر ھے
پارۂ بیتابي دل مارنا ' اکسیر ھے

آبرو پائي شجاعت نے عطاے خضر سے
موج ' نقش بوریاے جوھر شمشیر ھے

ترش روئی سے ھوئی زاھد کو کھانسی آخرش
اِس بہانے اُس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

دیکھ چشم " مہر " سے ' اے باغباں ! وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں ؟

ضیا

مرزا عطا ' ضیا ' نے سنہ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی - ان کے کلام میں میخوشی کے مضمون اکثر آئے ھیں -

---

دیکھتے ھي اس کے خط کي شان ' دل مرجھا گیا
اس دھویں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

تجھے کیا یاد ھے ساقی وو عالم بے حجابي کا
اِدھر تو جام کا ھنسنا اُدھر رونا گلابي کا

اُدھر تو تم بھووں کو تان کر تیوري چڑھاتے ھو
اِدھر میں دل میں ' بسم‌الله بسم‌الله ' کہتا ھوں

کرتا ھے حشر برپا ' ساقی سے جلد کہنا !
گردن اُتھا اُتھا کر شیشے کا دیکھ رھنا

اے ساقي ! غم کي ماروں کي تسلی کر شتابی سے
گلابي کا بھرا آتا ھے منه وو بے حجابي سے

رنگ اُڑ گیا سمن کا ' نرگس بھی تک رھي ھے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑي سی پک رھي ھے

تری آنکھوں کو ' ساقي ! دیکھ شاید جان جاتي ھے
گلابي بیٹھي ' منھ میں جام کے ' پاني چواتي ھے

فضلی

شاہ فضل اللہ ' فضلی ' اورنگ آبادی بڑے پائے کے درویش تھے اور غازی الدین خاں فیروز جنگ ان کے بڑے معتقد تھے - شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - کلام میں ایہام کی کثرت ہے -

---

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو میں درپن ' اجھوں درشن نہ پائے ہوں

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں
دو گھڑی رات دن میں آئی کیوں

تجھ ملاحت کے لون کی لذت
جس کا دل ہے کباب ' سو جانے

مصور گر تری تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

زلف کے سلسلے کے طالب کو
پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

مذورالدولہ

امرائے دکن کے درباریوں میں تھے - کلام میں گداز اور صفائی دونوں موجود ہیں -

---

گریباں چاک مطعون جہاں بدنامِ عالم ہو
پڑے خاک اس طرح کے ' ہائے ! رسوائي کے جینے میں

صلم نے میرے سخن کو سن سن ' کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا ' تو کیا خبر ہوگي انتہا کي

شفیق

لچھمي نرائن ' کائستھ ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کرتے تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -

کلام میں کثرت مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم ہے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے -

ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور ہے -

۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوے [۱] -

بہار آئي جلوں نے سر اتھایا ہے ' خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے ' خدا حافظ

---

[۱] مخزن نکات - چمنستان شعرا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

تیرے بس میں ہیں ، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپ سے اب دام میں تدبیر کرنا کیا ضرور

بس ڈھاپی رہنے دو یہ بات ، میاں ! مت بولو
ہم تمھیں دیکھ لیا اور تمھارا اخلاص

جیوں جلا آگ کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہیگا عشق

شیخ جی آتے ہیں کس دھج سے پکڑ تسبی کو ہاتھ
مارئیے گردن میں ایسا ، جاے جو مدکا ڈھلک

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
ہم کو دل نہیں ، تجھے دماغ نہیں
کوئی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ؟
ایک جا کا تری سراغ نہیں

لائے جواب وہ کوئی ' صاحب ' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہو

ہمیں کلیج چمن میں چھوڑ کر ، صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے ، یا ناشاد جاتا ہے

دور اول

حصہ دوم

(شعراے دہلي)

آرزو

سراج الدین علي خاں ' آرزو ' مشائخ اکبرآباد کے خاندان سے تھے ' علوم و فنون کي تحصیل کي اور ۲۴ سال کي عمر میں سند فراغت حاصل کي ' اور فرخ سیر بادشاہ کي طرف سے گوالیار میں ملازم ہوئے - شاعري کا چسکا بچپن سے تھا -

اُردو میں ان کے کلام کي تعداد بہت کم ہے لیکن جو کچھہ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے ' زبان سلیس ' بندش چست ' درد اور جذبات سے لبریز ' اس لئے اثر انداز ہے اُردو میں فارسي محاورات کا غلبہ ہے -

ان کي تصانیف حسب ذیل ہیں :—

۱ - تنبیہ الغافلین - اس میں حزیں کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں -

۲ - موہبت عظمیٰ - فن معانی میں -

۳ - عطیہ کبریٰ - فن بیان میں -

۴ - سراج اللغت - لغت اور فرھنگ میں -

۵ - چراغ ھدایت - فن اصطلاحات میں -

۶ - سکندر نامہ اور قصائد عرفی کی شرح -

۷ - فارسی شعرا کا تذکرہ -

۱۱۶۹ھ میں وفات پائی [۱] -

رات پروانے کی الفت سٹی روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے ھوتے ھوتے
داغ چھوٹتا نہیں؛ یہ کس کا لہو ھے قاتل
ھاتھ بھی دکھہ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے
کس پریرو سے ھوئی شب کو مری چشم دو چار
کہ میں دیوانہ اُتھا خواب سے سوتے سوتے

عبث دل بیکسی اپنی یہ توں ھر وقت روتا ھے
نہ کر غم اے دوانے عشق میں ایساھی ھوتا ھے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے
زاھد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

---

[۱] گلشن ھند -- مرزا لطف' رفاہ عام اسٹیم پریس' لاھور -

تجهه زلف میں لٹک نہ رهے دل ' تو کیا کرے
بهگار هے اٹک نہ رهے دل ' تو کیا کرے

جان تجهه پر کچهه اعتماد نہیں
زندگانی کا کیا بهروسا هے

هر صبح اوتا هے تیری برابری کو
کیا دن لگے هیں دیکهو خورشید خاوری کو
دل مارنے کا نسخه پهونچا هے عاشقوں تک
کیا کوئی جانتا هے اس کیمیا گری کو
اس تند خو صنم سے ملنے لگا هوں جب سے
هر کوئی مانتا هے میری دلاوری کو
اپنی فسوں گری سے اب هم تو هار بیٹهے
باد صبا یه کہنا اس دل ربا پری کو
اب خواب میں هم اسکی صورت کو هیں ترستے
اے '' آرزو '' هوا کیا ' بختوں کی یاوری کو

فلک نے رنج تیر آه سے میرے زبس کهینچا
لبوں تک دل سے ' شب نالے کو میں نے نیم رس کهینچا
رها جوش بہار اس فصل گر یوں هی ' تو بلبل نے
چمن میں دست گلچیں سے عجب رنج اس برس کهینچا
کہا یوں صاحب محمل نے سن کر شور مجنوں کا
تکلف کیا جو ناله بے اثر مثل جرس کهینچا

نزاکت رشتۂ الفت کی دیکھو سانس دشمن کی
خبردار '' آرزو '' تک گرم گر تار نفس کھینچا

کھول کر بند قبا کو ' ملک دل غارت کیا
کیا حصار قلب ' دلبر نے کھلے بندوں کیا

دکھائی چشم مست اپنی جو اس رند شرابی نے
نہ دم مارا کٹورے نے نہ ہچکی لی گلابی نے

بہار

ٹیک چند ' بہار ' کلام میں صفائی اور سوز و گداز بھی ہے سراج‌الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -

بہار عجم مشہور لغت ان کی تصنیف ہے - غزل میں درد اور بلاغت دونوں ہیں ' زبان بھی اُس وقت کے اعتبار سے سلیس ہے -

کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف ! خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

کھٹے ہیں عندلیب گرفتار ' مجھکو دیکھ
امید چھوٹنے کی نہیں اس بہار میں

تھي زليخا مبتلا يوسف کي اور ليلي کا قيس
يہ عجب مظہر ہے ' جسکے مبتلا ہيں مرد و زن

وہی اک رسيماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہيں
کہيں تسبيح کا رشتہ کہيں زنار کہتے ہيں

ناز بے جا و لطف بے موقع
دلبروں کي ادا ہے کيا کيا کچھہ

کريں ہيں يہ ستمگر قتل بے تقصير کيا کيجے
جو انکے ہاتھہ يوں مرنا ہوا تقدير ' کيا کيجے

نہيں معلوم کيا حکمت ہے شيخ' اس آفرينش ميں
ہميں ايسا خراباتي کہا تجھکو مناجاتي [۱]

آصف

يحيي خاں نام ' آصف اور امير تخلص [۲] ہزبر جنگ ' آصف‌الدولہ ' آصف جاہ القاب اور خطاب ہيں ' شجاع‌الدولہ نواب اودھہ کے بيٹے تھے -

---

[۱] چمنستان شعرا -

نوٹ - چونکہ سراج الدين علي خاں کے ہم عصر اور شاگرد تھے ' اس وجہ سے کم و بيش سنہ ۱۱۶۹ ہجري ان کا زمانہ قياس کيا جا سکتا ہے - مرتب -

[۲] تذکرۂ مصحفي ميں ان کي غزليں امير کي تخلص سے درج ہيں - مرتب -

سنہ ۱۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض‌آباد کے وزیر ہوے ' کچھہ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ' ان کا نام " سخاوت " کے لئے " حاتم " کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ' آمد کی نرالی شان ہے ' معلوم ہوتا ہے جو کچھہ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ' روانی سب کچھہ موجود ہے ' الفاظ کے پھیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ' سنہ ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی -

---

جنسِ طاعت سے کچھہ اپنے تو نہیں پاس " امیر "
مگر احمد کا ہوں ' اور ہے احمد میرا

یا ڈر ہے مجھے تیرا کہ میں کچھہ نہیں کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھہ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھہ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر میں یہ کہتا ہے ' کہ میں کچھہ نہیں کہتا

کیا تو نے دیا تھا مجھہ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھہ نہ نکلا

موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑھ چل کے ' تا کجا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں
''آصف'' یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا
ٹک جا کے دکھا وہ مجھے گلزار دم نزع

کل ھنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ
کم ظرف دیکھہ ہم بھی تو آخر ہیں زار شمع
رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل میں کیجیو اے دل فگار شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جاں ' بیقرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
گل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع
میں آہ آہ و نالہ ' نہ کھینچوں تو کیا کروں
جلتی ہیں غم سے میری رگیں ' مثل تار شمع

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ہیں
وہاں اپنا سر ہم ' قلم دیکھتے ہیں
جو جلوہ صنم تجھہ میں ہم دیکھتے ہیں
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں

بتوں کي گلی میں شب و روز '' آصف ''
تماشہ خدائی کا ' ہم دیکھتے ہیں

دل ہمارا خانۂ اللہ ' گر مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھي بت خانہ ہوا

بڑی شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
چکے کا روبرو کس کے ' معاملہ دل کا

' آصف '' نہ چھٹے عشق بتاں دل سے ہمارے
سو بار اگر پھر بھي بلاویں اسے گھر کر

شوخيِ چشم کي شہرت کو تری ' سن سن کر
شرم سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

مرے دل کو ' زلفوں میں زنجیر کیجو
یہ دیوانہ اپنا ہے ' تدبیر کیجو
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے
یہ مہماں ہے اے شانہ توقیر کیجو

جس جگہہ آنسو گرے ہے ' آبلہ پڑ جاے ہے
آب سے آتش ہوئي کیوں کر بہم ' کیا جانئے

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت، یارو!
میں ہوں، اور رات ہے اور بسترِ تنہائی ہے

"آصف" نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ ساتھ، نہ جاوے گا تو لئے

یاں تلک داغ محبت، دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورت طاؤس ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لب معجز بیاں میں تیرے، شاید آب حیواں ہے

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو، گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن، تو کدھر جاتا ہے

سرخ چشم ایسی، کبھی ہوتی ہے بیداری سے
لہو اترا ہے تری آنکھوں میں، مے خواری سے

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ، دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقش پا کی طرح
ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

شمع کي طرح رفتہ رفتہ هم

سلیهو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے

تری بلا سے ' مرا دم رهے رهے نہ رهے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ هے

پر همکو چاهئے کہ تگ‌ودو لگي رهے [۱]

آبرو

نجم الدین نام ' شاہ مبارک لقب تها ' لقب هي سے مشہور تهے ' حضرت محمد غوث گوالیاری کي اولاد میں تهے ' خان آرزو سے قرابت تهي ' ابتدائے جوانی میں دهلي آئے اور آخر تک رهے - دیوان مختصر هے لیکن بہتر هے ' طبع نہیں هوا هے ' اس کا ایک نسخہ '' الاصلاح '' لائبریري دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود هے -

کلام میں گو سلاست نہیں لیکن درد هے - محاورات میں لطف موجود هے ' زبان کا خیال زیادہ کرتے هیں - خان آرزو سے تلمذ تها [۲] -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - گلشن هند - سخن شعرا - تذکرۂ مصحفي -

[۲] گل رعنا -

کم مت گنو ' یہ بخت سیاھونکا رنگ زرد
سونا وھي کہ ' جو ھو کسوتي کسا ھوا

انداز سے زیادہ نپٹ ناز ' خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ھوا
قامت کا سب جگت میں دوبالا ھوا ہے نام
قد اس قدر بلند تمھارا ' رسا ھوا

جدائي کے زمانے کي سجن کیسا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی ھمپر جو گھڑي بیتي ' سو جگ بیتا

چھرے نے سرخ تیرے ' سارے جگت کو موھا
اي لعل ' تیرے سر پر یہ آج خوب سوھا

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ہے الماس کا نگینا
خجلت سے تجھہ نگہہ کي ' مے ھوگئي ہے پاني
کہنا بجا ھوا ہے ' شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواھي نہیں '' آبرو '' تو کیا ہے
یوں روٹھہ روٹھہ چلنا ' چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزہ اور یہ آب رواں اور ابر یہ گھرا
دوانا میں نہیں ' گھر میں رہوں کیوں چھوڑ کر صحرا

بوسہ لباں سے دینے کہا ' کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملاے گیا
دل کے اندر مرے سماے گیا
تیرے جانے کی سن خبر ' عاشق
یہی کہتا موا ' کہ ھاے گیا
سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھہ کر بات کو چباے گیا

مل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھہ آنکھوں میں باہم ہوگیا
ساتھہ میں تیرے جو کچھہ تھا سو پیارے عیش تھا
جب سے تو بچھڑا ھي تب سے عیش سب غم ہوگیا

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا   گریہ کا جاتا ھے ' خالي قافلا

حق میں عاشق کے مگر لطف ' ستم تھا یا رب
دل لیا جب سے ' مجھے تب سگی آزار دیا

زنانے بھی لگے موچي پکڑنے   کسب سیکھا چماري نے نری کا

دل تو دیکھو آدم بے باک کا   عشق سے بھرتا ہے ' پتلا خاک کا

برہ کي راہ میں جو کوئی گرا ' سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آکے دستگیروں کا
وہ اور شکل هي ' کرتي ہے دل کو جو تسخیر
عبث ہے شهرہ ترا نقش یہ لکیروں کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا
" آبرو " اب زندگي سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمي کي ' دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر همارا ' دشمن ہوا ہے جاں کا

بیتابي دل آج میں دلبر سے کہوں گا
ذرے کی تپش مہر منور سے کہوں گا

هر گدا گوشۂ قناعت میں   شاہ ہے ' ملک بے نیازي کا

لائي هے جب سے بات چمن کی زباں اُپر
رنگیں ہوا هے تب سے بیاں عندلیب کا

جسے هو زیب ذاتي ' اسکے تئیں هے عیب آرائش
کرے هے بد نما البتہ حسن ماہ کو گہنا

هم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا
ظالم کسي کو مار ' کسي کو جلا گیا

بیٹھے وہ زرد پوش ' جھلک سے بلا بسنت
چاروں طرف سے آج اٹھي جگمگا بسنت

دل نے پکڑي هے یار کي صورت
گل ہوا هے بہار کي صورت
کوئی گل‌رو نہیں تمہاری شکل
هم نے دیکھي هزار کی صورت
وصل کے پیچھے هجر جائے بھول
جوں نشے میں خمار کی صورت
کچھہ ٹھہرتي نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بے قرار کي صورت

هر طرف عشق کي لگي هے هاٹ
دل همارا هوا هے بارہ بساٹ

زندگی هے سراب کي سي طرح
باو بندي حباب کي سي طرح
کون چاهے گا گهر بسے تجهکو
مجهه سے خانہ خراب کي سي طرح
تجهه اوپر خون بے گُناهوں کا
چڑهه رها هے شراب کی سي طرح

بلبل سے دل کو کهول کهو گل سے تک هنسے
پهر "آبرو" کا وقت کہاں ؟ جب گئی بہار

آج پهر هم سے کر دیا هے اُداس   ان رقیبوں کا جائے ستیا ناس
غیر صحبت میں اب لگہ جانے   چهوڑ کر اپني "آبرو" کا پاس

نہیں تارے بهرے ' هیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک هے غلط

سانورے کے رو برو هے دل همارا داغ داغ
دیکهه لو کالے کے آگے آج جلتا هے چراغ

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئي ' مجنوں سے کم
مرد ہو یا زن کوئي ' ہے سب کے تئیں بدنام عشق

افسردگئي یاس سے ہم کو ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک سے
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے پھر ' انجمن میں ہم
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر بدن میں ہم

دلدار کی گلي میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھي تو پھر آکر گئے ہیں ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم

غم کیا ؟ اگر شراب کي مجلس میں ہم نہیں
ہم کو تمہارے عشق کا یہ کیف ' کم نہیں

عشق ہے اختیار کا دشمن ہوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاہتے ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سمجھتا ہوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں لگ ، ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

اپنا جمال ، " آبرو " کو ٹک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے زلفیں کھولیاں
لے گئی باد صبا ، خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

درد مندی سے اگر دل کے ، ہوئے ہو محروم
رحم فرما کے مرے حال کو اظہار کرو

جلوۂ حسن کو دلدار کے ، گلزار کہو
شوق کو دل کے مرے ، مستئی سرشار کہو
یار سے جاکے مرے درد کا بستار کہو
غم کہو ، رنج کہو ، حسرت دیدار کہو

کس نے ' آ باغ میں حیران کیا نرگس کو
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہي ہے کس کو

کرے گي شہر میں فتنہ ' سجن ! خواهي نخواهي یہ
تري ' آخر کو سر کھینچے گي ظالم کج کلاهي یہ

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا ' اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا ' دل ہے یہ

شوق ہے اس کي اشکباری کا " ابرو " چشم تر ' قیامت ہے

تم ' نے بجھانے کو جب هاتھ بوجھ ' نے لیے
مجنوں هوگئے سب ' یہ کس طرح کي ' لے ' لي

کرم فرما ! کہ تیرا نقش پا ' هم خاکساروں کو
چمن میں سر بلندی کو ' گل دستار هوتا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقي کے ' هائے زمانے کدھر گئے

تمهارا دل اگر هم سے پھرا ہے . تو بہتر ہے ' همارا بھي خدا ہے

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
کہو ضد سے تمہیں ہووے سوا ے

زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو
کہ گویا ' عرش میں لٹکتی ہے

تمہاری ' لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے ' کس طرح کی ہے ' کدھر ہے ؟

دل کب آوارگی کو بھولا ہے   خاک اگر ہو گیا ' بگولا ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی   مر کے پھر جیونا ' قیامت ہے

تبسم سے مجھے   اس کو نظر سے
کیا ہے دو کو راضی کس ہنر سے [۱]

مضمون

شرف الدین نام ' اکبرآباد کے رہنے والے تھے - ابتدائے شباب میں دہلی گئے اور وہیں رہ گئے -

---

[۱] مخزن نکات - گلشن ہند - تذکرۂ مصحفی

کلام میں سلاست اور درد ہے ' ساتھ ہی ساتھ زبان کی چاشنی اور محاورہ بندی بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ' خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار جھٹ پٹ' دل کو رکھے ہیں اٹکا
کن ساحروں سے سیکھا ' زلفوں نے تھری ' لٹکا

خوبوں کو جانتا تھا ' گرمی کرینگے مجھ سے
دل سرد ہو گیا ہے ' جب سے پڑا ہے پالا

نہیں ہے زاهدوں کو مے سکی کام
لکھا ہے اُن کی پیشانی میں ' سر کا

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ' اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ' گریۂ یعقوب کیا

کوچے میں بیوفا کے مارے گئے ہیں عاشق
نکلا ہے ایک " مضمون " بھاگوں سے اپنی جھتا

ترا مکھ ہے ' سر چشمۂ آفتاب
نہ لاوے تری حسن کی ماہ ' تاب

---

[۱] گل رعنا - گلشن بے خار -

وہ ہے سونا جو ہووے خوب ' کس میں
وہ ہے دلبر ' جو ہووے اپنے بس میں

کرے ہے دار بھي کامل کو سر تاج
ہوا منصور سے یہ نکتہ حل آج

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا
یوں رہے زلف ترے منھ کے اوپر مار کے پیچ

تجھہ بن زبس کہ پاني ' جاري کئے ہیں رو کر
چشموں سے میں اب اپني بیٹھا ہوں ہاتھہ دھو کر

نہیں ہیں ہونٹھہ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا آکے لبریز

تیر مژگاں برستے ہیں مجھہ پر
آب پیکاں کا اس طرف ہے ڈھال

کہا سمجھہ بلبل نے باندھا ہے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا اور تس پہ جور باغباں

وهي دلدار خوش آتا هے جو هووے بانکا
خوب لگتي نهيں وہ تيغ جو خمدار نهيں

کيا هوا جو خط مرا پڑھتا نهيں
جانتا هے خوب وہ " مضمون " کو

چلا کشتي ميں آگے سے جو وہ محبوب جاتا هے
کبھی آنکھيں بھر آتي هيں کبھي جي ڈوب جاتا هے
يہ ميرا اشک قاصد کي طرح اک دم نهيں تھمتا
کسي بيتاب کا گويا لئے مکتوب جاتا هے

يار کے قول کو نهيں هے قرار اس سبب دل کو بيقراري هے

ميرا پيغام وصل ' اے قاصد کهيو سب سے اسے جدا کرکے

هم فقيروں ميں تمهارا اے مياں کيا کام هے
تم تو طالب زر کے هو اور ياں خدا کا نام هے

کرنا تھا نقش روے زميں پر هميں مراد
خالي اگر نهيں تو نهيں بوريا تو هے

اُس دھاں بیچ سخن رکھتا ہوں
مجھ پہ اس بات کو اثبات کرو

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن
آب چشموں سے مری جاری ہے

نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کہوں
گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

مرے آئینۂ دل سے ترا نقش
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاوے

"مضمون" تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
غصے سے بت سا ہوگیا لیکن جلا تو ہے

نہ یہی فتنۂ قد و قامت ہے
ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے [۱]

---

[۱] چمنستان شعرا - مخزن نکات - نکات الشعرا - تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - تذکرۂ مصحفی -

ناجی

محمد شاکر نام ' امیر خاں محمد شاہی کے داروغہ نعمت خانہ تھے - لیکن تیز اور ذہین تھے ' نوجوانی میں انتقال ہو گیا -

ان کے کلام میں پلند و نصائع تغزل ' محاورہ بندی کے پھولوں کے ساتھہ کسی قدر ابتذال کے کانٹے بھی ہیں -

لفظی ایر پھیر میں اکثر معنی کی قربانی کر دیتے ہیں [۱] ۔

روا کب ہے مجھہ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا
مری تقصیر بھی کچھہ کی ہے ثابت ' یا ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل
کٹی یہہ بھی گھڑی تجھہ عمر سے اور تو نہیں چیتا

نمکیں حسن دیکھہ کر پی کا رنگ گل کا مجھے لگا پھیکا

تری نگاہ کی کثرت سے اے کماں ابرو
ہمارے سینے میں تودا ہوا ہے تیروں کا

مجھکو باتوں میں لگا ' معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا جب دل کے تئیں ملنہہ دیکھتا میں رہ گیا

---

۱) گل رعنا - نکات الشعرا - تذکرۂ میر حسن -

ڈوب گئے کئي ملک ' جب کھولي لب دریا پہ زلف
حیف '' ناجی '' کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

نہ پوچھو ' خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبي
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

قوس قزح سے ' چرچا کرتا ہے تجھ بھواں کا
شاید کہ سر پھرا ہے اب پھر کر آسماں کا

مت کر آزاد دام زلف سے دل بال باندھا غلام ہے تیرا

سخن سن ' اس بت کافرادا کا جیا ہوگا کوئي بندا خدا کا

رنگ تیرا گندمی دیکھ اور بدن مخمل سا صاف
ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنے خور و خواب

دیکھ ! ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ' ہر چند ہے گوہر میں آب

محبت سوں علي کی دیکھ '' ناجي ''
ہوا ہے دل سرا ' اب حیدرآباد

گر سلیماں کا تخت دیں ' مت لے
کہ سب آخر کو جاے گا برباد

اغنیا کے دوبدر ' مقدور جب تک ہو ' نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ' لاچارگي ہے جا ضرور

چاہئے اشراف کو ' مفلس ہو ' مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ ہو پر بوجھتے ہیں سب حقیر

انگوٹھي لعل کی کرتي قیامت آج اگر ہوتی
جلہوں کي آن پہونچي لو مرے وہ ایک چھلے پر

دیکھ دلبر تری کمر کي طرف
پھر گیا ماني اپنے گھر کی طرف
حشر میں پاک باز ہیں " ناجي "
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

کرلے کرم اے مہرباں ' پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں ' پھر ہم کہاں اور تم

ملنے کو نوخطاں کے ' واعظ برا کہے ہے
مجہول ہیں یہ باتیں ' ہم خوب جانتے ہیں

نرگس کي تئيں ميں هرگز' لاتا نهيں نظر ميں
ديکھي هيں ميں نے آخر پيارے تمهاري آنکھيں

نه سير باغ ' نه ملنا ' نه ميٹھي باتيں هيں
يه دن بهار کے اے جان مفت جاتے هيں

عيد هوتي ' جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتاويں ' هے کا روزه ديکھ کر مهمان کو

هے غرض ملنے ميں نه الفت کچھ اس بيدرد کو
بوجھتا هے کان زر' عاشق کے رنگ زرد کو

آج تو " ناجي '' سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جينے کا نه کر وسواس هوني هو سو هو

زلف کيوں کھولتے هو دن کو صنم
مکھ دکھاياهے تو نه رات کرو

غم نهيں گر دلبري سے دل کو ليجاتا هے وه
پاس ميرے تب تو آتا هے جو دل پاتا هے وه

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاہد! کفر ہے پڑھ مت
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

اناالحق بولنے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل
کٹاری آبدار اس شوخ کی' منصور خانی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی' میری زندگانی ہے [۱]

پیالہ پیوے ہے سو نہوروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یہاں خدا کا نام ہے

تصور سے ترے رخ کے' گئی ہے نیند آنکھوں سے
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکر اس کو خواب آوے

---

[۱] مصحفی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار ہے' میں نے ان کی زبان سے سنا ہے - مرتب -

(مخمس)

قضا سے بچ گیا مرنا نہیں تو ٹھانا تھا
کہ میں نشان کے ھاتھي اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وھاں نہ کھانا تھا
ملي تھي دال ' جو شکر تمام چھاڑا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکان ' نہ غلۂ بقال [۱]

یکرنگ

مصطفی قلي خاں نام ' خان جہاں لودھی کے نواسے تھے سلسلہ ملازمت شاھي میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے ' تغزل میں گداز موجود ہے ' اکثر اشعار میں سلاست اور صفائي کا آئینہ لگا دیتے ھیں - بعض نے آبرو اور بعض نے آرزو کا شاگرد لکھا ہے بعض مظہر کا شاگرد بتاتے ھیں -

لب شیریں سے تلخ کاموں کو — بولنا تلخ ' کام ہے تیرا
ھاتھ اُٹھا جور اور جفا سے تو — یہي گویا سلام ہے تیرا

ترک عاشق میں ' ننگ و نام کیا
کام اپنا جو تھا ' تمام کیا

---

[۱] گل رعنا - نکات‌الشعرا - گلشن ھند - تذکرۂ میر حسن - مخزن نکات -

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی
ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

جب ستی ' گلرخوں سے یار ہوا
خلق کی میں نظر میں خوار ہوا
خلق '' یکرنگ '' کی ہوئی دشمن
جب سے تیرا وہ دوستدار ہوا

سکتا نہیں ہے بات ' کسی کی تو اے سجن
تجھ کو ترا غرور ' نہ جانوں کرے گا کیا

خون دل کا ' مجھے شراب ہوا   جگر سوختہ ' کباب ہوا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہوگا اپنی جاں کا

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا   کروں اس ماہ کو پتلی کا تارا

مرا دشمن ہوا '' یکرنگ '' وہ شوخ
کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

وصل اور ہجر اِس صنم کا مجھ پر یکساں ہو گیا
درد میرا ہی مجھے آخر کو درماں ہو گیا

مجھ کو اِس دل سے توقع تھی مدد کی ' وقت پر
تھر خوباں کا تو وہ " یکرنگ " پیکاں ہو گیا

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

میں روز و شب ' وصال سے تیرے ہوں کامیاب
کیونکر کہوں کہ تجھ سے یہ بہتر ہے آفتاب

زبانِ شکوہ ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوباں نیں ' لگائے ہیں مجھے ہات

خیال چشم و ابرو کر کے تھرا
کوئی مسجد گیا ' کوئی خرابات

مسخر حسن کے ' شاہ و گدا ہیں
رکھے ہے خوبرو ' ظاہر کرامات

یاد آتی ہے تازگئی بہار
دیکھ ' ہر خشک خار کی صورت

سچ کہے جو کوئی سو مارا جائے
راستی ہیگی دار کی صورت

مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے
پھول جاتے ہیں اس سے دولتمند

✓ کیوں ہوے ہو تم، کہو! دشمن ہمارے، اس قدر
دوست کا دشمن کوئی ہوتا ہے پیارے، اس قدر

ہوا نہ راحت جاں مہرباں حیف
مری محنت گئی سب رائگاں حیف

بظاہر مصلحت ہے یہ جو تم سے
رہا ہے روٹھ دن دو چار "یکرنگ"

محبت کا عجب، "یکرنگ" ہے رنگ
کبھی عاشق کبھی معشوق ہیں ہم

روٹھتا ہوں اس سبب ہر بار میں
تا گلے تیرے لگوں اے یار میں

برنگ شمع، دائم تجھ لگن میں
سجن روتے پھرے ہم انجمن میں

کیوں کھینچتے ہو تیغ، ستم مجھ میں دم نہیں
پلکاں نگہ تمہاری یہ، گھٹی سے کم نہیں
کہتے ہیں ہم پکار، سدو کان دھر سجن
گر غیر سے ملو گے تو دیکھو گے، ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
"یکرنگ" کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لیکے جو دبدھے میں پڑے ہو اس بہانت
کیا سجن ؟ اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں
چاہتا تھا کہ کہوں عشق کی باتیں "یکرنگ"
کیا کرے ہائے اسے طاقت گفتار نہیں

ہرگز تم اب کسو کے سخن آشنا نہیں
سب خوبیاں ہیں تم میں ولے اک وفا نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو
ایک جاگہ آگ پانی کیونکہ ہو

نگہاں چاہئے سرشار کے اپاس
تری آنکھوں سے دل کیونکر جدا ہو

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل ! جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ہاتھ

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گُل دل کو میرے شکستہ کرتا ہے

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ہے میرا صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہو تو لے صیاد ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

لگے ہے جا کے کانوں میں بتوں کے
سخن "یکرنگ" کا گویا گُہر ہے

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ہو نصیب
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

اس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
"مصطفیٰ خاں" عاشق "یکرنگ" ہے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو وہ دماغ اور دل رہا ہے

جنس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہو تو میرا پیر ہے

رونق اسلام تیرے رو سے ہے
کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
بے قراروں کے تمہیں آرام دل
اے مرے پیارے ترے پہلو سے ہے

جدائي سے تري ' اے صندلي رنگ
مجھے یہ زندگاني درد سر ہے

یکرنگ " پاس کیا ہے سخن اور کچھ بساط
رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

ہوا معلوم یہ غنچے سے ہم کو
جو کوئي زر دار ہے سو سنگدل ہے

(مرثیه)

زخمی برنگ گُل هیں ' شہیدانِ کربلا
گُلزار کی طرح ہے ' بیابانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ
ہے سر بریدہ ' شمع شبستانِ کربلا [۱]

کلیم

محمد حسین نام ' دهلی کے رهنے والے تھے میر تقی سے قرابت تھی - نظم اور نثر دونوں پر قدرت تھی -

شاعری کے علاوہ اپنی فضل و کمال علمی میں بھی مشہور تھے ' اشعار اگرچہ صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے بہت بلند هیں -

بیدل کی طرز کے پیرو تھے -

فصوص الحکم کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اُردو میں لکھا - ایک کتاب نثر رنگیں میں بھی لکھی ہے -

هر تار پیچ زلف کا ' عالم کی جان ہے
گویا یہ اژدها تھا کہ سب کو نگل گیا

---

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا - گلشن هند -

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

——

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو، یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہو گا

——

نقاب اپنے رخ کا جو تو باز کرتا
تو گُل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

——

تجھے برق خار سے کام کیا جو حیا ہے، حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ‌دار کا

——

لگا جب غیرسیتی، ہم طبق ہونے وہ مہماں کش
وہ اپنا ہاتھ دھوتا تھا میں اپنا ہاتھ ملتا تھا

——

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سر کا تو یہ گرہ نہ گیا

——

وہی اک ہے جو اِن دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈھے ہے
پس اے زاہد اگر مسجد سے بت‌خانہ ہوا تو کیا

——

زبانِ موج سے، یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
"کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا"

اے شمع تیری باری ہے شب کو، کہ شام تک
اپنے دنوں کو، جتنا میں رونا تھا رو چکا

وہ نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ کہا جانے کہاں ہوگا

گو روضۂ رضواں کو میں اک ان میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریبان میں دیکھا

لگتی ہے اب تو قلقل مینا سے دل کو ٹھیس
وے دن گئے "کلیم" کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے "کلیم"
آہ کیوں دردِ دل اپنا نہ کسی کو سونپا

عمرِ رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے "کلیم"
آپ کو جوں شمع، میں ہر انجمن میں گم کیا

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادۂ آتا ہے نظر جوں زلف کج ' برہم ہوا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے اُن سے " کلیم "
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بےرضائے عندلیب

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ مار پیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جلوں سے شب کو
صبح بیدار ہوا پائی گلے میں زنجیر

ہو گیا حشر ' گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

تو یار مل کے ہم سے ' جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید مانیں کس کو کہیں قریں ہم
تم ہو تو ہم کہاں ہیں ' ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں ' یا سب کے سب ہمیں ہم

تری جناب میں آیا ہوں اے الہ نہ پوچھ
یہی کہ بخش دے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

اب ہم شمردگی سے مجھے کاروبار ہے
ہردم مرے حساب میں روز شمار ہے

سو زخم کھا چکا ہے دل ' اس پر جگر جلا
کہتا ہے زخم ' مجھ کو ہے اک آرزو ہنوز

ہم ہوگئے ہیں ضعف سے جوں بومیان باغ
پھرتا ہے رنگ گل ' کہ ہمارا کرے سراغ

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
گر پڑا ' ٹوٹ آسماں اے دل

طریق عشق میں مجنوں و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہوگئے غارت ' سو ایک دو معلوم

پیری کی بھی سیر کر گئے ہم
اس پل سے بھی بس گزر گئے ہم
واں غصہ ہوئے رقیب پر تم
یاں مارے ادب کے مر گئے ہم

درازی شب هجراں و زلف یار " کلیم "
نہ مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوارباغ ہوں

نے اور طنبور میں ' یہ سوز تو معلوم ہے مطرب !
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نالاں

غرور حسن ممکن کیا ؟ کسی کی داد کو پہونچے
غرض تم سن چکے احوال ' ہم فریاد کو پہونچے

تجھے میں آنکھوں میں کیونکر رکھوں کہ ہے برسات
پھر ایسا گھر ' کہ یہ خانہ خراب ٹپکے ہے

اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاہئے

(رباعی)

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم
اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم

دنیا داری و نوکری ' محنت و کسب
جب کچھ نہ بنا ' کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

واقف

(شاہ) واقف نام ' دہلی کے رہنے والے تھے بلند پایہ درویش تھے - منطق ' معانی و بیاں ' رمل وغیرہ کے ماہر تھے -

اشعار میں روانی اور درد دونوں ہیں یہ دونوں صفتیں مشکل سے جمع ہوتی ہیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رہا
تمام رات مرا جی صدائے در میں رہا
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رہا

کبھی ایسا بھی اے خدا ہوگا — وہ صنم ہم سے آشنا ہوگا
روز و شب مجھکو ہے یہی دھڑکا — نہ ملوگے ملوگے کیا ہوگا

یہ دل پھر آہ مژگاں بتاں سے بے طرح اٹکا
مجھے جس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

---

[۱] نکات الشعرا - مخزن نکات - تذکرۂ میر حسن - سخن شعرا -

[۲] میر حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم نہیں کیوں نظر انداز کر دیا ہے - مرتب -

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے کوئی ' آشنائی کا
ابھی حواس بھی ثابت مجھے نہیں آئے
خدا کے واسطے مت نام لے جدائی کا

نہ قاصد ہی پہونچ سکتا ہے اب واں ' نہ کام اپنا
الٰہی مضطرب ہوں کس طرح بھیجوں پیام اپنا
بہت موقوف شکوے وصل پر تھے اس جفا جو کے
کیا سو اک نگہ نے اس کی ' قصّہ ہی تمام اپنا

دام سے زلف کے ' پھر دل کو چھڑایا نہ گیا
سر سے اس بخت سیہ کا مرے ' سایا نہ گیا
اچپلاہٹ اسے کہتے ہیں کہ شوخی سے وہ شوخ
میری آنکھوں کی تصور میں سمایا نہ گیا

دیار عشق میں تک دیکھ تو کیا ہے ستم "واقف"
کریں ہیں متہم اس سے ' نہیں ہیں جس سے ہم واقف

تیری نگہ لطف سے وابستہ ہیں یاں ہم
جوں عکس ذرا پھرنے میں رو ' کے کہاں ہم
کبھ اٹھتے ' کبھے بیٹھتے نسا طالکھوں سے
جوں سایہ جہاں تو گیا اے دوست وہاں ہم

ان رتبوں سے گئے گزرے ہیں کیا اے یار ہم
وہ شریک بزم ہوویں اور نہ پاویں بار ہم

خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں
تیری مژگاں کے کانٹے بوئے ہیں
جو، صنم تجھ سے دل لگاتے ہیں
سو وہ ہم سے، خدا کے کھوئے ہیں

پیار کی باتوں سوا، ہم بھی تو رہ سکتے نہیں
دل میں آتا ہے کہ کچھ کہئے، پہ کہہ سکتے نہیں

مژگاں تری اِدھر ہے کدھر پھر کے رو کریں
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں
ہرچند وہ جمال ہے آنکھوں کے سامنے
لیکن کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ہو
غرضکہ جان مری ا دل میں راہ کرتے ہو
ہمارا تھوڑے دنوں میں یہ حال پہونچایا
بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو
یہ کون ڈھب ہے کہ '' واقف '' سے میں نہیں واقف
وہی نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ہو

ہر آن ہم سے کیوں ہے عبث بدگمان تو
اپنا سا اور کو نہ سمجھ میری جان تو
اک روز کی جدائی میں مرتے ہیں یا نہیں
یکبار بھی یہ کرلے مرا امتحان تو
کیا کیا کہا تھا، کیونکہ لیا تھا ہمارا نام
قاصد خدا کے واسطے پھر کر بیان تو

صبا کہیو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں کو
کرو تم چہچہے ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو
ڈھلا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
چراغ آہ سے روشن کیا شام غریباں کو

جنّت و سایہ طوبےٰ نہیں درکار مجھے
بس ہے اے یار ترا سایۂ دیوار مجھے
ہوس سیر چمن! لے تو چلی ہے یاں سے
پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے

خوبرو ہوکے باوفا ہووے میں نہ مانوں، اگر خدا ہووے

جب کہ یاد آتا ہے گلشن میں مرا گلرو مجھے
خضر راہ بے خودی ہوتی ہے گل کی بو مجھے

وداع یار سے دل پر ملال ہے سو ہے
زباں سے گو نہ کہا جی کا حال ہے سو ہے

نہ پوچھ حسن سلوک آہ مجھ سے اس بت کا
وہی ستم وہی ایذا کی چال ہے سو ہے

تم تو شب، وعدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

آن ملے ملنے کا اس کے یاد آتا ہے سماں
اک قدم رکھا تو دس جاگہ مچل کر رہ گئے

جب تک وہ مقابل بت مغرور نہ ہووے
بیتابی دل کوئی طرح دور نہ ہووے
سرگوشی سے جو سامنے کرتا ہے مرے، بات
ڈرتا ہوں اسی کا کہیں مذکور نہ ہووے

درد جو بے اختیار، ہم سے ہم آغوش ہے
یاد سے ''واقف'' تو آج کس کی فراموش ہے

غیر کی جا، تو اگر ہم سے بھی اے یار ملے
عکس سے اپنے بھی، پھر آنکھ نہ زنہار ملے
سب سے ملتے تو ہو ظاہر میں، پہ دھڑکا ہے مجھے
کہیں مجھ سا نہ کوئی اور گرفتار ملے

صد نالۂ جانکاہ گرہ در تہ لب ہے
کیا جانئے کیا آج مرے دل پہ تعب ہے
غرہ نہ ہو، قرب کرم یار پہ "واقف"
اِس ابر کے دامن میں نہاں برق غضب ہے

ہجر جانکاہ کس طرح گزرے
یار بن آہ کس طرح گزرے
تو کہیں، میں کہیں، بھلا اوقات
اپنی دل خواہ کس طرح گزرے

صبح پر، وصل یار کی ٹھہری
آہ پھر انتظار کی ٹھہری
کیا طرح اُس گلی میں، کہہ تو صبا
میرے مُشت غبار کی ٹھہری
مت بکو اُس سے بس کر اے "واقف"
اب تو دار و مدار کی ٹھہری

روز خزاں، چمن میں جو دیکھا ہزار کے
اک مشت پر، پڑے تھے تلے شاخسار کے
آوارہ ہوکے دل سے شکیب و قرار و صبر
یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے
یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار
سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے
جب مُند گئی یہ آنکھ، تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہہ دیجیو گل سے
تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے
شکیب و طاقت و صبر و توان و دین و دل اپنے
سبھی آوارہ ہو کر اُٹھ گئے تیرے تغافل سے

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا ہے

توقع زندگی کی دوستاں رکھئے کا کم، ہم سے
کہ جوں نقش قدم چھٹتا نہیں کوئی صنم ہم سے
ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
خفا رہتا ہے وہ ساعت بساعت دمبدم ہم سے

نہ پوچھو فتنہ برپائی کو میرے سرو قامت کي
اُٹھا مجلس سے وہ اور اہل مجلس پر قیامت کی

جگر میں آہ ہے آنکھوں میں نم ہے
خدا جانے یہ کس کا تازہ غم ہے

جو صنم خاطر نہ رکھے عاشق رنجور کي
ایسے ملنے سے بھلي صاحب سلامت دور کی

حاتم

ظہورالدین نام ' دھلي میں سکونت تھي - پہلے اپنا تخلص رمز کیا اس کے بعد حاتم ' ان کادیوان بہت ضخیم تھا جس میں تمام اصناف شاعری شامل تھی ' آخر میں اپنے تمام کلام کا انتخاب کرکے اس کا نام دیوان زادہ رکھا - ان کا کلام سوز و گداز کا آتش خانہ ہے ' غزل میں خاص رنگ ہے ' آمد کی روانی موجزن ہے بعض اشعار کا ایک ایک لفظ چٹکي بھی ہے اور نشتر بھي -

ان کے اشعار غزل ' اخلاقیات ' پند و نصائح ' خمریات کے رندی سے مملو ھیں لیکن سب کا ایک رنگ ہے - ''سودا'' ان کے شاگردوں میں شاعری کے رکن اعظم گزرے ھیں - سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائي -

شام کو کرتا ہے عزم قتل اور بخشے ہے صبح
کاشکے ایسے دورنگے سے نہ ہوتا آشنا
گرم ہو ملتا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات
آشنا چاہیے تو ہو ''حاتم'' خدا کا آشنا

ہر گُل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا
صورت غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا
"حاتم" اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

صفا کر دل کے آئینہ کو "حاتم"
کیا چاہیے اگر اُس کا نظارا

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا
بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے، ایک روز
نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

نہ بلبل میں نہ پروانے میں دیکھا
جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا
کسی ہندو مسلماں نے خدا کو
نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

اس تیغ نگہ سے ہو مقابل
ایسا کوئي بے جگر نہ دیکھا

رات ہم خواب میں اُس زلف کو پیچاں دیکھا
صبحدم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
شور اُس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے
چشم‌بددور اب آنکھوں سے دوچنداں دیکھا
میرے اشکوں نے دیا آج دو عالم کو بہا
نہ کبھو ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا
کعبہ و دیر میں ''حاتم'' بخدا غیر خدا
کوئي کافر نہ کوئي ہم نے مسلماں دیکھا

تو زاھدوں کي طرح بیٹھ گھر میں مت ''حاتم''
نکل کے قید سے تک دید کر خدائي کا

ھمارے حوصلے سے دور ھے محبوب کا شکوہ
جو کچھ گذري سو گذري کیا بیان کیجئے مصیبت کا
کہاں ھیں معصیت نامے تمہارے اے گنہگارو
کہ پھر شست و شو ھے منتظر باران' رحمت کا

قفس میں پھینک ہم کو' پھر وھیں صیاد جاتا ھے
خدا حافظ ھے گلشن میں' ھمارے ہم صفیروں کا

ریختہ میں ہند کی طوطی کا "حاتم" ہے غلام
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

خمارآلودہ ہوں ساقی تنک ظرفی نہ کر ظالم
میں تیرے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

اے باد مت اُڑا تو گریباں کی دھجیاں
لے ہے جنوں، حساب یہاں تار تار کا

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا
یہی ہے فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ہوگا

"حاتم" دیا ہے شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھ
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

دیکھو شعور اس دل خانہ خراب کا
عاشق ہوا ہے کس بت مست شراب کا
"حاتم" تعینات کا گر وہم دور ہو
اٹھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

ہمارا جان گیا ہم نے آہ بھی نہ کیا
یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھی نہ کیا
میں اپنے دل کو بڑا کارداں سمجھتا تھا
پر ایک کام مرا سر براہ بھی نہ کیا

امتداد اس مرے آزار کا ' مت پوچھ طبیب
روز میثاق تلک زار ہوں ' کن کا ؟ اِن کا
ہے بجا فخر کروں اپنے اگر طالع پر
کفش برداروں کا سردار ہوں ' کن کا ؟ اِن کا

ہماری سیر کو گلشن سے کوئے یار بہتر تھا
صفیر بلبلاں سے نالہ‌ھائے زار بہتر تھا
کبھو بیمار سنکر وہ عیادت کو تو آتا تھا
ہمیں اپنے بھلے ہونے سے وہ آزار بہتر تھا

ہمارا دل اگر شیدا نہ ہوتا
تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم
بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا
نہ چاہا چاہ " حاتم " ! آفریں ہے
خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا
حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا
وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا
ہر ذرہ اس کي تاب سے جوں آفتاب تھا
ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجھہ مغتنم
آیندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا
نامے کو میرے دیکھہ کے خاموش ہو رہا
قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا
فاني ہوا جو بحر میں ' خود بحر ہوگیا
وہم حباب ' پردۂ چشم حباب تھا
مجلس میں رات گریۂ مستاں تھا تجھ بغیر
ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

نامہ بر دل کي تسلي کے لئے بھیجوں ہوں
ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا
طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائي کي
کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

کچھہ حسن کي ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت
جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

.ہوں اپنے دست پر ' شب خواب میں دیکھا کہ اخگر تھا
سحر کو کھل گئی جب آنکھہ ' میرا ھاتھہ دل پر تھا

چلا جاتا تھا " حاتم " آج کچھ واھي تباھي سا
جو دیکھا ھاتھ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

مستوں میں جو شیخ آ پھنسا تھا
میخانے میں طرفہ ماجرا تھا
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کي
اک دل بھي ھمارا آشنا تھا

درد ھجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا
للہ الحمد کہ محتاج طبیباں نہ ھوا

یک عمر بعد گھر مرے آیا وہ ناز سے
یعنی گذار اس کا قضاکار ھو گیا
آنے کي ماندگي سے اُسے نیند آگئی
گھر اپنا جان خواب میں دلدار ھو گیا
میں تب ادب سے اُس کے لگا پانوں دابنے
سوئے مرے نصیب وہ بیدار ھو گیا
" حاتم " عجب ھے رسم یہ اقلیم عشق میں
پاؤں کو ھاتھ لگتے گنہگار ھو گیا

ایک نے پائي نہ اب تک نبض کي رفتار حیف
درد میرا تختۂ مشق طبیباں ھو گیا

مسجد میں آج وعظ کا ھنگامہ گرم تھا
میرے قدم سے بزم حریفانہ ھو گیا
"حاتم" کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں
ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ھو گیا

وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ھوں
اس کے قابل نہ زباں ھے نہ دھاں ھے اپنا

مرے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ھے تو کیا باعث
دل اپنا ' دامن اپنا ' دیدۂ اشک رواں اپنا

کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ
اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا
جواں مارا گیا "حاتم" بقول میرزا مظہر
برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

کہو تو کس طرح آوے وھاں نیند
جہاں خورشید رو ھو آکے ھمخواب
ھمیں بہتر ھے سونا جاگنے سے
بھلاتا ھے ھمارا درد و غم خواب

کہاں جاتا ہے ہمیں چھوڑ کے اے رونق بزم ؟
تیرے اُٹھ جانے سے ہو جائےگا کاشانہ خراب
دل صد چاک مرا راہ یہاں کب اپاوے
کوچۂ زلف میں پھرتا ہے ترے ' شانہ خراب

ساقی کے تئیں بلاؤ ' اُٹھاو طبیب کو
مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا ' شراب

طالبِ باراں نہیں " حاتم ' ہماری کشتِ عشق
اپنی چشموں سے وہاں ہم میںھ برساتے ہیں آپ

شہر میں پھرتا ہے وہ میخوار مست
کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازار مست
میکشو " حاتم " کو متوالا کہو
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیار مست

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست
اس سخن میں گماں نہیں ہے درست

دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
ہم نے سودا کیا ہے دست بدست

آج اُس بن هوں بے قرار عبث هاتھ سے دوں هوں اختیار عبث

تعویذ کرکے تجھ کو، گلے سے لگا رکھوں
دل چاهتا هے اس کا بتا دلربا علاج

کوئي بتلاتا نهیں عالم میں اس کے گھر کي راہ
مارتا پھرتا هوں اپنے سر کو دیواروں سے آج

ایک دن هاتھ لگایا تھا ترے دامن کو
اب تلک سر هے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کھویا هے هم نے جان کر اس راہ میں
في الحقیقت عاشقوں کو سود هے نقصان کے بیچ

غنچے کہیں هیں، سر کو جھکا کر چمن کے بیچ
یعني نهیں هے جائے سخن اس دهن کے بیچ
اِس دُھن په هم کیا هے گریباں کو تار تار
شاید لگے کوئي بھي ترے پیرهن کے بیچ

دل تو کوچے کي هوا سے تری ایسا پھولا
که سماتا هي نهیں ارض و سماوات کے بیچ

باغباں مجھ سے مقابل نہ ہو گل‌چینی میں
جائے گل ' لخت جگر ہیں مرے داماں کے بیچ

— —

یار نکلا ہے آفتاب کی طرح
کون سی اب رہی ہے خواب کی طرح

———

ہر قدم عمر چلی جائے ہے ایسی "حاتم"
جیسے جاتی ہے اُڑی ریگ بیاباں برباد

———

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند
کرے جو دست گدا کی طرف کو دست بلند
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش ' نہ کم
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند

— —

عمر گذری ' کہ ہے کھلی "حاتم"
چشم دل انتظار کی خاطر

———

غظر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس   ذبح کرتی ہے یہ بو بندہ نواز
واجب‌القتل تمہارا میں ہوں   اور کا ناؤں نہ لو بندہ نواز
دل سے "حاتم" بخدا بندہ ہے   دور خدمت سے ہے گو ' بندہ نواز

———

بندے کو شاہ کرو' بندہ نواز ورنہ آزاد کرو' بندے کو

مسجد میں سر پٹکتا ہے تو جس کے واسطے
سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں
جائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس
" حاتم " پھروں ہوں ڈھونڈھتا عالم میں کوبکو
آوے کہیں کوئی بھی نظر ناخدا شناس

کیا ہے جب سے نکل کر تو میرے ہاتھوں سے
ملوں ہوں تب سے میں حسرت زدہ' کف افسوس

پھڑکوں تو سر پھٹے ہے' نہ پھڑکوں تو جی گھٹے
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس
" حاتم " جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے سب ہوس

عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں
" حاتم " اتنی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

حاتم " اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

عاشقي کے فن میں ھیں اُستاد ھم
لے گئے فرھاد و مجنوں ھم سے فیض

پایا نہ ھمنے آکے کہیں زندگي کا حظ
گویا کہ اِس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

عالم ھے کامیاب ترے باب فیض سے
ایسا کیا ھے حق نے تیرا آستاں وسیع

جب وہ دیکھے ھے میری جاں کي طرف
دیکھتا ھوں میں آسماں کي طرف
بلبلو ! چہچہے مبارک ھوں
وہ گل آتا ھے گلستاں کي طرف

دشت‌وحشت میں مرا دست جنوں اور خار عشق
یہ ھے داماں کا حریف اور وہ گریباں کا حریف
دیکھتے ھي رنگ تیرا اُڑ گیا ھے گل کا رنگ
کیوں ھوا تو اس قدر ظالم گلستاں کا حریف

حرم کو چھوڑ کے اس دم ، طواف دل کا کروں
جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق

اسے زنجیر کي حاجت نہیں ہے　　ہے پابندجنوں دیوانۂ عشق

قیامت پر قیامت ہوئیگی روز جزا ظالم
اُٹھیں گے داد تجھ سے مانگتے ' جب صف بہ صف عاشق

جانے نہ دونگا ہاتھ سے اُس کو کسي طرح
مقدور میرا ہوئے گا "حاتم" جہاں تلک

کر چکے شرط بندگي ' ہم سے ہوئی جہاں تلک
دل تو کباب ہو گیا حق نمک کہاں تلک

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیر خاک

کیونکر ہو میکشوں کے تئیں اِس ہوا میں صبر
کیا ابر ہے ' نظر تو کرو آسماں کا رنگ
"حاتم" کسو میں گرمئی صحبت نہیں رہی
دل دیکھ دیکھ سرد ہوا ہے جہاں کا رنگ

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل
گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل

آئے تھے ہم اس باغ میں مانند غنچہ ' سر بہ جیب
اور چلے جاتے ہیں اب جوں گل گریباں خاک ہم
رحم تیرا ظلم ہے ' حق میں ہمارے اے اجل
دیر کیا کرتی ہے کیا جی‌کر کرینگے خاک ہم

جب آپ سے ہی ' گذر گئے ہم ۔ پھر کس سے کہیں کدھر گئے ہم ؟
کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات ۔ تو ہي تھا غرض جدھر گئے ہم
آئے تھے مثال شعلہ سر گرم ۔ جاتے ہوئے جوں شرر ' گئے ہم
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم ۔ کیا آپ سے بے خبر گئے ہم
اس درجہ ہوئے خراب الفت ۔ جی سے اپنے اتر گئے ہم
فیض اس لب عیسوي کا " حاتم " ۔ بالعکس ہوا کہ مر گئے ہم

کس جگہہ لے جائیں تیری ظلم کي فریاد ہم
تجھ سے ہي تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم
بحر و بر میں ہے ' ہماري شہرت دیوانگي
عاشقي کے کام میں مجنوں کے ہیں استاد ہم
سوکھ کر کانٹا ہوئے پنجرے میں ' تب چھوڑے ہے تو
کہہ ! کہاں لے جائیں اب یہ مشت پر صیاد ہم
دیکھ لے سارے گنہگاروں میں جي دینے کو آج
سر سے حاضر ہیں تري خدمت میں اے جلاد ہم

لبریز جب سے عشق کے ساغر ' پئے ہیں ہم
کرتے نہ تھے جو کام ' وہي سب کئے ہیں ہم

فانوس تن کے بیچ ھیں روشن، مثال شمع
جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ھیں ھم
شمشیر عشق کے جو تھے "حاتم" کے دل میں داغ
سوزن پلک کی تار نگہ سے سئے ھیں ھم

—

اس ابر اس ھوا میں، یوں آوتا ھے دل پر
پی پی شراب، ھوویں بے اختیار ھم تم
"حاتم" کا اس گھڑی سے دشمن ھوا ھے حاکم
جس روز سے ھوئے ھیں اے یار! یار ھم تم

—

اُڑے ھے تو جو ایسی آسماں پر، ھر سحر شبنم
تجھے خورشید کے دیکھے سے، کیا لگتے ھیں پر؟ شبنم!

—

خدا بغیر نہیں، دل‌کو اب توقع‌غیر
کسو سے کام نہیں مجھ‌کو، کام سے کیا کام
مثال گنگ ھوں خاموش، مجھ سے مت بولو
جو بے زبان ھو اس کو کلام سے کیا کام

—

کسو کو قید کرے ھے کسو کو باندھے ھے
اُسے ھے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

—

مدت ہوئی ' پلک سے پلک آشنا ہوئے
کہا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم
ظالم خدا کے واسطے '' حاتم '' کو منہ دکھا
مدت سے دیکھنے کی ہیں امیدوار چشم

قطعہ

ایک دن " حاتم '' میں جاتا تھا بیاباں کی طرف
ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم
خاک سے اُس شخص کی آواز آئی کان میں
یعنی وہ یہ بیت پڑھتا تھا ' بصد سوز و الم
'' از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب
پیش ازیں من ہم دریں باغ ' آشیانے داشتم ''

اس درجہ دلبروں سے گئی رسم دلبری
دل ہاتھ پر لئے ہوں ' کوئی دلستاں نہیں

میں کس امید پر "حاتم'' بناؤں گھر کو یہاں
جہاں میں عمر کی بنیاد پائدار نہیں

ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم و جفا سے خوش ہیں
ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے ' کہ نہیں

چلو شراب پئیں بیٹھ کر کنارے آج
که هووے رشک سے ماهی کباب، دریا میں

جدا هوتا نہیں یک آن، صدقے اُس کی الفت کے
نہ دیکھا درد سا هم نے کوئی غمخوار دنیا میں

قطعہ

ایک دن گذرا میں گورستان میں
دیکھکر مردوں کو آیا دھیان میں
یہ وهي سب هیں که جن کے واسطے
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں
کس طرح یہ جامۂ زیبان جہاں
یوں پڑے هیں خاک کے دامان میں
کون اس میں نیک هے اور کون بد
کون خوش هے کون هے زندان میں
تھا اسي غم میں که ناگه پیر غیب
کہہ گیا آهستہ میرے کان میں
رحمت حق سے نہیں کوئي ناامید
دیکھہ لے ''لاتقنطو'' قرآن میں
سنتے هی دل کو تسلی هوگئی
پھر کے آئی جان میري جان، میں

بسکہ میں تشنۂ شہادت ہوں   دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں
محتسب! دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

تجھے تو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک   معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق
خرد کیساتھ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

قیامت تک جدا ہووے نہ یارب   جنوں کے دست سے میرا گریباں

منھ سے تک دور کر نقاب کے تئیں
لے غلامی میں آفتاب کے تئیں

گالیوں میں فریب پرور ہے   میرے بد و ضع بدزباں کی زباں

آرزو ہے ' مجھے صیاد اگر دے رخصت
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن
عندلیبو! تمھیں گلگشت مبارک ہو وے
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

ہاتھ سے ' دشت جنوں! میں ترے ' عاجز آیا
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن
کس طرح چاک کروں آہ ' کہ ہے پاس ادب
ہے گریباں میں نشانی تری ' تار دامن

چڑھایا آسماں پر ہم کو ' آخر خاکساری نے
بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں

بجز صبح قیامت ' رات اُس زلفوں کے عاشق پر
نہیں کوتاہ ہونے کی ' درازی اِس کو کہتے ہیں
اُٹھاکر خاک سے '' حاتم '' چڑھایا آسماں اُوپر
مرے اللہ کی ' بندہ نوازی اس کو کہتے ہیں

لطف اس کا ' ستم سمجتے ہیں
ایسی باتوں کو ' ہم سمجھتے
جس کو ہستی کہے ہیں اہل جہاں
ہم تو اس کو عدم سمجھتے ہیں

میں پیمایش کیا مجنوں صفت یکسر بیاباں کو
نہ پہنچا دامنِ صحرا مرے چاکِ گریباں کو

تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو، کیا قیامت ہو؟

"حاتم" اب کس کی مجھ کو پروا ہے
کوئی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

کیا کہیں اُس کا گھر ہے کتنی دور
تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو
حسن سے کیوں ہے عشق کا دعوےٰ
حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو

فدوی ہے، جاں فشاں، ہے غلام قدیم ہے
"حاتم" کی بندگی کو فراموش مت کرو

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں، نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

مے وحدت کا طلب‌گار ہوں سبحان اللہ
کس خرابات کا مےخوار ہوں سبحان اللہ

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں
رھتي ھے میکشوں کي سدا جام پر نگاہ

ترا دھن ھے گویا انگشتري کا حلقہ
اور ھونٹھ رنگ پاں سے ' ھے لعل کا نگینہ

تو سیر کرے ھے جس چمن کي
ھر گل میں صبا ! اُسی کي بو ھے

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھہ کو یاد ھے
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ھے

تنہا نہیں چلا ھوں میں " حاتم " بتاں کے شہر
ھمراہ اس سفر میں مرے ' آہ و نالہ ھے

خواب میں تھے جب تلک ' تھا دل میں دنیا کا خیال
کھل گئیں آنکھیں تو دیکھا ھم نے سب افسانہ ھے
معتکف ھو ' شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل
صاحب دل کے بغل میں دل ' عبادت خانہ ھے

مدت ھوئي کہ مر کر میں خاک ھو گیا ھوں
چھٹنے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ھے

آپ ھی میں دیکھ "حاتم" وحدت کے بیچ کثرت
تو ایک ایک جا ہے اور دل کہاں کہاں ہے

بزم میں کس کے تئیں فرصت مےنوشي ہے
نگہِ مست تري' داروئے بےھوشي ہے

بےخود اس دور میں ھیں سب' "حاتم"
اِن دنوں کیا شراب سستي ہے؟

جس کو تیرا خیال ھوتا ہے اس کو جینا محال ھوتا ہے

خاکساروں کا دل' خزینا ہے
اِس زمیں میں بھی کچھ دفینا ہے
اُس کے وعدے سبھی ھیں سچ "حاتم"
دن برس ہے' گھڑي' مھینا ہے

بخشي ہے مجھے بےپروبالي نے اسیري
آپھونچ شتابي' مرے صیاد کہاں ہے!
کس کو ہے توقع کہ ھو آزاد قفس سے
احوال اسیروں کا' اُسے یاد کہاں ہے
"حاتم" میں جسے دیکھوں ھوں بندا ہے خدا کا
کہنے کو ہے آزاد' پر آزاد کہاں ہے

ہماري عقل بےتدبیر پر، تدبیر ہنستی ہے
اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستي ہے
اسیروں کا نہیں غل یہ، جو تم سنتے ہو زنداں میں
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر، زنجیر ہنستی ہے

مریض عشق ہوں، مطلب نہیں مسیحا سے
تو منھ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے

دل سے بوئے کباب آوے ہے   کون مست شراب آوے ہے

اے صبا کس طرف کو گذري تھی   تجھ سے بوئے نگار آوے ہے
تک ادھر بھي گذر کہ اس بو، سے   میرے دل کو قرار آوے ہے
اِس قدر بس، کہ روز ملنے سے   خاطروں میں غبار آوے ہے

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اورھي ہے
اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ھي ہے

تو، ہم سے جس طرح مل جانتا ہے
زباں سے کیا کہیں؟ دل جانتا ہے
مرے کیونکر نہ تیرے غم میں، عاشق
یہی جینے کا حاصل جانتا ہے

ٹک کھول زلف اپني ' زنجير هے تو يه هے
دیوانه پن کی مہرے تدبیر هے تو يه هے
میں راستي کہوں هوں تم بخشو یا نه بخشو
دل چاهتا هے تمکو ' تقصیر هے تو يه هے
کس کام کي همارے يه کیمیائے هستي
محتاج یک نظر هوں ' اکسیر هے تو يه هے

ہر قدم پر همیں هے سیر بہشت   اُس کا هر نقش پا ' گلستاں هے

نکلے سے جس کے "حاتم" شہروں میں عید آوے
سارے برس میں مجھ کو وہ ایک ماہ ' بس هے

سر پٹکتے هیں پڑے ' کنج قفس میں مجھ سے سو
ایک مہري بے پروبالي سے کہا پروا مجھے

مزا لےلے کے جلنے کی طرح سے شمع واقف هے
جلے تو هے ' پر اِس لذت کے تئیں پروا نه کیا جاے

رو رو هوا هوں خشک یہاں تک ' که دیکھ لو
آنسو بھی اب نہیں که مري چشم ' تر کرے
دعویٰ کیا هے شیخ نے "حاتم" سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یه مہم ' کون سر کرے

جو اپنے کام کو سونپے خدا کو تو "حاتم"
تو سب سے خوب ترا کام، کارساز کرے

دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں، خدا نہ کرے

گردن اپر مرے سر پرشور، بوجھ ہے
ابرو کو تک دکھا کے، سبک بار کیجئے

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ دل، تیرے قدم کی خاک ہو جاوے
چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے
اگر شبنم اسے دھووے تو شاید پاک ہو جاوے

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے "حاتم"
کبھو شاید محبت کی، کسو بھی گل سے بو آوے

دل کی دعاؤں سے ہے مری اس کو سب خبر
درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لئے

کبھو دیکھی نہ اس سے "حاتم" نے
دلبری، دل دہی و دل جوئی

جانتے تھے ' اپنے ہیں ہوش و حواس
یک نگہہ میں سب تمہارے ہو گئے
جب ہوئے " حاتم " ہم اُس سے آشنا
دوست بھی دشمن ہمارے ہو گئے

تمہارے عشق میں ہم ننگ و نام بھول گئے
جہاں کے کام تھے جتنے ' تمام بھول گئے

معلوم ہے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو
مجھ کو لگا کے آگ لگانے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دھر کے ' الٹی ہوا بھی
واعظ نہی کو امر کہے ' امر کو نہی [۱]

امانی

خواجہ امامی نام ' شاہجہاں‌آباد کے رہنے والے تھے - مرثیہ خوانی اپنا پیشہ بنا لیا تھا -

کلام میں ذہانت اور شوخی ہے ' سلاست اور زبان کا لطف نہیں ' مضمون آفرینی بھی کم ہے - سنہ ۱۱۸۷ھ میں مرشدآباد جاتے ہوئے انتقال کیا -

اُس کے کوچے ستی ' غبار اُٹھا کون سا ' واں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو! بساؤ اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا

---

[۱] انتخاب حسرت - خمخانۂجاوید - تذکرہ مصحفی -

ھچکیاں سے گلا یہاں روئیں   بزم سے جب وہ مے گسار اُٹھا
عزم رخصت ہوا جب ہی اس کا   میرے دل سے وہیں قرار اُٹھا

وائے اپنی اس بصارت پر ' کہ ہر ذرے میں آہ
جلوہ‌گر ہے آفتاب ' اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن ہے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں
کون سا دم ہے ' کہ آنکھوں بیچ پھر جاتا نہیں
عشق میں کس کے "امانی" مبتلا ہے ' جس بغیر
تجھ کو نظارہ گُلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے ہیں پڑے ' بادل برستے ہیں
شتاب آ ساقیا ! ہم بادہ نوشی کو ترستے ہیں
زمانہ جائے عبرت ہے ' چمن کا حال چل دیکھو
تجمل جن گُلوں کا کل تھا سو وے آج جھڑتے ہیں
مساوی جانیو خوش طالعی و بدنصیبی کو
"امانی" ! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ہیں

"امانی" تو ہوا تیغ تغافل ہی ستی بسمل
بھلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے ہیں

ہم ترا نزع تلک ' جور سہے جاتے ہیں
یاد آویں گے بہت اتنا کہے جاتے ہیں

وائے واماندگی اپنی، یہ آنکھوں آگے
کارواں رو میں ہے، ہم پیچھے رہے جاتے ہیں

اثر ہو سنگ میں کیا، کیونکہ اس کو رام کریں
بتوں کے دل ہو، تو یا رب یہ آہیں کام کریں

دیکھ تو، کیا ہے وہ بت، سنگ دلی پر نازاں
تجھ میں اے نالۂ جانکاہ! اثر ہے کہ نہیں

یارو گر دار پہ منصور نہیں دیکھا ہے
نوک مژگاں پہ مرے لخت جگر کو دیکھو

صف مژگانِ آہوچشم کا ہوں کشتہ، اے یاراں
سرِ تربت پہ چن دیجو مری، خار بیاباں کو
زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستاں کو

میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو
آہ دل! کن نے لے لیا تجھ کو
اشک! آوارگی سے تو نہ تھما
میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو

اللہ رے صنم! یہ تری خود نمائیاں
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے
دوستاں یہ دل نہیں، پہلو میں میرے خار ہے

چاہ میں کس کی، دل ڈبو بیٹھے
آہ! ہم کیسے دل کو ارو بیٹھے
کیوں "امانی" گیا نہ آخر دل
کف افسوس اب ملو بیٹھے

ہم سا جو ناتواں عقب کارواں رہے
جوں نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے
خوش خواب میں ہیں مگر، جو اب تک
جاگے نہیں خفتگاں عدم کے
ہے صبح کو عزم رفتن یار
تک نکلیو آفتاب تھم کے

آنکھیں نہیں ملدتي هیں ' عجب جی په تعب هے
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب هے

دم لینے نہیں دیتے هیں ' پیہم کے یه نالے
کیا جانئے کیا دل کو مرے درد کڈھب هے
هجراں کے شب و روز کا مت پوچھو گذرنا
دن کٹ گیا جوں توں کے ' تو پھر رات غضب هے
مدت سے سروکار غم هجر ستي هے
کچھه عیش سے تو کام نه آگے تھا نه اب هے

فغاں

اشرف علي خاں نام ' احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ' شعر و شاعری کي مہارت کے ساتھ لطیفه گوئی اور بدله سنجی میں بھي طاق تھے اسي وجه سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف‌الملک کا خطاب دیا تھا - دهلی میں سکونت تھي ' درانیوں کے حملے سے پریشان هو کر مرشدآباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ' وهاں سے فیض‌آباد آکر نواب شجاع‌الدوله کے خاص مصاحب هو گئے پیسے سے هاتھ جلنے کی وجه سے نواب سے خفا هو کر عظیم‌آباد راجه شتاب رائے کے دربار میں آ گئے ' باقي عمر عزت سے یہیں بسر کر دي -

اُن کي شاعري' گداز کا آئینه' اور کہنه مشقي کا ثبوت هے ' زبان اتنی صاف هے که دور موجودہ میں بھي اکثر شعرا کے بس سے باهر هے -

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں معانی کا دریا بھر دیتے ہیں - لطف محاورہ میں بے ساختگی ' بندش کی چستی یعنی غزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -

علی قلی ندیم کے شاگرد تھے [۱] ' سنہ ۱۱۸۶ ھ میں وفات پائی -

صنم بنا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

زخم دل تو سہا نہیں جاتا بن سہئے بھی رہا نہیں جاتا
اے "فغاں" دیکھنا سمجھ لینا دے کے دل' پھر لیا نہیں جاتا

ایسی نگاہ کی ' کہ مرا جی نکل گیا
جھگڑا مٹا ' عذاب سے چھوٹے خلل گیا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمئی بازار
مرتے ہم ' اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

جب گلشن بہار کو رنگ خزاں نہ تھا
مشفق ہمارے حال پہ تو مہرباں نہ تھا

---

[۱] تذکرۂ مصحفی -

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوئی مجھے
گویا کبھی چمن میں مرا آشیاں نہ تھا

ر کو فداے خنجر بیداد کرچکا
پہونچا میں اپنی داد کو فریاد کرچکا

ابھی مٹا نہیں دعوی ستم رسیدوں کا
کفن ہوا نہیں میلا ترے شہیدوں کا

کہا تو شب فراق میں جیتا رہا " فغاں "
یاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار کا

بے سبب شمع کب جلے ہے " فغاں "
لطف سوز و گداز میں پایا

مت قصد کر صبا تو دل داغ دار کا
ظالم ! یہ ہے چراغ کسی کے مزار کا

ساقی نہ میں ، یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل ، دیکھتے ہی ابر کو بے ساختہ بھر آیا

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بد نام
سنتے تھے "فغاں" جس کو سو آج ھی نظر آیا

اس قدر طاقت نہیں ' جو بال و پر بھی وا کروں
کس گرفتاری میں آیا ھوں الٰہی کیا کروں ؟

نہ اے قاصد ' میں رو رو یار کی فریاد کرتا ھوں
ترے دیکھے سے ' میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ھوں

میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہے
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں ؟

کاش ! آ جاوے قیامت اور کھے دیوانِ حشر
وہ "فغاں" جو ھے گریباں چاک فریادی کہاں

صیاد ! راہ باغ فراموش ھوگئی
گلچیں قفس سے للہ مت مجھے آزاد کیجیو

تقویت ھے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں ! کہہ تو ' کیا کہتے ھیں اس آزار کو ؟
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ھے ' اے خانہ خراب
سونپتا ھے کیا مرے سر سے درو دیوار کو

نکالا خط، همیں پیغام کیا ہو؟ اب اس آغاز کا، انجام کیا ہو
نہ اُلفت، نے محبت، نے مروت تری خاطر کوئی بدنام کیا ہو

مجھ مبتلا کی چشم، کہاں تک پرآب ہو
اے دل! خدا کرے ترا خانہ خراب ہو!

اس کے وصال و ہجر میں یوں ہی گزر گئی
دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا
کیا پوچھتے ہو حال "فغاں" کا سنا نہیں
خانہ خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

ہستی کے خواب نظر آتے جو عدم میں
ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

ممکن نہیں کہ غیر نہ ہو وے رکاب میں
تجھ کو خدا نہ لاے ہمارے مزار پر

یہ امتحاں نہ کر، اے میرے مہرباں عزیز!
جہاں میں کوئی بھی تجھ سے رکھے گا جان عزیز

پاؤں چلتے ہوئے دیکھے، تو بیاباں کی طرف
ہاتھ اٹھتے نظر آئے تو گریباں کی طرف

کہتا ہے یہ ' بہشت میں مستوں کی جا نہیں
زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ؟

خط بھیجو چھپا کے ' ملے وہ اگر کہیں
لکھنا نہ میرے نام کو ' اے نامہ بر کہیں

نے زندگی میں وصل میسر ' نہ بعدِ مرگ
عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد ' کیا کروں ؟

ملے ہے غیر سے ' ہرگز اسے حجاب نہیں
کہوں تو کہہ نہیں سکتا ' رہوں تو تاب نہیں
خراب دیکھ ' کہے گا مری خرابی کو
ہزار حیف ! کہ وہ خانماں خراب نہیں

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے ' کیا کام کروں میں ؟
کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

مت کوئی روشن کرو ' مجنوں کی تربت پر چراغ
روح جل جائے گی ' دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں‌خوار کے ہاتھ
بندہ گئے رشتۂ الفت سے ' گنہگار کے ہاتھ

صنم کہنے سے کیا خوش ہے وہ کافر
خدائی کا تصور' بندھ رہا ہے
"فغاں" کو وصل میں آرام کیا ہو
جدائی کا تصور' بندھ رہا ہے

عبث ! تو تڑپے ہے ' کُنجِ قفس میں مرغِ چمن
اسی تڑپ سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

شبِ فراق' نہ تنہا مجھے رلاتی ہے
یہ صبحِ وصل بھی' آنسو سے منہ دھلاتی ہے

اگر میری زباں پر ' بارِ دیگر انتظار آوے
ابھی رونے پہ ظالم دل ' مرا بے اختیار آوے

دل ' زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ہے
میں صید بلاکش ہوں ' مرا دام یہی ہے

تار کی طرح کہیں زلفِ بتاں سے ٹوٹے
یا الٰہی ! دلِ بیمار بلا سے چھوٹے

ضعیف ہے دل بیمار، اس قرینے سے
اٹک کے آہ نکلتي ہے میرے سینے سے

عشاق تیرے، گرمی بازار کر گئے
اس جنس کو گراں، یہ خریدار، کر گئے

اُٹھ چکا دل مرا، زمانے سے   اُڑ گیا مرغ، آشیانے سے
هم نے پایا، تو یہ ستم پایا   اس خدائی کے کارخانے سے

غیر از دوئي کے، مانع دیدار کون ہے
وہ یار ہوگیا تو پھر اغیار کون ہے ؟
بیم غضب، رکھے ہے ہمیں مغفرت سے دور
گر وہ کریم ہے تو گنہگار کون ہے

مجھ سے جو پوچھئے، تو بہر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئي، مري ووں بھی گزر گئي

ستم نامہرباں ہے اس قدر، اے میرے رب! کیا ہے ؟
مري تقصیر کچھ ثابت نہیں، وجہ غضب کیا ہے ؟

بھر لیجئو ! دامن میں "فغاں" لخت جگر کو
ہم خانہ بدوشوں کا ، سر انجام یہي ہے

تیرے هي دل سے پوچھئے ، اس غم کو هاں "فغاں"
الفت ، بري بلا هے ، کسي کو خدا نہ دے

یہ دل ، ترے وصال کا مذکور کیا کرے ؟
مقدور جب نہووے ، تو مجبور کیا کرے ؟

ترے فراق میں ، کیوں کر یہ درد ناک جئے
مرے تو مر نہیں سکتے ، جئے تو خاک جئے

اثر کرتي نہیں ، اس بت کے دل میں آہ ، کیا کیجے
عجب حالت هے میری ، اے مرے اللہ ، کیا کیجے

مجھ دل ناشاد کو ، هر وقت غم سے کام هے
کیا خوشي یارو زمانے میں اسی کا نام هے ؟

کٹ گئي ساري عمر ، غفلت میں
کچھ ، تري بندگی ادا نہ هوئی

عکس میرا ، شب ہجراں میں تماشائی ہے

ایک میں آپ ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

میں تو وہ ہوں ، کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب

لیکن اس دل سے میں ڈرتا ہوں کہ سودائی ہے

نالاں نہ ہو تو ، یار کے شکوے سے باز آ

سن پائے گا "فغاں" کوئی فریاد رس ابھی

قاصد ، جو نا امید پھرا کوئے یار سے

خفت مجھے ہوئی ، دل امیدوار سے

دل میں اس شوخ کے ہو پاس وفا ، سو معلوم

کہنے سننے کے لئے ، بات بنا رکھا ہے

مظہر

شمس‌الدین نام ، جانجاں لقب تھا - ان کے والد مرزا جان عالمگیر کے منصب‌دار تھے ، نسب ، ماں کی طرف سے محمد بن حنفیہ تک پہونچتا ہے ، باپ کی طرف سے تیموری خاندان سے تعلق تھا -

جب یہ پیدا ہوے تو عالمگیر نے "جانجاں" کا خطاب دیا اور کہا کہ "پسر جان پدر می باشد" ۱۸ برس کے ہوے تو ان کے والد نے انتقال کیا ، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

سیالکوٹی شیخ المحدثین سے حدیث کی تکمیل کی - تیس برس تک مشائخ نقشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب نہایت خوش تقدیر ' اور صاحب فضل و کمال تھے ' مستغنی ایسے تھے کہ کسی امیر کے سامنے نہ کبھی حاجت لے گئے اور نہ کسی کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے ' اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کردیا تھا ' عشق حقیقی کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اُردو کی غزلیں شرابِ کیف کے پیمانے ہیں ' معانی کا جوش ' الفاظ کی بندش سے باہر ہوا جاتا ہے -

مرزا صاحب نے اُردو تغزل کے آبِ حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ہے - ان کی زبان بھی سلیس ہے ' بندش کی چستی ' لطف دوبالا کرتی ہے -

انعام‌اللہ خاں یقین ' - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساون لعل بیدار - ہیبت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مند - مشہور تلامذہ تھے - مرتب گل رعنا نے ان کے شاگردوں میں " یکرنگ " کا نام بھی لیا ہے -

ان کے علاوہ بھی ' بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ہے - بقول بعض تذکرہ نویس ' ان کی تصانیف کے سلسلے میں " خریطۂ جواہر " شعراے فارسی کے کلام کا انتخاب ' فارسی کا منتخب دیوان ہے -

شاہ شاہد علی صاحب سبز پوش ' نخلص فانی رئیس گورکھپور کا بیان ہے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمی ' کتب‌خانہ

خانقاہ جونپور میں موجود ہے ' اس کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں ملتا -

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ھ میں شہید ہوئے -

---

چلے اب گُل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
یہ حسرت رہ گئی ' کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ' گُل اپنا ' باغباں اپنا
الم سے یاں تلک روئیں ' کہ آخر ہو گئیں رسوا
ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خانماں اپنا
جو تونے کی ' سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا ' جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا
مرا جلتا ہے جی ' اس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جس نے آسرے پر گُل کے ' چھوڑا آشیاں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ' ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا " مظہر " اپنا " جانجاں " اپنا

گر چہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں موا "مظہر" بیکس افسوس
کیا ہوا اس کو ' کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر ' میرزا " مظہر "
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

زخمي تري نگہہ کا ' اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کي بغل میں ' تک دم لیا تو پھر کیا

اس گُل کو بھیجنا ہے مجھے خط ' صبا کے ہات
اس واسطے لگا ہوں چمن کي ہوا کے سات
" مظہر " چھپا کے رکھیو ' دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بھیجنا ' ہے کسي میرزا کے ہات

سب یہ کہتے ہیں مر گیا " مظہر "
فی الحقیقت میں ' گھر گیا " مظہر "

ہم نے کي ہے توبہ اور دھومیں مچاتي ہے بہار
ہاے بس چلتا نہیں ' کیا مفت جاتي ہے بہار
ہم گرفتاروں کو ' اب کیا کام ہے گلشن میں ' لیک
جي نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں ' آتي ہے بہار

اتني فرصت دے ' کہ رخصت ہو لیں ; اے صیاد ! ہم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آزاد ہم

گر، گل کو گل کہوں، تو ترے رو کو کیا کہوں؟
بولوں نگہہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں؟

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے
آخر، یہ میرا دل ہے، الٰہی! جرس نہیں

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے
چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں
یہ بلبلوں کا، صبا! مشہدمقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

آج مت رنگ حنا سے کف پا، لال کرو
اے بتاں اس دل پر خوں کو، پامال کرو

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منھ لگایا ہے صنم نے بیرۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اِس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

الٰہی! مت کسو کے بیچ، رنجِ انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

تجلی ' گر تری ' پست و بلند اُن کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی

حنا ' تیرے کف پا کو ' نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھوں ' کیوں لہو روتیں اُنھوں کی نیند ' کیوں جاتی ؟

الہی ! درد و غم کی سر زمیں کا ' حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھہ نہ برساتی

یہ دل ' کب عشق کے قابل رہا ہے ؟
کہاں ! اس کو دماغ اور دل رہا ہے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو ' وہ دماغ و دل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی ' اک شہر میں قاتل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل   یہیں تک تھی ' ہماری زندگانی

اگر ملے تو رخصت ہے ' نہ ملے تو قیامت ہے
غرض ' نازک مزاجوں کی محبت سخت ' آفت ہے

حسرت

میر محمد حیات نام ' عظیم‌آباد وطن تھا ' ہیبت قلی خاں کے لقب سے مشہور تھے -

نواب سراج الدولہ ' ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے ' لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجي میں شہرت رکھتے تھے ' اُردو شاعري کو ترقي دیئے ' اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھي مشہور ھے بعض جگہہ اُن کے کلام میں تعقید ھے - مرزا مظہر جانِ جاں کے شاگرد تھے [ا] -

کیا پہلے عزیز اتنا ' گرایا آنکھ سے آخر
قیامت دور لےجا کر ' مجھے اے سر و قد پٹکا

عشق پوشیدہ ' نمایاں نہ ھوا تھا سو ھوا
چاک دل ' چاک گریباں نہ ھوا تھا سو ھوا

طلب نہیں مجھے ' حسرت ' بتوں سے دل کا کام
کہ عہد ھے مجھے ' دیدار کي گدائی کا
ہزار حیف نہ سمجھا تو ' رسم دلداري
رھا ھمیشہ ' تجھے ذوق دلربائي کا

مہربانی سے تو گھر کس کے نہ آیا تنہا
اک ھمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تنہا

[ا] مظہر کے شاگرد ھونے کی وجہ سے اُن کا نام دھلي کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ ' بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دھلي کي شاعري سے کوئي نسبت نہیں - مرتب -

رات اُس خانہ براندازِ نے، بزم اپنی سے
اور سب بیٹھے رہے مجھ کو اُٹھایا تنہا

سہر رکھتا ہے ہمارا شیوۂ دیوانگی
عشق نے، داغ جنوں سے ہم کو گلدستہ کیا
عالم بالا سے، حسرت! پہنچے ہے فیض سخن
فکر قد نے اُس کی، اپنا شعر برجستہ کیا

ترے سلوکوں سے، دل اب تو سیر ہے جاں سے
فریب لطف کا، ہرگز نہیں میں کھانے کا

نظروں میں اُس کی ہیں، کس کے لب خنداں "حسرت"
کیا بلا جوش میں، یہ دیدۂ گریاں ہے آج!

دلدار کا وصال، میسر ہو یا نہ ہو
مشتاق کو ہے شام و سحر، انتظار فرض

خواری نے مجھے عشق کی، جینے سے کیا سیر
جی جائے کہیں! تاکہ مٹے یہ خلش دل

میں تیرے قول کا قائل ہوں، ناصح مشفق!
ولے قرار دل بے قرار، ہے مشکل

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ' اور جفا سے ہم
نالاں رہے ہے ہم سے وفا ' اور وفا سے ہم
ہم خاک کوے یار رکھیں ہیں ' وہ بوے گل
سودا کرے ہے ہم سے صبا ' اور صبا سے ہم
اس کی امید وصل میں ' از بس ہے ناقبول
ہے ہم سے شرمسار دعا ' اور دعا سے ہم

برہمن ہونے کو آتا ہے ' بتا سچ آج کون ؟
ہو رہی ہے ہر طرف ' " حسرت " صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ' حیراں ہیں ہم
کیا کوئی حسن کی دولت کے ' نگہباں ہیں ہم
کون دیوانۂ بد مست کی ' رمزیں پاوے
حسرت اس چشم سخن گو کے ' زباں داں ہیں ہم

تپا کرتا ہے دل ہر لحظہ ' لب پر رہتی ہیں آہیں
نگاہیں تھک گئیں ' تکتے ہی تکتے یار کی راہیں

ہم سے وحشت ' اسے کیا کہتے ہیں ؟
سب سے الفت ' اسے کیا کہتے ہیں ؟
لی اُٹھا ' چشم مروت ہم سے !
بے مروت ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

اس کے دل میں ، کبھی تاثیر نہ کی
اے محبت ! اسے کیا کہتے ہیں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں ، ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یا رب ! کلبۂ تنہائی کہاں ؟

میں جدائی میں بھی ، دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ ، آنکھوں سے مری ، دور نہیں

ہاتھ سے اپنے نہ دے ، وصل کی فرصت راحت
پھر خدا جانے ، کہ ہم ہوویں کہاں ، یار کہاں ؟

گرچہ ہیں غواص دریائے سخن ، " حسرت " ! سبھی
ہر قلم کو ، دست گاہ گوہر افشانی نہیں

توقع ، عشق میں ، کس سے رکھوں میں دوست داری کی
ہماری ہمدمی ہے ، بہار خاطر آہ و افغاں کو

کم نگاہی سے ، کم اِدھر دیکھو دیکھتے ہو تو ، پھر نظر دیکھو

دل مرا لے کے ، میاں ! جان طلب کرتے ہو
لوٹ تم نے تو مچائی ہے ! غضب کرتے ہو

جو ہوتا محرم راز رموز عاشقی ، "حسرت"
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ، وہ یہ انداز کیا سمجھے

مقید زلف کا ہوں ، اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟
ہوائے سیر گلشن کو ، اسیر دام کیا جانے ؟

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسي اور سے

سر مرا خاک ہوا ، راہ وفا میں آخر
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائي نہ گئي

عاشق زار کي عرض ، اے شہ خوباں سن لے
دل پہ سر درد کا آزار برا ہوتا ہے

بلا کش عشق کے ، اجر وفاداري کے طالب ہیں
بتوں کو ، حسن توفیق جفا کاري ، خدا دیوے

اے دل ! نہیں سینے میں ، قرار اب تجھے اک دم
پھر کس سے ؟ تري ، خانہ خراب آنکھ لگي ہے

بھرا ہے دل ' مژۂ اشک بار سے اب کے
اماں ہے ' گریہ بے اختیار سے اب کے

عشق میں ' خواب کا خیال کسے ؟
نہ لگی آنکھ ' جب سے آنکھ لگی
یـــار آتـــا ' نظـــر نہیں آتـــا
ہے اُدھر میری کب سے آنکھ لگی

حسد سے ہم صفیروں کے چمن ہے تنگ اب ہم پر
دعا تک میری ' اے باد صبا ! صیاد کو پہونچے

جو دلدار اپنا ' کوئی اور ٹھہرے
محبت میں ' کچھ زیست کا طور ٹھہرے

تمہیں اے مے کشو ! ہو نوش جاں پیمانۂ عشرت
لبالب خون دل سے ' ہم تو اپنا جام کر بیٹھے

ایک پر خوں ' ایک ہے پر اشک ' تیرے ہجر میں
یعنی چشم و دل کا پیمانہ ' یہاں لبریز ہے

عشق کی ' عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک
طـرز سوزش ہے جـدا ' شمع سے پـروانے کـی

دشوار پڑا سخت ، ترے کوچے تک آنا
ہر روز مری راہ میں ، اک سنگ نیا ہے

موحد بھی نہیں ہوتے ہیں منکر ، بت پرستی کے
بنایا جس نے تجھ سا بت ، میں اُس اللہ کے صدقے

یہ دوستی ، یہ مروت ، یہ غم گساری ہے
کہ ناخوشی میں ہماری ، خوشی تمہاری ہے

اتنا نومید نہ ہو ، دل کو خوشی رکھ ، "حسرت" !
صبر کر ، دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

یقین

انعام اللہ خاں یقین ، مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں تھے - ۲۰ برس کے سن میں انتقال کیا ، لیکن اس عمر میں بھی طبیعت قیامت تھی ، اپنے زور طبیعت کے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتے تھے ، میر تقی میر کی یہ رائے صحیح نہیں کہ " ذائقہ سخن فہمی نہ دارد " -

ان کے کلام کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ " مرتبہ استادی " میں کسی سے کم نہیں ، کلام میں سلاست اور گداز ہے ، مختصر الفاظ میں مضمون آفرینی کی شان نمایاں ہے - دیوان شایع ہو گیا ہے -

سریر سلطنت سے ' آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے ' سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرتا ' کیا مناسب تھا بہاروں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

" یقیں " ! امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے
اگر پرہیز تو کرتا ' تو یوں بیمار کیوں ہوتا ؟

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
" یقیں " ! سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا ؟

رہا میں بے خبر ' افسوس ' لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا ' کنج قفس میں آشیاں کرتا
کیا مجھ کو " یقیں " ! اس ناتوانی نے خجل ' ورنہ
گلی کو یار کی ' اپنے لہو سے گلستاں کرتا

اس گل سے کچھ حجاب ' ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی ' گلستاں نہ تھا

یہ کوہ طور ' سرمہ ہوگیا سارا ہی ' کیا کہیے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا ' تو دیوانے کے کام آتا

نہیں معلوم، اب کے سال، مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کر لینے سے، پیمانے پہ کیا گذرا
مجھے زنجیر کر رکھا ہے، ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا
برھمن سر کو اپنے پیٹتا تھا، دیر کے آگے
خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا؟
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا؟

پاؤں کو اپنے، "یقیں" کی چشم گریاں پر، نہ رکھ
مت کر اے گُل، آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت؟
نگہہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت؟
یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت؟

تصور کرکے لیتا ہوں مزہ میں اُس کی باتوں کا
مرے اس چپکے رہنے کا ہے، وہ شیریں دہن باعث
محبت کا نہیں ہے ظلم بھی، خالی عدالت سے
ہوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

رنگ گل کی آگ پر ' دامن نہ مار ' اے باد صبح
کیا کریں گی بلبلیں ' پھر آشیانے کا علاج
شیشۂ دل کے تئیں اپنے ' سنبھال رکھ "یقیں"
پھر کرے گا کون ' اس کے پھوٹ جانے کا علاج

فصل گل بھی آن پہنچی ' دیکھیے کیا ہو "یقیں" !
اب کے چلتا ہے جنوں پر ' جی ہمارا بے طرح

باغباں بے رحم اور دربند ' دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر ' گلشن میں جاوے کس طرح

کرے ہے آئینہ ' بے طرح نکتہ چینی حسن
نہ کر تو اِس کو ' اب اتنا بھی روبرو گستاخ
ترے ادب سے ' جنوں کو گیا ہوں ایسا بھول
کہ ہاتھ جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

پھوک کر جی نکل جاوے گا ' بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گل بدن بس کر

بہار آخر ہوئی ہے ' اب تو سینے دے گریباں کو
"یقیں" ! کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ پن ' بس کر

ایک شب ' تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
اس قدر بھی پاسباں ! بے خانماں کو نہ چھیڑ

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے ' اپنی جا ' قفس
ورنہ تک پھونکیں ' تو ہو جاویں تہہ و بالا قفس

جنوں کے ہاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا
رفو کرنا " یقیں " ! میرے گریباں کے نہیں لائق

کیوں عبث سیتا ہے ناصح ! تو " یقیں " کا چاک جیب
ہاتھ اس کا چھوڑتا ہے کب ' گریباں کا خیال

ہمارے درد کی دارو ' اگرچہ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی ! بات پی جانے کا کیا حاصل ؟

بہ مقدار جفائے یار ' بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ہیں

درد بن ' ہم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

ہم تو حاضر ہیں ' عشق یار کہاں
خار و خس جمع ہیں ' شرار کہاں

کرتا ہے کوئی یارو ' اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ ' اب کھول دو زنجیریں

گلی میں عشق کی ' دل بھول جاپڑا تھا "یقیں" !
پھر ان دنوں سے دوانے کا کچھ سراغ نہیں

عمر آخر ہے ' جنوں کر لوں ' بہاراں پھر کہاں
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو ! گریباں پھر کہاں
ہے بہشتوں میں "یقیں" ! سب کچھ ولیکن درد نہ
بھر کے دل رو لیجئے ' یہ چشم گریاں پھر کہاں

کوئی دن اور کرنے دو جنوں ' مجھ کو بہاراں میں
عبث سیتے ہو اس کو ' کیا رہا ہے اس گریباں میں

بلائے عقل سے ' کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر مے کدہ ' یارو کہیں پناہ نہیں

بتاں خدا کی خدائی کے سب مظاہر میں
جو ان کا بندہ ہوا ہے تو کچھ گناہ نہیں

اسیران قفس کی ناامیدی پر ' نظر کیجو
بہار آوے ' تو اے صیاد ! مت ہم کو خبر کیجو
کہا جاتا نہیں مجھ سے ' جو کچھ تیں کہہ سکے کہیو
مری اس بے زبانی پر نظر ' اے نامہ بر کیجو

جفا کے عذر میں ' اے ظالمو نہ دیر کرو
مری زباں کو ' شکایت پہ مت دلیر کرو

یہ محراب نماز بے خودی ہے زاہداں ! سمجھو
خدا کے واسطے ' مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

عمر میں ' تیں نے تو دیکھی ہے ' بہت غم خواری
اب تو اے چرخ ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

جو نہ جی سکتے ہوں بے تابی سے پھر ' وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

کسو کا دست کوتہ ' اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کی زباں ' مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

کیا دھوم مچائی ہے ' صحرا میں دوانوں نے
اس فصل مبارک میں ' آباد ہے ویرانہ

بدلہ ترے ستم کا ' کوئی تجھ سے کیا کرے ؟
اپنا ہی تجھ فریفتہ ہووے ' خدا کرے
قاتل ہماری لاش کی ' تشہیر ہے ضرور
آئندہ ' تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اس اشک و آہ سے مجھ کو ' ہوا [۱] یہی معلوم
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے ' کچھ جلا بھی ہے

حق ' مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں ' خدا نہ کرے
ناصحو ! یہ بھی کچھ نصیحت ہے
کہ "یقیں" یار سے وفا نہ کرے

اپنے بندوں کو جلا کر خاک کرتے ہیں ' "یقیں" !
اِن بتوں کی ضد سے ہوجاؤں مسلماں تو سہی

چلا آگے سے جب کشتی میں ' وہ محبوب جاتا ہے
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے

نوٹ - [۱] مصحفی نے اپنے تذکرے میں یہ مصرعہ اس طرح لکھا ہے :-
اس اشک و آہ سے سودا بگڑ نہ جائے کہیں " - مرتب ۔

بہار آئی ، بجاو عندلیباں ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

دوانا ہوں میں ، جی دیئے میں مجنوں کے سلیقے کا
مزا لے لے کے ، مرنے کی طرح ، فرہاد کیا جانے

اجل نہ چھوڑے گی آخر ، "یقیں" کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ، ترے پاؤں پر نثار کرے

اگر اس کی جگہہ ، پہلو میں ہوتا خار ، بہتر تھا
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار ، کیا کہیے

بے قراری کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو ، زیر تیغ
مارنا سیماب کا مشکل ہے ، قاتل کیا کرے

نہ دے فرصت کہ اِن ہاتھوں سے کچھہ کام اور ہی نکلے
ہم آخر ہوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

عجب سج سے کیا ہے قتل مجھ کو ، کوئی مت ٹوکو
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید ' مری فریاد کو پہونچے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی ' تو کیا ہوگا
بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں ' اور یہ گریباں ہے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے ' کیا تجھے ناصح ؟
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

مفت کب آزاد کرتی ہے ' گرفتاری مجھے
جان آخر لے کے چھوڑے گی ' یہ بیماری مجھے

عاشق جو رہے جیتا ' معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل جانا پروانے کو کیا کہیے

سبزے میں " یقیں " ! آہو کیا حور سے پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیے تو ویرانے کو کیا کہیے [۱]

بیان

(خواجہ) احسن‌اللہ نام ' آباد و اجداد کا وطن اکبرآباد تھا '
دہلی میں پیدا ہوئے ' آخر عمر میں حیدرآباد گئے اور وہیں

---

[۱] گل رعنا -

زندگي بسر كي ' وفات بهي وهيں هوئي ' خليق ' پاكيزه مزاج ' ظريف الطبع ' كثيرالاحباب اور متواضع تهے ' شاعري كے فنون پر عبور تها -

كلام ميں سادگي ' سادگي ميں لذت اور كشش هے ' جابجا نمكيلي دل كے زخم پر نمك پاشي كرتي هے ' محاورات كي بندش چست اور بے ساخته هوتي هے - مرزا مظهر كے شاگرد تهے ' راے گلاب چند ' ان كے مشهور شاگرد هيں ان كا قلمي ديوان انڈيا آفس ميں موجود هے سنه ۱۲۱۳ھ ميں وفات پائی [۱] -

مت سمجهه بے حواس ' اے همدم
شكوۀ هجر ' ميں جو سر نه كيا
گو كه خسرو نے ' سو بنائے قصر
دل ميں شيريں كے ' ايک گهر نه كيا
كيا غبار اُس كے دل ميں تها ' كه " يقيں " !
خاک پر بهی مري ' گذر نه كيا

اس راه عاشقي ميں چلنا اسے روا هے
سر اول قدم پر ' جو شخص كهو سكے گا
تقليد كر " يقيں " كي رويا تو بوالهوس بهي
پر سخت دل ' مژه ميں كهونكر پرو سكے گا

---

[۱] تذكرۀ مصحفي - ديوان يقيں -

قفس میں ، میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں ، تڑپتا ہوں ، کوئی پروا نہیں کرتا

سیرت کے ہم غلام ہیں ، صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

بے حساب دوستاں درد دل ، مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست ، جو دل میں بھی کرتے ہیں حساب
خان و ماں کچھہ ہم بھی رکھتے تھے کبھو ، لیکن " یہاں "
اب بھی در ہے ، یہی گھر ، خانۂ الفت خراب

تو بزم سے اُٹھا ، کہ ہوئی تلخ مے کشی
میں سچ کہوں ، شراب کو سمجھا حرام آج

خدا کے واسطے مت کہیو پھر کہ مے ، کم ہے
کہ اُس کے سلتے ہی ساقی خمار ہے موجود

حال غربت میں ، دیکھئے کیا ہو ؟
رہ خطرناک اور منزل دور
گو کہ ہے یار تو ، بہ دل نزدیک
سیکڑوں کوس مجھہ سے ہے دل ، دور

جز خدا ، آشنا نہیں کوئی
کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار
پامال ہوگئے ترے دامن سے چھوٹ کر

جھانک ، تک باغ دل میں اپنے "بیاں"
اس چمن میں بھی ، کم بہار نہیں

چراغ صبح ہوں ، یا آفتاب وقت آخر ہوں
کوئی ساعت کا مہماں ہوں ، کوئی دم کا مسافر ہوں
تمنا بادشاہی کی ، کسی سفلے کو ہووے گی
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ
خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

کہتا ہے کون ، ہجر مجھے صبح و شام ہو
پر وصل میں بھی لطف نہیں ، جو مدام ہو

بوسے کے نام ہی پہ ، لگے کاٹنے زباں
کتنی عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

کوئی ایسا، جہان میں نکلے
کہ درست، امتحان میں نکلے
سو برس میں، نہ نکلے دل کی خلش
اور نکلے، تو آن میں نکلے
کچھ یہ لازم نہیں، کہ جنس عزیز
مصر ہی کی دکان میں نکلے

رسوا نہ کر، خدا سے ڈر اے چشم تر مجھے
آنا ہے اُس کی بزم میں، بار دگر مجھے
میں سست گام، قافلۂ عمر تیز رو
تنہا نہ چھوڑ جائیں کہیں، ہم سفر مجھے
ساقی تری نگاہ کے صدقے، میں، ایک بار
دونوں جہاں کی فکر سے کر، بے خبر مجھے
جتنا ستم کرے وہ اُٹھاؤں گا میں "بہار"
دل کے عوض بھی، حق نے دیا ہے جگر مجھے

جادو تھی، سحر تھی، بلا تھی
ظالم! یہ تری نگاہ، کیا تھی؟
مارا ہے "بہار" کو جس نے، اے شوخ!
کیا جانئے؟ کون سی ادا تھی

کون کہتا ہے، چاہ مشکل ہے
چاہ آساں، نباہ مشکل ہے

صلح اور جنگ، تجھ کو سب آساں
مجھ کو ہر طرح، آہ مشکل ہے

مبارک ماہ کنعاں! اے زلیخا چشم ما روشن
بس اتنی بات کہنے مصر میں یعقوب جاتا ہے

سلگتی ہے اِک آگ، مدت سے یاں
اس آتش کی گرمی، کدھر جاے گی
جو ہم بن، تمہاری، گزرتی ہے خوش
ہماری بھی، تم بن گزر جاے گی

میں جانتا تھا، وصل کی شب بھی دراز ہے
آنکھیں جو کُھل گئیں، تو در صبح باز ہے

اسی امید و بیم میں گذری
گاہ کی اُن نے مہر، گاہ نہ کی

ہے کدھر تیس، کہاں ہے فرہاد
عشق سے، نام چلا جاتا ہے

مري ناؤ پهونچي هے' آ' ملنج دهار
تري اک توجهہ سے' بس پار هے

بهار آئي هے اے ناصح! همیں بے باک رهنے دے
همارے طور پر هم کو' گریباں چاک رهنے دے

یا هوجیئے افلاطوں' یا عقل کو کهو مجنوں
دنیا میں بهر مضموں' اک نام تو کچهہ کرئے
آیا وہ مہ تاباں' جاں هم نے کری قرباں
جب آوے کوئي مہماں' اکرام تو کچهہ کرئے

پائے طلب' بیٹهہ کے کهینچوں کہاں
خانہ نشینی کو بهی' گهر چاهئے
دل تجهے' جیسا کہ خدا نے دیا
مجهہ کو بهي' ویسا هي جگر چاهئے

شب فراق کي دهشت سے' جان جاتي هے
یهي هے صبح سے دهڑکا' کہ رات آتـي هے

کہا تها سارباں کے کان میں' لیلے نے آهستہ
کہ مجنوں کی خرابی کا' کہیں مذکور مست کیجو [۱]

---

[۱] انتخاب حسرت - تذکرۂ مصحفي ، نکات الشعرا -

تاباں

میر عبدالحئی نام ' دھلی کے رھنے والے ' حضرت موسیٰ علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے ' ابتدائے جوانی میں انتقال کیا ' صاحب دیوان ھیں - سلاست کے ساتھہ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود ھیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ھے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے ' شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ھے ان کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ ' الاصلاح دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود ھے ' دیوان چھپ بھی گیا ھے -

---

آشنا ھو چکا ھوں میں سب کا
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

بھلے برے کی ترے عشق میں اُڑا دی شرم
ھمارے حق میں کوئی کچھہ کہو ' ھوا سو ھوا

جو کہ عاشق ھو میں کہتا ھوں اُسے ' لیوے سیکھہ
شمع جلنے سے کی ' پروانے سے مرنے کی طرح

کیا قتل اُن نے مجھہ کو ' غیر سے مل
ھوا دشمن جدا خوش ' وہ جدا خوش

بے وفاؤں سے ' جی میں ہے '' تاباں ''
اور سب کچھ کروں وفا نہ کروں

گر تو ناخوش ہے ' مرے شور جنوں سے ناصح
کر مجھے شہر بدر لائق زنداں تو نہیں

اب ہم ' دنوں کو اپنے نہ رووین تو کیا کریں
کرتے تھے جن میں عیش وہ ایام هي نہیں

ان جان ہو تو اُس سے کوئي درد دل کہے
جو جانتا ہو اس کو میں آگاہ کیا کروں

برستا ہے مینھ ' میں ترستا ہوں مے کو
غضب ہے یہ ' باران رحمت نہیں ہے

مجھے ان دنوں سخت دیوانہ پن ہے
کدھر کو ہے مجنوں ' کدھر کوہ کن ہے

یہاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
تمنا تری ٹھوکروں کی ہے لیکن
رکھوں پاؤں پر سر ' یہ جرات کہاں ہے

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے
شور جلوں کا سرد ہے بازار، ان دنوں
آوے بہار جلد، الہی ہوا پھرے [۱]

شاعر

میر کلو نام، میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱] تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے -

مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ہے ان کے کلام میں بھی موجود ہے -

ہر بوالہوس سے مل کر اے "عشق"! مت سبک ہو
ہے کام عاشقوں کا، تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کی
کہہ! ترا اس میں کیا ضرر ہوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ہے
یہ بتاں کا حسن اور یہ جوش ایام شباب

دیوانہ ہے' جنوں سے کہیں مر نہ جائے دل
نام بہار روبرو اس کے نہ لو عبث

رونے میں دم کے رکنے کی گر ہے یہی طرح
تو جوش غم سے ہم نہیں بچتے کسی طرح

کس سے جاکر کروں تری فریاد
توھی دے آپ اپنے ظلم کی داد

ہے روشنی کو بس' دل سوزاں مرا مجھے
تربت پہ میری لائے کوئی یا نہ لائے شمع

یاں تک تو عزیز تھا ترا غم لے گور میں بھی اسے گئے ہم

کوئی ہو کعبے میں خوش' کوئی دیر میں محظوظ
ہمیں تو ایک دن اس بن کہیں قرار نہیں

کیوں نہ ہووے بہار آنکھوں میں
ہے مرا گل عذار آنکھوں میں

کیا کیا اثر دئے هیں بتوں کی نگاہ کو
یارب عطا هو کچھ تو هماری بھی آہ کو

کروں میں جوش جنوں ضبط کس طرح یارو
کہ آہ سینے میں میرے ' نہیں سماتی ہے

کیا کام ہے تک تو ٹھیر ظالم
کیوں پا بہ رکاب هو رہا ہے [۱]

ضیا

(میر) ضیاءالدین نام ' دهلی کے رهنے والے تھے ' آخر میں عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے ' میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے هیں کہ جب کوئی شعر سوز و گداز سے بھرا هوا سنتے تھے ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع هوتی هیں ' سادگی بیان میں دل نشیں انداز ہے رباعیوں میں بھی گداز ہے -

میر حسن - راجہ شتاب رائے (ساکن عظیم آباد) کے بیٹے ان کے شاگردوں میں مشہور هیں - سنہ ۱۱۹۴ ھ میں وفات پائی -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - تذکرۂ میر حسن -

جمع کرکے درد سارے ' تونے پیدا دل کیا
کہہ تو اے دست قضا ! پھر اس سے کیا حاصل کیا ؟
کیا مزے سے جي نکلتا جو وہ تک پھر دیکھتا
کام آساں مجھ پہ قاتل نے مرے ' مشکل کیا

باؤ بھی کھائي نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے هي کمھلانے لگا
کل کي رسوائي تجھے کیا کم نہ تھي اے ننگ خلق ؟
اُس کے کوچے میں " ضیا " تو آج پھر جانے لگا

برس اے ابر جتنا چاھے تو ' اب تیري باري ھے
کبھي دل تھا تو میں بھي رو رو ' اک دریا بہاتا تھا

کیوں گریباں دم بہ دم کرتا ھے اپنا ' چاک تو
هاتھ سے تیرے " ضیا " ! کس گل کا دامن چھٹ گیا

ھر طرف زخم زخم تھا ' ھر سو سے داغ تھا
دل بھي " ضیا " ! ھمارا کبھي رشک باغ تھا

کیا کہا قاصد ؟ " ضیا " سنتے ھي جس کے مر گیا
بات تھی کچھ یاس کي یا ھجر کا پیغام تھا

آہ کرتے دھک گئے ہیں ہم — کیا شتابی بھوک گئے ہیں ہم
آپ کو آپ میں نہیں پاتے — آہ کیدھر بہک گئے ہیں ہم

جیسے دو ہم درد آپس میں کریں غم خوار گی
دل ہمارا درد اپنا ' دل کا غم کھاتے ہیں ہم

جان کر زلف ' دل ! نہ دھس اس میں
دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں
دل تو غنچہ ' جھڑ پڑا افسوس
رہ گئی کھلنے کی ہوس اس میں

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن‌ترانی پر
کہ موسیٰ ہووے بے خود اور ہو دیدار پتھر کو

کبھی جا گل کو دیکھے ہے ' کبھی دیکھے ہے نرگس کو
خدا جانے یہ چشم اپنی ' پھرے ہے ڈھونڈتی کس کو

آہوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعلہ تو بھوک اُٹھ !
بجلی کی طرح مجھ پر ' اک بارگی کوک اُٹھ

آهستہ پانو رکھیو اے بوئے گل چمن پر
سوتے ہیں اس زمیں میں ' نازک دماغ کتنے

تربت "ضیا" کی دیکھی؛ کل رات دور سے میں
آئے مجھے نظر واں، شمع و چراغ کتنے

سب اُمید اپنی کر حصول، گئے
اک ترے در سے ہم ملول گئے
بھول کر بھی کبھی نہ یاد کیا
ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے

برعکس وصیں آئیں، اس کے نباہنے کی
شاید یہی ہے تاثیر اس دل کے چاہنے کی
جلدی "ضیا" خبر لے، آتی ہے تجھ جگر سے
آواز ناتواں سی، دل کے کراہنے کی

تک آہ بچ نکل، نہ کہیں دل تھلک پڑے
یہ جام بھر رہا ہے مبادا چھلک پڑے
ترے "ضیا" کا حال، میں پوچھا تھا شمع سے
اک آہ اُس نے کھینچی اور آنسو ڈھلک پڑے

کسی کا نام لے، کوئی عشق اپنا یاد کرتا ہے
مروں ہوں بدگمانی سے کہ شاید تجھ پہ مرتا ہے

کیا جور ؟ کیا تعدی ؟ جو کچھ کرو بجا ہے
بدلا ہے دل دہی کا ' اس کی یہی سزا ہے

یہ آرزو '' ضیا '' کے دل کی ' بتاں ! خدا دے
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

اک تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر
مسکرانا ہے ترا یا کہ کوئی افسوں ہے

کون سے زخم کا ' کھلا ٹانکا آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

نہیں کھلنے کی اُمید ہی ' نہیں بو کی آس ہے
غنچہ ہوں دل کا ' مجھ میں فقط داغ یاس ہے
تم تو ہمارے پاس سے جاؤگے کل ' یہ ہائے
اپنی نظر میں ' آج جہاں سب اُداس ہے

کعبے میں چھپ رہا ہے یا دھر میں نہاں ہے
خانہ خراب ! جلدی تو بول اٹھ کہاں ہے

(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے
کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے
گر یار کبھے میں اپنے ہوتا ، تو ہم
کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے [ا]

احسن

مرزا احسن علی نام ، دھلی کے باشندے تھے - نواب شجاع الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا خاص رنگ ھے ، اِن کي غزل میر ضیا کا عکس معلوم ہوتي ھے ، اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا - سنہ ۱۱۶۵ھ میں بہ مقام عظیم آباد پٹنہ انتقال کیا -

---

اسي لئے تو میں تجھ سے خفا ھوں اے " احسن "
گھڑی گھڑی مرے پاؤں کو چشم تر ، نہ لگا

ھجر میں کیوں کر نہ ھووے آہ و زاري بیش تر
ھے قرار اس دل میں کم اور بے قراري بیش تر
روز ھجراں ھي میں تنہا ، کچھ نہیں روتے ھیں ہم
وصل کي راتیں کٹتیں یوں ھی ھماري بیش تر

[ا] خمخانۂ جاوید - چمنستان شعرا - تذکرۂ مصحفی - گلشن ھند -
ان کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ھوا ھے ؛ مرتب -

خاک چمن میں ' کس کی ملي آرزوے دل
جو غنچہ یاں کھلے ہے تو آتي ہے بوئے دل
جو دل اُدھر گیا سو وہ ماٹی میں مل گیا
تیري گلي میں خاک کریں جستجوے دل

سجدہ گہ ہے خاکِ "احسن" اب تو ساري خلق کي
جان دي تھي اُس نے کس کي حسرت پابوس میں

تم غیر کے ہاتھوں سے ' واں جام چڑھاتے ہو
یاں حلق میں ' لوہو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں

چھٹتا ہے کوئي نالہ ' ہم سے دم آخر تک
دم جب تئیں ہے دم میں ' دم آپ کا بھرتے ہیں

محروم ہم ہوں ' محرم اسرار ہو کوئی
خلوت میں ہو کوئی ' پس دیوار ہو کوئي
راتوں کو اُس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے
دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئي

زخم لگا کے سیکڑوں ' کرنے لگا شمار وہ
جو ہوئي سو ہوئی دلا ! اب تو سر حساب ہے

نامہ پتنگ کے ہاتھ سے ' آئینہ دیکھنے لگا
اس سے یہ ہم پہ کھل گیا صاف ہمیں جواب ہے

یاد سے "احسن" ان دنوں ' کن نے ہمیں بھلا دیا
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود بہ خود اضطراب ہے

اسی منہ سے تمہیں دعووں سے خواری ہے اے "احسن"
ہوا ظرف آپ کا معلوم ' دو ہی جام میں بہکے [ا]

عشق

رکن‌الدین نام ' گھسیٹا عرف تھا - دھلي کے رھنے والے تھے - شاہ فرھاد مشھور درویش کے نواسے تھے -

شروع جواني میں دھلي سے مرشدآباد گئے تھے ' جب تک وھاں رھے اعزاز دنیاوي حاصل تھا ' وھاں سے عظیم‌آباد آئے تو ان کے پاس تو کل سرمایہ تھا اور فقر و درویشی طرۂ امتیاز -

تغزل میں تصوف کي چاشني بھري ھوئی ہے ' انداز بیان دل نشیں ' زبان سلیس اور اثر انداز ' ترکیب میں بے ساختگي ہے -

---

[ا] گلشن ھند - تذکرۂ میر حسن -

باتیں نہ سن تو میری جل جائےگا دوانے
میں برق آسماں ہوں ' یا " عشق " کی زباں ہوں

دیکھلے بن اُس کے یک دم ' چمن یہ رهتا نہیں
اس دل کافر کے هاتھوں سخت گھبرائے هیں هم

قدرت

میر قدرت‌اللہ نام ' میر شمس‌الدین فقیر کے عزیز اور شاگرد تھے ' دھلی وطن تھا ' آخر عمر میں مرشدآباد میں سکونت کر لی تھی ' یہاں کے امرا نے ان کی عزت کی ' اس لیے فراغت سے زندگی بسر کی -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پھر بھی روکھے پھیکے معلوم نہیں ہوتے ' حتی‌الوسع زبان کا خیال رکھتے هیں ' غزل گوئی کے نکات اور ضروریات سے واقف هیں - سنہ ۱۲۰۵ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

هنگامۂ پرهیز و ورع اب بہ سر ایا
اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر ابرتر آیا
کچھ دیر هوئی ' اشک نہیں آنکھوں سے گرتے
شاید تہِ مژگاں ' کوئی لختِ جگر آیا

---

[۱] گلزار رعنا -

ترے حضور میں ' جب قصد عرض حال کیا
هجوم گریه نے ' میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں ' توڑے یہاں تلک ناخن
که ایک بدر کا کاسه ' پُر از هلال کیا

ٹوٹی کمند ' بخت کا وہ زور رہ گیا
جب بام دوست ' هاتھ سے کچھ دور رہ گیا
اُوپر سے زخم گرچہ ھرے ھو چلے ولے
ناسور تھا جگر میں ' سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل ' یاں جو نت مسدود تھا
اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جاپر ظہور
اپنی اپنی حد میں جو پشه تھا اک نمرود

بے تابیوں سے ' یہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
آنسو تھمے هیں ' پر نہیں سوکھی هے چشم تر
دریا اتر گیا هے ' یہ گرداب رہ گیا

هم په ایام مصیبت ' آج پھر آنے لگا
یار گھر جانے لگا ' اے وائے گھر جانے لگا

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون رہ بتلا سکے، جب خضر بھکانے لگا
کب تلک، اے نالہ! زیر لب رہے گا تو گرہ
حوصلہ باقی نہیں بس جی تو گھبرانے لگا

دل سدا، سینے میں جلتا ہی رہا
لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
تونے گو مجھ کو دلاسے میں رکھا
جی مرا، تو بھی تو گھلتا ہی رہا

آگے نہ چل سکا، ترے کوچے کو چھوڑ کر
خورشید، جا کے تابہ لب بام، رہ گیا
"قدرت"! کس آسرے یہ کٹے گی یہ زندگی
آنے سے اب تو نامہ و پیغام رہ گیا

آتش فروز دل ہے، تا حسن شعلہ رو کا
ہر اشک ہے شرارہ، ہر آہ ہے بھبھو کا
ڈھونڈھے ہے پاس اب کیا؟ سینے میں غمزدوں کے
مدت سے لٹ چکا یاں، سامان آرزو کا
کشتہ ہوں جان و دل سے، تیرے خدنگ کا میں
پھر کساں میں، ہے گا پیاسا مرے لہو کا

تشنہ لب مرتا ہے نت، موجِ دمِ شمشیر کا
اے غرور ناز! کچھ بھی فکر اس نخچیر کا
رنگ خون تشنگاں، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں
ہوں اسیر ناتواں اُس خاک دامن گیر کا

گھر سے جس وقت، وہ غارت گر ایماں نکلا
کفر سے گبر گیا، دیں سے مسلماں نکلا

اس چشم سے ہو کے آب نکلا   سینے سے دل خراب نکلا
جو نالہ جگر سے پار نکلا   لے سیخ پر اک کباب نکلا

بیت‌الحزن میں، شب کہ ترا انتظار تھا
کھٹکا ہر ایک دل کا، مرے جی کے پار تھا
ایدھر بھی ایک بار، جفا کی عناں کو پھیر
دل ہے خدنگ دوست، جگر ہے سناں طلب

دست‌برد ظلم سے تیرے، ہیں جتلے ہم خراب
اس قدر بھی ہو وے کا عالم میں کوئی کم خراب
زخم سے دل کے ابھی اے چارہ گر بہتا ہے خوں
مت ڈبو بے فائدہ پھاہئے، نہ کر مرہم خراب

کبھی رونا، کبھی سر کو پٹکنا   خوشا ایامِ اوقاتِ محبت

هرزہ گردی سے رهائی کی چهوا
پهر مجهے زنداں میں ' اے زنجیر ! کهینچ
جان هے وابستہ ' اس پیکاں کے ساتهہ
میرے پہلو سے نہ ایذا تیر کهینچ

ذرا قفس سے قفس ' تو ملا کے رکهہ صیاد
کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

کسے جز خون دل ' مے خانے میں منظور هے ساغر
مری آنکهوں میں تجهہ بن ' دیدۂ ناسور هے ساغر

آہ روے پاک تیرا ' کس طرح آوے نظر
لخت دل جب چها رها هو دیدۂ غم ناک پر

یہ دلِ شوریدہ ' جب سے ساتهہ هے زیر زمیں
شور محشر هي رها " قدرت " کي مشت خاک پر

تجلي ' جلوہ چاهے تو صفائي سینہ پیدا کر
اگر دیدار کا طالب هے تو آئینہ پیدا کر

هے نالۂ شام ' آتش و آہ سحر آتش
کہا زیست هو اپني ' اِدهر آتش اُدهر آتش

چل بسے دنیا سے ' بن دیکھے ترا دیدار حیف
لے چلے حسرت بھرا ' یاں سے دلِ افگار حیف

صبح کے ہوتے ہی ' ہووے جس کی یہ حالت تباہ
آہ وہ بے چارہ پھر جیوے گا کیوں کر شام تک
کر چکا ہے کام اپنا ' یاں تو دردِ انتظار
جب تلک پہونچے ہے قاصد ' اِس بت خود کام تک
ہم نہ کہتے تھے کہ " قدرت " مت چمن کی راہ چل
لے گئی آخر ہوائے گل ' شکنجِ دام تک

رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل
ہے گھڑی آتش کا پرکالہ ' گھڑی سیماب دل

ہوا یوں پھر گئی ' اِس بزم میں اپنے نصیبوں سے
گلے جاتے ہیں اور سب دوست ٹھہرے ' ایک دشمن ہم
شب ہجراں کو " قدرت " ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ' کبھی کرتے ہیں شیون ہم

نسبت ہے ہماری تری ' جوں سایۂ و خورشید
جس جا نہیں تو ہم ہیں ' جہاں تو ہے نہیں ہم

تیرے جاں سوختہ ' خورشید قیامت کے تئیں
ہر سحر ' پلیۂ ناسور جگر کرتے ہیں

بھیج مت مرہم کافور تو "قدرت" کے حضور
یہ علاج اور ھي زخموں پہ اثر کرتے ھیں

ابرو تیرے کہتے ھیں کہ میں تیغ دوسر ھوں
عاشق کا یہ دعویٰ ھے کہ میں سینہ سپر ھوں
شایستۂ دنیا ' نہ سزا وار ھوں دیں کا
اے واے میں "قدرت" ! نہ اِدھر ھوں نہ اُدھر ھوں

دل سے کہا سناں نے کہ سینے میں یاں رھوں
ناوک یہ پوچھتي ھے ' بھلا میں کہاں رھوں
"قدرت" ! بہ زیر خاک بھي آرام کب ملے
یہ درد و داغ ساتھ ھیں میرے جہاں رھوں

آگ اُس داغ کو لگیو کہ نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
مرحبا آتش دوري کہ جلایا ایسا
جل بجھے سر سے لے پاؤں تک اور دود نہیں
زخم پر زخم لگے ' تب ھو تسلی دل کی
حوصلے پر مرے اک زخم کچھ افزدو نہیں

شام کو دھوتا ھوں ' سو خوں جگر سے آستیں
صبح خون آلودہ ھے پھر چشم تر سے آستیں

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشم تر
کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں
لخت دل اور اشک ' ہرگز خاک پر گرنے نہ دے
بھر لے اے '' قدرت '' ! تو اِس لعل و گہر سے آستیں

جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں
کہ عقدہ پڑا ہے بہ‌کار گریباں
چھلکنے لگے ' اشک گل گوں مژہ سے
پھر آئی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے ' اس رہ میں جوں نقش قدم
ہو گئے پامال ' تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے ' داغ سینۂ پر نور کو
کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغ طور کو
داغ نے دل کو مرے ' تنہا نہ چھوڑا ایک دم
زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز ' جھٹک مت طرف داماں کو
نہ دے برباد اے ظالم ! غبار خاک ساراں کو
ہوا دست جنوں سے تار تار ' از بس‌کہ پیراہن
گریباں ڈھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

تم نے تو منہ چھپایا ' اِس زلف عنبریں میں
یہ شام غم ہماری ' اب کس طرح سحر ہو ؟

میں رکھا ہے ابرو کماں کے نشاں کو
هما ! چھیڑیو مت ' مرے استخواں کو
گلوگیر ہے ' یاں تلک ناتوانی
کہ سینے سے لب تک نہیں رہ فغاں کو
اُڑائی زبس خاک ' ماتم میں دل کے
کیا ہم نے آخر زمیں ' آسماں کو

نوح ! کشتی سے خبردار کہ یاں چھاتی سے
مرہم تازۂ ناسور کہن چھوٹے ہے

کس کی نیرنگی ؟ یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اُٹھا ' سو جلوۂ طاؤس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کرگئے
اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

لے گئی یک بارگی ' گور غریباں کی طرف
جس جگہہ ' جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے ' یہ دارا ہے ' یہ کے کاؤس ہے

سینہ اُس کا ہے، دل اُس کا ہے، جگر اُس کا ہے
تیر بیداد جدھر رخ کرے، گھر اُس کا ہے
اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے
دیکھ ! اس راہ نہ چل، راہ گذر اس کا ہے
لخت دل، نوک مژہ پر نہ سمجھ اے ہمدم !
تخم غم، دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ہے

نہ تھی تاب نگہ، جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے
نہ ہونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
زباں "قدرت" کی ضعف ہجر سے از بس ہے لکنت میں
اشارت بات کی کرتا ہے جوں رنجور آنکھوں سے

کر اقلیم قناعت کا سفر، تا تجھ پہ روشن ہو
کہ چشم مور سے بھی تنگ تر، ملک سلیماں ہے
لب "قدرت" سے جز فریاد کچھ ریزش نہیں کرتا
یہ کچھ شاعر نہیں ہے، اپنے دل کا مرثیہ خواں ہے

نہ واقف کارواں سے ہوں، نہ کچھ آگاہ منزل سے
کیا میں وادی الفت کو طے، اک جذبش دل سے
گئے وے دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے
سر مژگاں تلک، اک اشک اب آتا ہے مشکل سے

فلسفت بوجھ ملنے کو، یہ عالم ایک افسوں ہے
کدھر فرہاد شیریں ہے، کدھر لیلیٰ و مجنوں ہے
تو کیا سامان پوچھے ہے کہ تجھ بن کیونکر گذرے ہے
یہ سر ہے اور زانو، آستیں اور چشم پر خوں ہے

آساں نہ کٹے گی، یہ جدائی کی جو شب ہے
مشکل ہے، قیامت ہے، مصیبت ہے، غضب ہے

دلِ گم گشتہ خبردار! کہ یاں سینے میں
تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ہے

جس جگہہ جلوہ ترا، مایۂ مدہوشی ہے
یاد میں اپنی اگر ہے تو فراموشی ہے
آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم
نقش پا سے، مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

سر گشتہ، ترے لیے جہاں ہے — اے خانہ خراب، تو کہاں ہے
جو زخم کہ ہوچکے نہ ناسور — وہ زخم نہیں، وبال جاں ہے
جو نقش قدم ہے اس زمیں پر — آئینۂ حال رہ رواں ہے
"قدرت"! ٹک کھول چشم عبرت — گر فکر سراغ رفتگاں ہے

اشک اب آنے سے کچھ تھم رہے
لخت دل مژگاں پہ شاید جم رہے
اب تو اس منزل سے نہیں اُٹھتے قدم
همرهاں ! آگے چلو تم ، هم رہے

هر آن اک ستم هے هر لحظہ اک جفا هے
کوچہ ترا هے ظالم ، یا دشت کربلا هے
ملتا نہیں کسی سے ، اس پر هے کیا مصیبت ؟
یا رب یہ دل همارا کس سے جدا هوا هے

هو گردباد جدهر ، هم کو اُدهر هے جانا
صحرا میں گم رهوں کا یہ خضر رهنما هے [۱]

مائل

میر محمدی نام ، دهلی کے رهنے والے تھے - غزل گوئی میں ایک خاص انداز کے مالک هیں - قدرت‌الله قدرت کے شاگرد تھے -

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور هوگیا
ایک دن بھی آکے تو نہ سر گور هوگیا

---

[۱] تذکرهٔ مصحفی - گلشن بے خار - گلشن هند - نکات‌الشعرا - تذکرهٔ میر حسن - سخن شعرا -

جلوہ کرنے مدرسے ہي میں تو اے جانا ! نہ تھا
دیر بھي دیکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا
حال کھلنے کي نہ دي گریہ نے فرصت رات کو
آج پھر کہہ دو اسے "مائل" وہ کیا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنواتا ہے دین و دل "مائل"
یہ کافر' آہ خدا کا بھي ڈر نہیں کرتا

نالے کو ہم نے ضبط کیا' ناصحا! تو کیا
منہ سے تو رنگ زرد' چھپایا نہ جائے گا

اشک کي طرح گرا جب' تو پھر اٹھنا معلوم
میں وہ اُفتادہ نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤں گا

معلوم کچھ نہیں' دل غمخوار کی خبر
کیا جانئے کہ کیا ہے مرے یار کي خبر
ہو جا نہ رفتہ رفتہ' تپ عشق کارگر
"مائل" شتاب لے تو اس آزار کي خبر

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کي ہوس
مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

عجب صحبت برار آتی ھے ' ان دونوں کی آپس میں
جدا اک دم نہیں رھتے ' جہاں ھو گل وھیں بلبل

سب یار ھیں تمہارے ' اغیار ھیں تو ھم ھیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کے ' اک خار ھیں تو ھم ھیں
چلتا بھلا ھے تو تو ' پیارے ! تری بلا سے
آزار ھے تو ھم کو ' بیمار ھیں تو ھم ھیں

" مائل " سے یارو ' مرد مسلماں پہ ' یہ ستم
اللہ کا بھی ' اس بت کافر کو ڈر نہیں

پیاپے ساقیا ! دے مجھ کو بھر بھر جام گلشن میں
کہ دونا لطف رکھے ھے ' مے گل فام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں ' ان ھم صفیروں کا خوش آتا ھے
وگرنہ مجھ سے دیوانے کا ھے کیا کام ؟ گلشن میں

نالے میں سب کے ' فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح ! تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

کچھ تعجب نہیں گر مر گیا " مائل " تیرا
یار کیا لگتا ھے انسان کے مر جانے کو

کہتا نہ تھا میں بار آ ہردم کی اس ہمنسی سے
آخر کہا نہ ظالم! اک بے گناہ جی سے

حزیں

(میر) محمد باقر نام ' دہلی کے رہنے والے تھے غزلوں میں شہرہلی سے زیادہ گداز ہے ' قریب قریب ہر صنف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے - غزل کا خاص رنگ ہے - مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے - دیوان اُردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے [۱] -

---

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک ' جو ہم سے ہوسکے
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کی ثنا
جس طرح جی چاہتا ہے ' ہو نہیں سکتی " حزیں "
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا
ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب سوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد دل سے ہوں ' اس دل کی میں دانائی کا

---

[۱] گل رعنا -

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

میں تو بندہ ہوں، تری جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودائی کا

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا
اس نے بھی جی کو دے کے، حق اس کا ادا کیا
نالاں نہیں ہے جور و جفا سے ترے "حزیں"
جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجا کیا

جو ہیں آنکھوں کے مخمور، ان کو مے خانے سے کیا نسبت
نگہ کے ہیں جو تشنہ، اُن کو پیمانے سے کیا نسبت
خبر لے یا نہ لے صیاد! ان کو دام میں مرنا
گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا نسبت

اس پر نہیں ہوا، یہ دل مبتلا عبث
ناصح! تک اُس کو دیکھ، مجھے مت ستا عبث

مری رنگیں کلامی کا ہے وہ گل پیرہن باعث
کہ ہو ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

"حزیں" ان شعلہ رخساروں سے سمعہ جی کو لگا ہرگو
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی ' لگن باعث

وہ نگاہ مسعے ہے اس چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے ' خمار مے پرستاں کا علاج

ریجھتا ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کی طرح
جی سے خوش آتی ہے مجھ کو اس کے مر جانے کی طرح
امتحاں نے کوہ کن کا ' کر دیا خانہ خراب
دیکھ لی شیریں کی ' ہم نے کام فرمانے کی طرح
نو بہار آئی "حزیں" اب کیجئے کیا جاں کا فکر
بے طرح مجھ کو نظر آتی ہے دیوانے کسی طرح

دیکھنے میں اس کے ' کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو ' نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

یہ شانہ زلف سے تیری ہے ' مو بہ مو گستاخ
نہ کر تو آپ سے ظالم! ہر ایک کو گستاخ

کون دے گا ؟ دیکھ ! اس ملک کو دل محزوں کی داد
لی نہیں جائے گی محشر میں بھی ' اس کے خوں کی داد

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے، جور یار آخر
ہمیں رنج و الم سے ہوگئی صحبت برآر آخر

نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو، ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

شیشۂ دل کیوں نہ ٹوٹے عشق کے صدموں سے ہائے
اس بچارے کو ہے، اس بار گراں سے اختلاط

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ، عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے، مزے سے زندگی کی اطلاع

یہ تجلی حسن کی تیرے، کہاں پاتی ہے ؟ شمع
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی، الفت کا چراغ
داغ نے میرے، کیا روشن محبت کا چراغ

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتوانی ' جور جاناں سے
یہ تھوڑا سا لہو ' اس تیر مژگاں کے نہیں لائق

نہ ہوتا اس قدر خوباں میں ' گر وہ تندخو نازک
تو کب ہوتی ؟ ہماری شاعری کی گفتگو نازک

آئی ہے نوبہار ' دھڑکتا ہے دل کہ ہائے
پھر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

دے کر دل اپنا ' کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آتا ہے دل

فصل گل آخر ہوئی ' کیا دیکھ ہوں گے شاد ہم
کچھ کر ' اے صیاد ! اب ہوں گے نہیں آزاد ہم

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مجھ کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخر ہوئی بہار
اس دن سے چھوٹنے کی مجھے کچھ ہوس نہیں

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے
دل پہ میرے ' وہ اضطراب نہیں

نہ وصل میں اسے راحت نہ ہجر میں آرام
کسی طرح سے "حزیں" دل کو کہیں قرار نہیں

لطف سے سر سبز کر اپنے محبت کا چمن
خشک رہتا ہے وفا بن ' جان الفت کا چمن
خاک پر میرے ترشح مت کر اے ابر بہار!
ہو رہا ہے اشک سے سیراب حسرت کا چمن

بے طرح دیوانگی پر ' عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے ! اب زندگی کا کیا ؟ مرے اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا ' جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

کچھ محبت میں نہیں ' عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب دن ' دل کے ماروں کا گناہ
عاشقوں کے دل میں کب ہے ؟ صبر کی طاقت " حزیں "
نوحہ کرنے میں نہیں ' ان بے قراروں کا گناہ

میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں ' پہ کیا کروں
رسوا کرے ہے خلق میں ' یہ چشم تر مجھے

کچھ کٹے وصل میں ' کچھ ہجر میں گریاں گزرے
کیا مری عمر کے اوقات ' پریشاں گزرے

راحت نہ دل کے ہاتھ ' میں پاؤں کا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ہے

" حزیں " میں درد دل کا ' کس طرح ظاہر کروں اس سے
مجھے کہتا ہے ' " تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی "

وفا مہری ' اگر جور و جفا تجھ کو نہ سکھلاتی
تو کیا آرام سے ؟ یہ زندگانی ہائے کٹ جاتی [۱]

لطف

مرزا علی نام ' ان کے والد کاظم بیگ ' اسطرآباد (ایران)
، رہنے والے تھے ' مرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ہندوستان آئے
ے اور دربار میں داخل ہوگئے فارسی کے اچھے شاعر تھے -

---

[۱] انتخاب حسرت -

"لطف" نے عرصۂ قلیل میں اُردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا - سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ہیں زبان کا بھی لطف ہے اور محاورہ بندی کا بھی - انہوں نے اکثر ترکیب اور مضمون فارسی سے لیکر اُردو کو مزین کیا ہے - تذکرہ گلشن ہند نہایت تحقیق سے لکھا ہے [۱] -

پاس ناموس محبت ' فرض ہے پروانہ وار
شمع ساں ' سوز شب ہجراں زباں پر لائیں کیا
بلبل و گل میں وہ جوشش ' سرو قمری میں یہ ربط
گلستان دہر میں ' پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل ' جو تری مے کشی کا دھیان رہا
ہر ایک پات کے کھڑکے پہ ' گل کا کان رہا
جو عمر خضر ہو شاید ' تو وصل ہوے نصیب
یہ زندگی جو تھی ' اس میں تو امتحان رہا

نہ کر ' اے بلبل دل سوختہ ! صیاد کا شکوا
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے ' جلاد کا شکوا
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف ' یہ قسمت کی خوبی ہے
زبان تیشہ سے کوئی سنے فرہاد کا شکوا

---

[۱] گل رعنا -

ایک دن ، حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ ، تجھ سا بھی دل دار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ کر نبض مری ، رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے ، رنگینیٔ کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گل زار کا چرچا
ڈھکا رہ جائے اسرار محبت ، تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں ، مرے آزار کا چرچا
ہمیں ہے یار کے چرچے سے یہ فرصت ، کہاں ہمدم ؟
کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا

زہے غفلت ! کہ ہم دنیا کو بزم عیش سمجھے تھے
کُھلی چشم حقیقت بیں ، تو کام اژدہا نکلا
نہ کر اے "لطف" ناحق رہ روانِ دہر سے حُجّت
یہی رستہ تو کھاکر پھیر ہے کعبے کو جا نکلا

فرہاد سا نہ رنگ ، نہ مجنوں سا کیا حال
کس منہ سے ؟ اُسے بھیجئے پیغام محبت

کیوں کر نہ بھلا ہمدم ! ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبشِ لب مشکل

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیں
کس سے کہیں؟ حال دل، ہے آہ عجب مشکل
دو لاکھ بہانے ہیں، نت روئیے دو آنسو
دو دن کا ہوا جینا، ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ، اُس شعلہ رو کے آگے
مہتاب کے بھی منہ پر، چھٹتی ہوائیاں ہیں
طاقت حباب ساں، اک نظارہ کی ملی ہے
ان فرصتوں پہ ظالم یہ خود نمائیاں ہیں
اے "لطف"! اس غزل پر کہنا بقول سودا
یہہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او مہاں تیغ والے! اور اک زخم
کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ گل، جس نمط خزاں میں جھڑیں
لخت دل، یوں مژہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار! اب نبڑ جلدی
ورنہ اب یار ہی نبڑتے ہیں

تم ہو، بزم عیش ہے واں، اور صحبت داریاں
ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں
تم کو سیر باغ و گل گشتہ چمن کا واں ہے شوق
یاں بدن پر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

دھیان ہے ' آرایش زلف پریشاں کا تمھیں
یاد ہیں حال پریشاں کی مرے ' کچھ خواریاں
یاں بہ رنگ پیکر تصویر ' ہم خاموش ہیں
گفتگو کی تم دکھاتے ہو وھاں طراریاں

نہیں یہ شیشہ ' مت اے محتسب مچادھومیں
دھرا ہے آبلۂ دل ' ہمارے پہلو میں
کب اپنی چشم میں طوفانِ نوح کو ہو قدر
نہاں ہے یاں ' وہی عالم ہر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تاہم
ملے ہے وضع فلک کی بہت ' تری خو میں

گذر جا سر سے مانند قلم ' گر ہے سر شاہی
نہ آساں سمجھیو ' پانا سیہ بختی افسر کو
کبھی تو خاک ساروں کا بھی غم خانہ ' کرو روشن
نہیں گو کچھ بھی ' نقش بوریا تو ہوگا بستر کو

کیا ہم نے تو ترک مدعا کو ' مدعا اپنا
خدا توفیق بخشے نیک ' چرخ سفلہ پرور کو

نہیں معلوم ' کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ہر تار نفس ' جوں رشتۂ شمع ' آج سوزاں ہے

مری طرز سخن ' پہنچی کہیں اے '' لطف '' گلشن میں
نئے انداز سے ' بلبل چمن میں اب غزل خواں ہے

جس دن سے ہم ' جنوں کے ہیں داماں لگے ہوئے
دامن کی جا ' یہاں ہیں گریباں لگے ہوئے
اللہ رے قید خانۂ ہستی ' کہ دم کے ساتھ
ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زنداں لگے ہوئے
بارے ! چھٹے اسیر بلا ' اُس گلی میں آج
ہیں تودہ ہائے گنج شہیداں ' لگے ہوئے
بیمار کا ترے ' تو کھلا حال بعد مرگ
سینے میں زخم تھے کتنے ' پنہاں لگے ہوئے
رکھ ! سوچ کر قدم مری وادی میں گردباد '
پاؤں سے اپنے ہیں یہ بیاباں لگے ہوئے

خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئی

سب کنارہ گیر ' اپنے اور بیگانے ہوئے
اب کی فصل گل میں ہم ' بے طرح دیوانے ہوئے
سنتے ہیں ' کی محتسب نے بیعتِ دست سبو
مژدہ ' مے نوشاں ! کہ پھر آباد مے خانے ہوئے

وہ خودفروش آگیا بارے چمن میں ' کل
بوئے خودی ' نکل گئی گل کے دماغ سے

ہووے ' فضائے ہستی مرحوم کا ہرا
کلنج عدم میں کاٹتے تھے کس فراغ سے ؟

گردش چشم بتاں کے ' بس کہ سافر نوش تھے
گردش گردوں کو ' ہم کہتے تھے گردش جام کی
جب سے کھینچا " لطف " رنج فرقت یار و دیار
اب ہوئی معلوم ' محنت گردش ایام کی

کیوں دل پہ مرے جادو ' ان آنکھوں کا نہ تھن جائے ؟
جس پر کہ پڑے آنکھ ' سو دیوانہ سا بن جائے
بے چین بہت ' " لطف " کی ہے کل سے طبیعت
اللہ کرے ' آج وہ روٹھا ہوا من جائے

اِدھر سے جتنی یگانگت کی ' اُدھر سے اُتنی ہوئی جدائی
بڑھائی تھوڑی سی جب اِدھر سے ' بہت سی تم نے اُدھر گھٹائی
نہ ہم سے بگڑو نباہ دو جی ! نہیں ہے کچھ تم کو دھیان اس کا
کہے گی خلقت ' کہ ہوچکی بس ' وہ دیکھو دونوں کی آشنائی

(رباعیات)

جلت سے کہے بزم ' مری ہو دیکھو ؟
یوں جام کہے جم سے ' کہ مجھ کو دیکھو
ہر آئینہ ' آئینہ محل کا تیرے
کہتا ہے سکندر سے ' کہ مجھ کو دیکھو

ملنہ رکھتے ہیں کیا ؟ صاحب تاج و دیہیم
جو خاک نشیںوں کے تئیں جانیں سقیم
ہم، آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف
گر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعظیم [۱]

رنگین

(مرزا) سعادت یار خاں نام، ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ توران کے رہنے والے تھے، لاہور آئے اور نواب حسین الملک کی سرکار میں ملازم ہوئے -

رنگین سرہند میں پیدا ہوئے، دہلی میں تربیت پائی شہ سواری، تیراندازی میں کمال تھا، گھوڑوں کے بہت اچھے معالج تھے، اکثر شاہزادوں کے مصاحب رہے، کبھی کبھی تجارت بھی کرتے تھے، شوخی اور بذلہ سنجی میں مشہور تھے، زبان کے چٹخارے زیادہ ہیں، لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چوکتے، کلام میں گداز بھی ہے -

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ہے دواوین کے نام ریختہ - بیختہ - آمیختہ - انگیختہ ہیں ان کے سوا اور بھی کتابیں ہیں -

ایجاد رنگین - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگین - مثنوی دل پذیر - اپنی اپنی جگہ پر مقبول اور قابل قدر ہیں - ایجاد

---

[۱] گلشن ہند - دیوان لطف -

رنگیں میں چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم دی ہے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کر اپنے دل میں تو انصاف ' میں روٹھا رہوں کیوں کر ؟
گلے میں ڈال کر با نہیں منانا تیرا ' یاد آیا

تا حشر رہے ' یہ داغ دل کا   یارب ! نہ بجھے چراغ دل کا

کیا کرتے ہو ناصح ! تم نصیحت رات دن مجھ کو
اسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا ؟

کھینچ لائی ہے اسے ' اے کشش دل تو یاں تک
بارے صد شکر کہ تجھ کو بھی یہ مقدور ہوا

تبسم ہے ایک عالم کو ' رُلا دیتا ہے اے " رنگیں "
وہ اس کی جھڑکیاں کھاکر ' ترا مجبور ہوجانا

جو لکھا تھا ' اُس نے ' وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر !
اب یہ جی میں ہے کہ لیں حرف زبانی کا مزا
لذت اُس کے تیر کی ' " رنگیں " ! بیاں کس سے کروں ؟
میں نے پایا ہے کچھ ' اس درد نہانی کا مزا

---

[۱] مہر جہاں تاب -

پابوس یار کی ہمیں حسرت ہے اے نسیم!
آہستہ آئیو تو ہمارے مزار پر

رہروانِ عدم، ذرا ٹھہرو!
ہم بھی چلتے ہیں ساتھ، دم لے کر

راکھ کا اک ڈھیر دیکھا اور کچھ پایا نہ خاک
اپنے سینے میں بہت سی، میں نے کی دل کی تلاش

مجھ سے ہے کعبہ و بت خانے کی یارو! رونق
نظر آتا ہے مجھے دونوں جگہ جلوۂ حق

کل شام کو، "رنگیں" سے کہیں آنکھ لڑی تھی
سر کے نہیں وہ، روزن دیوار سے اب تک

زاہد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا ہے تو؟
جاتے ہیں دیر میں تو صنم دیکھتے ہیں ہم

تو نہ گزرے گا جفا سے تو، یار!
جان سے اپنی گزر جائیں گے ہم
تیری دہلیز پر، اپنے سر کو
ایک دن کاٹ کے دھر جائیں گے ہم

دم کہیں لیں گے نہ پھر ' تابہ عدم
تیرے کوچے سے اگر جائیں گے ہم
زیست باقی ہے ' تو اپنا '' رنگیں ''
نام اس عشق میں کر جائیں گے ہم

گرم اِن روزوں میں ' کچھ عشق کا بازار نہیں
بیچتا دل کو ہوں میں ' کوئی خریدار نہیں

دل وہ کیا دل ہے کہ جس دل میں کوئی یار نہیں
یار کیا یار ہے جو یار کہ دلدار نہیں
غم وہی غم ہے کہ جس غم سے بھرا ہو سینہ
سینہ کیا سینہ ہے جو سینہ کہ افگار نہیں

ہم رہے کنج قفس میں ' فصل گل جاتی رہے
اب ' کہو چشم رہائی کیا رکھیں صیاد سے ؟

چاہ کر ہم اُس پری رو کو جو دیوانے ہوئے
دوست ' دشمن ہو گئے اور اپنے ' بیگانے ہوئے
پھر نئے سر سے یہ جی میں ہے کہ دل کو ڈھونڈھئے
خاک کوچے کی تری ' مدت ہوئی چھانے ہوئے

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے
یاں جان کے پڑ رہے ہیں لالے

روح نے جسم پر، گرانی کی
اب یہ حالت ہے ناتوانی ہے

خوب ہے ایک سے، دنیا میں جو محبوب ہے
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

ہر گھڑي دھیان اُدھر، اے دل نادان نہ جائے
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے
جوش سودا میں تو واشد نہیں هوتي دل کو
جب تلک هاتھ، مرا، تابہ گریبان نہ جائے

تشنہ کاموں کو بھی کرنا، ایک دو قطروں سے یاد
جب کہ تو لبریز ساقي! ساغر صہبا کرے

" رنگیں " اک وضع پر گذارا نہ ہوا - دنیا میں آہ
گذرا جو کچھ، وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا، ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

رباعي

اے موجب عیش و شادمانی پھر آ

اے باعث لطف زندگانی پھر آ

میں ہوں ترے بن، چشم خوباں میں ذلیل

پھر آ تو اب اے میری جوانی پھر آ [۱]

نمونہ مثنوي ایجاد رنگیں :—

حمد باري

ہوسکے ہے حمد کیا، اس پاک کي

پاک کي، جس نے یہ صورت خاک کي

سوخت ہوں جس جا، ملائک کے بھي پر

اس جگہہ میں کر دیا اس کا گذر

یاں تلک رتبہ دیا اس خاک کو

کر دیا فرماں میں ہفت افلاک کو

واقف اسرار اس کو کر دیا

تھا جو نور معرفت، سو بھر دیا

گنج مخفی میں جو تھا اسرار غیب

اس پہ ظاہر کر دیا بے شک و ریب

پھر "نفخت فیہ" فرمایا کسے

جز بشر، یہ حکم آیا ہے کسے

بے ستوں، برپا کیا افلاک کو

اور پاني پر بچھایا خاک کو

---

[۱] انتخاب حسرت -

پھر پکو نے جب لگا وہ رنگ فرش
کوہ کے ، اس پر رکھے تب سنگ فرش
صانع قدرت نے جس دم کی رقم
صفحۂ تقدیر پر لے کر قلم
کن کے کہتے جس گھڑی بنیاد کی
صورت کون و مکاں ایجاد کی
عاشق و معشوق کو پیدا کیا
ایک اوپر ، ایک کو شیدا کیا
طوق قمری کی دیا گردن میں ڈال
سرو کا ، دل میں رکھا اس کے خیال
کر دیا خاکستری ، اس کا لباس
اس کو بھی آزاد رکھا ہے اُداس
شمع کا جو کچھ کہ ہے سوز و گداز
دل پہ پروانے کے کھولا اس کا راز
یہ ادھر جلتا ہے اس پر ہر گھڑی
دیکھ کر روتی ہے اس کو وہ کھڑی
کر دیا معشوق ہر ایک گل کو پھر
عاشق اس کا کر دیا بلبل کو پھر
وہ تو ہے نالاں اُسی کے شوق میں
ہے گریباں چاک وہ بھی ذوق میں
اپنا مظہر ، پھر محمد کو بنا
نور سے اپنے اُسے پیدا کیا
کیا کہوں ؟ نعت اُس شہ لولاک کی
جس کے باعث ہے ، یہ عزت خاک کی

اس کي هستي کا نه هوتا گر سبب
تو یه مخلوقات ' کچھ هوتي نه تب

حکایت طوطا

ایک طوطا بولنے میں طاق تھا
اس کا پڑھنا شہرۂ آفاق تھا
شعر اچھے ' یاد تھے اس کو هزار
اور لطیفے بولتا تھا بے شمار
پوچھتا جو اس سے جو کچھ ' وہ شتاب
بات کا اس کے وهیں دیتا جواب
هر سخن اس کا تھا ' مصري کی ڈلي
بات اس کی سب کو لگتی تھي بھلی
گھولتا تھا قند ' هر اک بات میں
سو اُپج لیتا تھا ' دن اور رات میں
کیا کهوں وصف ؟ اس کی میں تقریر کا
تھا وہ مشغولا جوان و پیر کا
مالک اس کا ' ایک اهل هند تھا
پر بهت بد وضع مرد رند تھا
اپنے افعالوں سے هوکر منفعل
ایک دن رونے لگا ' وہ سنگ دل
بولا طوطا ' بے سبب روتا هے کیوں ؟
تو خلاف عادت ' اب روتا هے کیوں ؟
بولا وہ ' اے مرغ دل‌کش خوش نوا
دردعصیاں کي دوا مجھ کو بتا

کہہ تو تو ' اس درد کو کہتا ہے کہا
ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا
بولا طوطا جو ہیں دکھ ' دنیا میں آج
کوئی اُن میں تو نہیں ہے لا علاج
اور لگا کہنے کہ یہ آ سان ہے
جو نہ جانے اس کو ' وہ ان جان ہے
آج تک تو ہیں کھلے ' توبہ کے در
حق سے ڈر کر ' دل میں استغفار کر
جب خدا نا کردہ ' ہو جاویں گے بند
تب نہیں ہونے کي توبہ سود مند
فرق گو عصیاں میں ہے ' سرتا بہ پا
پر اُمید عفو سے ' مت ہاتھ اُٹھا
کچھ خلل اپنے نہ لا ' اوسان میں
ہے لکھا '' لا تقنطو '' قرآن میں [ا]

نثار

محمد امان نام ' سعادت‌اللہ معمار کے بیٹے اور '' اُستا '' معمار کي اولاد میں تھے ' جامع مسجد دهلي اِنھیں کی بنائي ہوئی ہے - دهلي کے رہنے والے تھے -

دهلي پر جب آفت آئي تو یہ لکھنؤ چلے آئے ' یہاں ان کي عزت ہوئي - غزل کي ضروریات ' کلام میں موجود ہیں الفاظ

[ا] نسخۂ قلمی ایجاد رنگین -

..مانی سے زیادہ لاتے ہیں، اپنے رنگ خاص کے استاد ہیں، شاہ حاتم کے شاگرد تھے -

---

گھوارے میں آپ اپنے، وہ جھولے ہے شب و روز
انسان میں یہ دم، نہیں آتا ہے نہ جانا
ہے نام "نثار" ! اپنا حقیقت میں بھکاری
اور اسم شریف اس کا جو پوچھو تو ہے داتا

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاہتا ہے یہ
خانہ خراب تو مرا پردہ اُٹھا گیا
اس سر زمیں پہ لاکے مجھے، آج آسماں
سجدے کو تیرے نقش قدم کے، بٹھا گیا

کیا فسوں تونے خدا جانے، یہ ہم پر مارا
تجھ سے پھرتا نہیں دل، ہم نے بہت سر مارا

تجھ سوا کوئی نہیں عشق بتاں میں یارب !
زور بازو کا بھروسا ہے نہ زر کا تکیا
ضعف کا کام کھنچا، اب تو بہت دور "نثار"
پنبۂ داغ کیا ہم نے، جگر کا تکیا

بگڑ نہ مجھ سے ، میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے
کچھ اور جی میں نہ لے جا ، کدھر گمان گیا

اچھا نہ ہوگا بیمار ، اُس چشم سرمہ سا کا
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا
اقبال زخم سینہ ، ہے بر سر ترقی
شاید کہ تیر تیرا ، رکھتا تھا پر ہما کا

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں " نثار " !
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

غیر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوے دم میں جدا
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ، کیا ہوا

ہے جو سینے میں جگر ، دھکے ہے انگارا سا
دل جو پہلو میں ہے ، بے تاب ہے وہ ، پارا سا
دل کہیں ، دیدہ کہیں ، جی ہے کہیں ، جان کہیں
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ، آوارا سا

ہم چھین لیں گے آئینہ ، مت دیکھ اپنی انکھڑیاں
اے شوخ تو بیمار ہو ، کیوں کر یہ دیکھا جاے گا ؟

کہتا ہے یار مجھ سے ' تو ساتھ مت پھرا کر
میں بھی خراب ہوں گا ' تو بھی خراب ہوگا

دل سے ترا خیال ' کوئی کیا اُٹھائے گا
یہ نقش کالحجر ہے ' اسے کیا مٹائے گا
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق
کس واسطے چراغ ' وہ گھر میں جلائے گا

حیف صد حیف ' ہمیں بھول گئے بندہ نواز
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

منظور ہے جو تم کو ' ہم زخمیوں کا جینا
تار نگہ سے پیارے ؛ سیئے کے زخم سینا
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملئے
اے رشک ماہ ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

گالی رہی اُدھر سے ' اِدھر سے دعا رہی
اُس کا رہا یہ قول ' ہمارا یہ ڈھب رہا
جانے دے مال و جان ' دل و دیں گیا تو جائے
اپنی جو ایک آن رہی یاں ' تو سب رہا

خبر رہی نہ مجھے تن بدن کی اپنے جب
مری خبر کے لگے، تب وہ بے خبر آیا
پھرے تھا دامن صحرا میں، جیب چاک کئے
"نثار" شہر میں آیا، تو راہ پر آیا

کس جفاکار سے ہم، عہد وفا کر بیٹھے
آخر اس بات نے، اک روز پشیمان کیا
آج بولا وہ صنم مجھ سے، مبارک ہو "نثار"
تیری مشکل کو خدا نے ترے، آسان کیا

چھوڑا جو کام باقی، پھر جیب میں رفو کا
اے پنجۂ جنوں! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا
وہ خود بہ خود جو یاں تک آوے، تو زندگی ہے
ہم کو تو اب نہیں ہے، مقدور جستجو کا
کیا قہر ہے؟ میں جس کی دیدار کا ہوں تشنہ
وہ تشنہ ہو رہا ہے یارو! مرے لہو کا

اُمید شفا ہے لب جاں بخش سے، اس کو
شرمندۂ عیسٰی نہیں بیمار تمہارا
ہے نام رہائی سے جسے ننگ، جہاں میں
محبوس سو وہ کون؟ گرفتار تمہارا

دل گرا چاہ زنخنداں میں ، سنبھالا نہ گیا
سامنے آنکھوں کے ڈوبا ، پہ نکالا نہ گیا

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں
مانی کھہے ہے دیکھ تجھے ، آہ کیا لکھوں ؟

شاید کہ اُس گلي میں کسی سے لڑي ہے آنکھ
یہاں بیٹھنا "نثار" ترا بے سبب نہیں

عید کا چاند ہوگئے ہو تم   کب کے ؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

اس شوخ ستم گر سے ابھی یار ہوئے ہیں
ہم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

کچھ بات "نثار" اس کي نگاہوں کي نہ پوچھو
یہ تیر، کلیجے کے مرے، پار ہوئے ہیں

روبرو ہوتے ہي اُس کے ، عقل ہوجاتی ہے گُم
کچھ کا کچھ بکنے لگوں ہوں ، بات کر آتي نہیں
آہ کس بے درد ، بے پروا کے ہم پھندے میں ہیں
سیکڑوں مرتے ہیں ، اس کو ایک کا بھي غم نہیں

نے دھواں دل سے اُٹھے ' یارو ! نہ پروانہ جلے
آتش خاموش ہوں ' مانند گلزار چمن
بلبل رشتہ بہ پا ' لٹکے ہے شاخ گل سے آج
سخت الجھیڑے میں ہے ' یارب ! گلّھ کار چمن

جگر پہ ' عشق یہ کہتا ہے ' داغ دیتا ہوں
شب فراق ! میں تجھ کو چراغ دیتا ہوں

رات بہکی جو زباں ' یار کی ' مے نوشی میں
جو نہ کہنا تھا کہا ' عالم بے ہوشی میں
خط مرے یار نے ' واں جاکے لکھے سب کو "" نثار ""
رہ گئے ایک ہمیں ' ہائے فراموشی میں

اشک ہوئے ہیں اب تو ایسے ' ہم کو بہائے دیتے ہیں
تختی کیسی ؟ حیف یہ لڑکے ' دھوکے مٹائے دیتے ہیں

بہت کھوں لگ چلے اس سے ' جو ناحق جھڑکیاں کھائیں
وقار اپنے کو ' ہم نے کھو دیا بے امتیازی میں

شعلہ و پروانہ کا سا ' مہرے اس کے ربط ہے
آشناؤں کا نہیں یارو ! میں شب کا یار ہوں

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پردہ نشیں کو
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے، چھپ چھپ کے زمیں کو

یارو؟ مجھے سنا کے نہ تم اس کا نام لو
سر پھوڑ مر نہ جاؤں، مجھے پہلے تھام لو

لڑاتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں، لڑانے دو؛
اگر آتا ہے اپنے دام میں آپھی، تو آنے دو
ہمارا ہاتھ مت پکڑو، بہار آئی ہے جانے دو
گریباں کی، ہمیں اب دھجیاں یارو، اُڑانے دو

بد عہد ہو، بد قول ہو، گم راہ تمہیں ہو
ہاں سچ ہے کہ جھوٹوں کے شہنشاہ تمہیں ہو

کہاں رہا ہے مجھے؟ اپنے تن بدن کا ہوش
ہوا ہوں مست، تری پر خمار آنکھوں سے

رخ پر جو ترے، زلف سیہ فام نہیں ہے
یہہ صبح قیامت ہے، اسے شام نہیں ہے
ہر صبح، ترے در پہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر
ناچار ہوں، مجبور ہوں، آرام نہیں ہے

غنچہ ساں، اپنی زباں لال ہے لاچاری سے
بول سکتے نہیں کچھ، دل کی گرفتاری سے

مژگاں پہ، جو انگشت نما لخت جگر ہے
اس ماہ سے، یہ آنکھ لڑانے کا ثمرا ہے

شوق پروانہ کو اب مژدۂ مایوسی ہے
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلۂ فانوسی ہے

سہلہ کاری جوں نگیں، یارو، ہمارا کام ہے
کوہ کن کی طرح، اپنا بھی جہاں میں نام ہے

یاں تو جلدی ہے جی سے جانے کی   دیر ہے بس تمہارے آنے کی
صورت نقش پا "نثار"! اُسے   آرزو ہے مرے مٹانے کی

تو غیر کے گھر جاکے بغل گرم کرے ہے
مرتا ہے جو تجھ پہ، وہ دم سرد بھرے ہے

جل بجھے سینے میں دل، لیکن نہ نکلے منہ سے آہ
در مقفل کر کے، میں گھر کو جلادوں تو سہی

وہ سوئے خواہ جاگے ' جاویں گے کام کر کے
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام کر کے

اتراؤ بہت ' نہ پان کھا کے باتیں نہ کرو ' چبا چبا کے

گریہ و نالہ و فریاد و فغاں رکھتے ہیں
عاشقوں میں ہیں ' ترے ہم سروساماں والے

کہتا ہے مبارک ' کوئي کہتا ہے سلامت
ہے روٹھ کے ملنا بھي ' ملاقات مزے کي

اے ہم نشیں ! تمنا مت پوچھ میرے جی کي
اظہار کیا کروں میں ' ہے آرزو کسي کی

ہم کو تو یاد کوئي غزل ہے ' نہ فرد ہے
مصرعہ ہے ایک یاد ' سو وہ آہ سرد ہے

جوں سایہ ' ساتھ ساتھ پھروں کیوں نہ یار کے
ہوں اختیار میں ' دل بے اختیار کے
تارے جو گن رہا ہوں جدائي کی رات میں
گویا کہ ہوں عذاب میں روز شمار کے

لبریز فغاں، ہجر میں تاچند رہوں میں
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھی

جگر تو ٹکڑے ہوا، تیغ غم سے کٹ کٹ کے
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے دلا
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے
نہ سوکھ سوکھ وہ کانٹا ہو کس طرح سے "نثار"
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پڑا کھٹکے

بے کار کبھو رات کو بھی میں نہیں رہتا
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے
کیا قہر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

آ بنی ہے اب "نثار" ناتواں کی جان پر
دیکھنا تک اے دل ناکام، تیرے واسطے

أس آئینہ طلعت کي ' اب مجھ سے یہ صورت ھے
ظاھر میں صفائي ھے باطن میں کدورت ھے

———

ھم سے کیا پوچھتے ھو ؟ گوھر دل کی قیمت
ھم نے مختار کیا آپ ھي ٹھہرا دیجے

———

تھا جنھیں حسن پرستي سے ھمیشہ انکار
وہ بھي اب طالب دیدار ھیں ' کن کے ؟ ان کے

———

خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ھے
آنکھوں ھي میں چاھے ھے جسے ' مار رکھے ھے

———

ھے درد سے بے کل' جو ترا چاھنے والا
پہلو میں مگر دل کی جگہہ ' خار رکھے ھے

———

کہتا ھے کوئی برق ' کوئی شعلۂ آتش
اک دم جو ٹھہر جائے ' تو اک بات ٹھہر جائے

———

بوندوں کی جتا کھولے ' آتي ھے گھٹا کالي
لا ساغر مے ساقي ' بدلی بھي ھے متوالي

———

سیماب ہے یا شعلہ آتش ہے الٰہی
کیا چیز ہے سینے میں کہ دل جس کا لقب ہے

کیا کام ہوا ہم سے خدا جانئے ایسا
اپنا ہی ' جہاں سنتے ہیں مذکور رہے ہے

نقاب اپنے منہہ سے اُٹھادے اُٹھادے
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم ' زبان سے
تم شہر سے گئے ' تو گئے ہم جہان سے

یارو معاف رکھیو درخود نہیں رہے ہم
اب اختیار ' اپنے ہاتھوں سے جارہا ہے

دل نہیں ' ہوش نہیں ' صبر نہیں ' تاب نہیں
اب وہ ' کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ہے ؟

انکار تو نہ کر ؛ مرے ہاتھوں سے پان لے
کافر ! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں تواے ظالم !
رگ جاں ' سے ترے جھولے کو ' میں رسی بٹائی ہے

تجھ بن، چمن کی سیر سے، کیا یار لے گئے
جوں لالہ، داغ سینے پہ دو چار لے گئے

حسرت

جعفر علی نام، ابوالخیر عطار کے بیٹے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے - معمولی تعلیم پائی تھی لیکن شعر و سخن سے فطری مناسبت ہونے کی وجہہ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا، آخر عمر میں فقیری کے رنگ میں آکر گوشہ نشین ہو گئے تھے - مشہور ہے کہ جس قدر ان کے تلامذہ تھے کسی شاعر کو نصیب نہ ہوے، اشعار میں جذبات کی موجیں ہیں، خیالات بلند اور پاکیزہ ترکیبیں موزوں ہیں، بندش چست، بے ساختگی اور انداز بیاں بہت دلچسپ ہے -

رائے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشہور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۱۷ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کیوں مرے خون سے شمشیر کو آلودہ کیا
آپ نے رنج اُٹھایا، مجھے آسودہ کیا
زیست میں بادہ کشی، حسن پرستی سے مرا
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ہودہ کیا

---

[۱] - گل رعنا - گلشن ہند -

یوں خزاں آئي چمن پر ' هاے بلبل کیا هوا ؟
لالہ و سوسن کہاں هیں ؟ سنبل و گل کیا هوا

دل پر نہیں اختیار اپنا ۔ افسوس ! گیا قرار گیا
کي دل نے بهي آہ بے وفائي کوئي نہیں غم گسار اپنا
تو آنے کو یاں کے ' دن گنے هے هم کرتے هیں ' دم شمار اپنا
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب هووے کچھ اعتبار اپنا

شاید اس کوچے میں جاکر ' وہ بهي کهو آیا حواس
بولے هے بہکا هوا ' پیغام بر کو کیا هوا

مجھے تک سانس بهي ' یہ دردغم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد هے دل میں ' کہ دم لینے نہیں دیتا
اجل سو بار آئي ' رنج میرا دور کرنے کو
ولے احساں ' مجھے تیرا کرم لینے نہیں دیتا
تمنا خاک کو میري قدم بوسی کي هے ' لیکن
چلے هے بچ کے وہ ظالم ' قدم لینے نہیں دیتا

پھر ادھر قتل کو ' آنکھوں سے اشارا نہ کیا
جسم بسمل هي رکھا ' کام همارا نہ کیا

اے دل! اگر تڑپنا تیرا یہي رہے گا
کاہے کو تو جئے گا کاہے کو جی رہے گا
رہنے دے مے کو ساقي! ہم تو چلے یہاں سے
قسمت میں جس کی ہوگا، سو جام پی رہے گا

کوئي اپنا، نہ آشنا دیکھا جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
بھولتا هي نہیں وہ دل سے، اُسے ہم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ ہے، کہیں محفل میں اُس کا نام آیا تھا؟
تڑپے سے ابھي دل کو مرے، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کي، کہاں تو اور کہاں میرا غبار؟
لگ چلا دامن سے، تیري مہربانی کے سبب
اپنے لب تو، وا کر اے خندۂ زخم جگر
چرخ دے گا لاکھ غم، اس شادماني کي سبب

نہ تیغ یار سے گردن پھراؤں میں ہرگز
کہ عین لطف سمجھتا ہوں میں، جفائے حبیب
پتنگے شمع کے صدقے ہوں، بلبلیں گل پر
کوئي کسي کا فدا ہو، میں ہوں فدائے حبیب

دن تو کٹتا ہے شغل میں، لیکن
درد دیتا ہے زخم کاری رات

وصل ہے ' عیش کی آمد ہے ' ادھر آج کی رات
غم کا اس دل سے ہے ' آہنگ سفر آج کی رات
کل کو کیا جانئے ؟ صحبت یہ رہے یا نہ رہے
ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ' آج کی رات

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ' بے وفا ! پہونچ
آنا اگر ہے تجھ کو ' تو جلدی سے آ پہونچ

دیکھی نہ ایسی جنگ ' نہ میں زینہار صلح
سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ہی بار صلح
پسائے رقیب ' صلح کے اب درمیان ہے
کس طور سے رہے گی میاں پائیدار صلح

مجنوں ! ترے ہی پاؤں کے ' ٹوٹے ہیں آبلے
ہر نوک خار سرخ ہے ' دیکھا ہے بن ' بہن

حسن کی قسمت میں رہائی تھی ' چمن جا دیکھا
فصل گل بھی چلی ' ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
سیکڑوں بار کیا تو نے خراب اس دل کو
پر محبت ہے تری ' اس دل ویراں میں ہنوز
سووے آرام سے ' کس طور ؟ کوئی زیر زمیں
فتنۂ عشق تو بیدار ہے ' دوراں میں ہنوز

اپني خاطر ' نہيں منظور رهائی مجهہ کو
هم هوں آزاد تو ، هو رنج سے آزاد قفس

مست میں تو هوگیا ' تیري نگہہ سے ساقیا !
اب نہیں مجهہ میں رها ' مے اور پیمانے کا هوش

قابل غارت نہیں ' اس خانہ ویراں کی بساط
دیکهہ لے دست جنوں ! میرے گریباں کي بساط

اتني مجهے نہیں هے دل و جاں کي احتیاط
منظور جتني هے ترے پیکاں کسي احتیاط
گر هے یہي بہار کي شورش ' تو ناصحا !
تجهہ سے نہ هوسکے گي ' گریباں کی احتیاط
وہ جس کو معصیت سے بچائے ' وهي بچے
" حسرت " ! نہ کام آئي کچهہ انساں کی احتیاط

بہت مشتاق هے سننے کا ' " حسرت "
کوئي تو منهہ سے کہہ ' پهر خدا لفظ

جان جاتی هے مري ' درد و الم سے کیا کروں ?
آہ اے بے تابي دل ' وائے شورش هائے داغ ?

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم
کیا کہوں میں ؟ ہوگئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک

ترى فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو ' عجب مشکل
جو شب کاٹی تو دن مشکل ' جو دن کاٹا تو شب مشکل
کرم سے کھول ! جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
ترے آگے ہیں سب آساں ' مرے نزدیک سب مشکل
ابھی تو " حسرت " اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا
وہ جب پہچان جائے گا تجھے ' ہووے گی تب مشکل

صبح روشن رہے ' گلشن میں مبارک گل کو
" حسرت " ! اپنی مجھے غربت کی ہے اس شام سے کام

آخر ترے غم میں ' مر گئے ہم
بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم
عقبیٰ کی بھی ' کچھ خبر نہیں ہے
دنیا سے تو بےخبر گئے ہم
کر تک تو اثر ' کہ اپنے جی سے
اے نالۂ بے اثر گئے ہم
شبنم کی مثال ' اس چمن میں
شب آئے تھے ہم ' سحر گئے ہم
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو ؟
اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہ ہووے درد کیوں کر ؟ آہ صبح و شام پہلو میں
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھی آرام پہلو میں

بھلادیں یار نے دل سے ہمارے اور بھی یادیں
عجب تاثیر یہ رکھتی ہیں اہل دل کی فریادیں

جو بےتابی ' دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ہاتھ دھر دیکھیں
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی ' اب کدھر دیکھیں
سدا آہٹ لگی رہتی تھی ہم کو ' جس کے آنے کی
سو کس اُمید پر اب ہائے ہردم سوئے در دیکھیں

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کی طرف چشم حقارت سے
گدایان خرابات اک نگہ میں شاہ کرتے ہیں
قفس میں ہم نہیں کچھ بولتے صیاد کے ڈر سے
چمن کے مرغ ' نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ہیں
سخن آورد کا " حسرت " نہ پہونچے درد کو ہرگز
کہ دل پر ' آہ نکلے ہے تو اِس پر واہ کرتے ہیں

دشت میں کر ' چلنے کی تدبیر ہونا ہو سو ہو
توڑ دیوانے تو اب زنجیر ' ہونا ہو سو ہو

موت آجائے کہیں اس دل شیدائي کو
روز سمجھائے کہاں تک؟ کوئی سودائی کو
ناتواني سے تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی
کس طرح کاٹیے یارب! شب تنہائي کو

ہرآن ہے مژگاں پر لخت جگر تازہ
یہ نخل محبت میں دیکھا ثمرِ تازہ

زنہار نہیں پیارے یہ وضع پسندیدہ
ہرآن ہو آزردہ ہروقت ہو رنجیدہ
آ نکلے اگر ایدھر، کیا کیجئے نثار اس پر
اک جان ہے سو والہ، اک دل ہي سو شوریدہ
ایک عمر ہمیں گذري وصلت کا نہ دن دیکھا
جاگیں بھی کہیں یارب! یہ طالع خوابیدہ

جگر سوزاں ہے دل بے تاب ہے اور چشم گریاں ہے
اِلٰہي! دن ہے میري مرگ کا یا شام ہجراں ہے
جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے درپئے جاں ہے
تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اُس کا گریباں ہے

شروع عشق ہے اے ہم نشیں اور جوش سودا ہے
نہ کو زنجیر مجھ کو میں ہوں اور دامانِ صحرا ہے

نہیں چین ایک آن ، کیا کیجئے ؟
مفت جاتی ہے جان کیا کیجئے
تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن
نہیں رکتی زبان کیا کیجئے
آشیاں ہی اُجڑ گیا اپنا
رہ کے اے باغبان کیا کیجئے

موا بھی میں ، تو تری چشم کی کبھو نہ گئی
یہ شکر ہے کہ گیاجی پہ آبرو نہ گئی
بہار ہو چکی اور شور بلبلوں کا گیا
مرے دماغ سے اس گل کی ہائے بو نہ گئی
غبار ہو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے
غرض کہ خاک ہوئے تو بھی آرزو نہ گئی
نہ جانوں کیا تجھے الفت تھی گل سے اے بلبل
کہ اپنے جی سے گئی ، پر چمن سے تو نہ گئی

پٹکنے دے مجھے سر اس کے آستانے سے
خبر کروں ہوں میں اپنی ، اسی بہانے سے
مثال نقش قدم ، یاں سے اٹھ نہیں سکتے
تری گلی میں نہ جانا ، بھلا تھا جانے سے
تسلی ہے دل بیمار کو ترے باعث
خدا کے واسطے مت اٹھ ! مرے سرہانے سے

کسی کا حال کوئي پوچھتا نہیں ہرگز
وفا کا رسم اتھا " حسرت " ! اس زمانے سے

کھینچتا ہوں نالۂ جاں کاہ ' دل کے ہاتھ سے
آہ دل کے ہاتھ سے ' صد آہ دل کے ہاتھ سے

مجھ کو تجھ سے خدا ' جدا نہ کرے
تجھ سے میں ہوں جدا ' خدا نہ کرے
اُڑ گئي پر سے ' طاقت پرواز
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے
تم جو کہتے ہو کہہ دو " حسرت " سے
آہ و فریاد یہاں کیا نہ کرے

سرشک و خون ' مري چشم سے ملے نکلے
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے
تمام دن تھے جدا ' آہ شمع و پروانہ
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے
کہ اس دیار سے ہو ' کتنے قافلے نکلے

واعظ نے قیامت کي اک بات بنائی ہے
کہتے ہیں جسے محشر ' سو روز جدائي ہے

معلوم ہے مجھ کو کہ میں تجھ بن نہ جیوں گا
کیوں کر نہ کروں تجھ سے میں انکار جدائی

ترے بن، کس طرح یارب مری اوقات گزرے گی
الهي! دل کو بے تابي ہے کیونکر رات گزرے گی

تمھیں غیروں سے کب فرصت، ہم اپنے غم سے کم خالي
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالي، نہ ہم خالي

نہ تنہا مشت خس کے پھونکنے سے باغباں گزرے
ہمارے آشیاں سے برق بھي دامن کشاں گزرے
گذر اس کا ادھر ہو یا ادھر اپنا گذارا ہو
جو اپنی گردشوں سے ایک دم بھی آسماں گذرے
جو کچھ شرط وفا تھي سو بجا لاے ہیں ہم دونوں
نہ گذرے تم ادھر اور اپنے جي سے ہم یہاں گذرے

کہہ بیٹھے برا منہہ سے، بھلا اور بھي کچھ ہے
دشنام ہي دي جاتي ہے یا اور بھی کچھ ہے

ہمارے کام پہ ہرچند، آسمان پھرے
تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

رونا نہیں جو یارو ! اپنا دیار چھوٹا
مرنا ہے یہ کہ ہم سے اب کوئی یار چھوٹا
قول و قرار اس کا ، جھوٹا ہوا تو غم کیا
غم ہے کہ اپنے دل سے صبرو قرار چھوٹا
رونے سوا نہیں ہے فرقت میں کام اپنا
یہ کام ہے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں ، گھبرائے بہت
منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت
دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہوکر ہم خفا
پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لائے بہت

جاتی رہی غم سے ، دل ناشاد کی طاقت
سو ظلم کرے وہ ، کسے فریاد کی طاقت

سو گئے تم ، ہمیں نہ آئی نیند　　کس طرح سوئے پرائی نیند
چشم گریاں ہے مفت میں یارو　　سیل میں اشک کے بہائی نیند

اے برق ! آشیاں پہ مرے تو گذار کر
جاوے اب اس چمن سے مری بود و باش کاش

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالی　　شرم سے پر نہیں اُٹھائی آنکھ

کچھ دل میں جلوں تیرے ارمان نہ رہ جاوے
کي جیب تو سو ٹکڑے داماں نہ رہ جاوے

(ساقي نامہ)

کیفي اس کے ھمک رھے ھیں
اللہ اللہ بک رھے ھیں
بے شیشۂ عجب خلل ھوا ھے
دل آبلۂ بغل ھوا ھے
ساقي تجھے جام کي قسم ھے
مے خانے کے نام کی قسم ھے
اپني تجھے سر کشي کي سوگند
مت رکھیو خرد کا مجھکو پابند
ھردم ھے خزاں چمن کے درپے
لانا ھے تو لاوے ساغر مے
تجھ کو اپنی ادا کي سوگند
تجھ کو دل بے وفا کی سوگند
برسات کي بدلیاں یہ کالي
اور تو رکھے اپنا جام خالی
رہ جائے گي اتنی یادگاري
ھم سے ساقی نے کي نہ یاري [۱]

---

[۱] انتخاب حسرت -

قسمت

(نواب) شمس‌الدولہ نام و لقب بارگاہ قلي خاں کے بیٹے تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفي ید طولے رکھتے تھے ' غزل میں زبان اور محاورہ بندي کے علاوہ جذبات تغزل کم ہیں جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے -

---

جوں ماہ منور ہو ' شب تار ہماري
'' قسمت '' ! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

کہتے ہیں یوں چمن میں پھر آئی بہار کل
شکر خدا ' کیا تھا بہت انتظار کل

اگر تسبیح ہاتھ آتي نہیں ہے تیرے اے '' قسمت '' !
تو دانے توڑ ڈال اس کے کہ پھر زنار ہاتھ آوے

قاصد ! ترا گذر ہو اگر کوئے یار میں
کہیو کہ آرزو میں تري ' مرگیا کوئي

آتي نہیں کسي کي جو یارب صدائے پا
وا ماندہ گان قافلہ ' یارب ! کدھر رہے

آتا نہیں شب کو خواب، تجھ بن
بیداری ہے عذاب، تجھ بن
اے ماہ سپہر خوب روئی
سرگشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن
''قسمت'' کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے
دیکھا میں اسے خراب، تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے، یار رہنے دے
کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجراں ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں
اذیت ہے، مصیبت ہے، نہایت ناتوانی ہے [۱]

ممنون

میر نظام الدین نام، فخرالشعرا لقب تھا، میر قمرالدین منت کے بیٹے تھے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے۔ پانی پت میں پیدا ہوئے، دہلی میں تعلیم پائی، عرصہ تک لکھنؤ میں رہے۔

---

[۱] تذکرۂ مصحفی۔

کلام میں روانی بھی ہے، اور لطف بندش بھی، تلمیحات تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ہیں اپنے والد کے شاگرد تھے - مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے، سنہ ۱۲۹۰ع میں وفات پائی -

---

دیکھ کے نور جمال، سوچ کے کلہ کمال
مائل حیرت نظر، قائل حسرت، ذکا
باز ہو گر راہ دید، تو ہے ہر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں، حسن ترا جلوہ زا

موسی دل رہ خموش ا دل ہی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھگڑے سے ہوش، کس کے رہے ہیں بجا
پائے خرد آبلہ، سعی بلا راحلہ
عرصۂ کُہِ معرفت، بے سرو بے انتہا
خوں میں تہاں سو بہ سو، جان دو صد آرزو
ہر طرف اس دشت میں، معرکۂ کربلا
ترس مناجاتیاں ناز خراباتیاں
کر کے گمان غضب، رکھ کے یقین عطا
سینہ ہے صندوق راز، نطق کرے قفل باز
ایک ہے گنج هنر، ایک خزاین کشا
یہ جو ہے ''ممنوں'' ترا، بندۂ دل خوں ترا
تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا

تجھے ' نقش هستي مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ' اٹھایا تو دیکھا
یہ سب ' تیرے هي حسن کا پرتوا ہے
نہ دیکھا تجھے ' تیرا سایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھہ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھہ سبب کیا ہے مسکرانے کا
و فور گریہ ' ترحم ! هجوم نالہ ' کرم !
کہ ہے ارادہ ' اسے درد دل سنانے کا

الهي جیب ' کہ دامن کہ آستیں ' دھوؤں
مژہ نے سیکھہ لیا ' شغل خوں فشانی کا

رشک اُس پر ہے ' کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم پر ' هاتھہ میں دامان قاتل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر ' تھے جو رفیقان سفر
آہ اک سوتے کا سوتا ' میں هی غافل رہ گیا

غش سے همیں افاقہ ' دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا ' لے تیری بو نہ آیا

کیا کہہ گئے اطبا ' بیمار کو تمہارے
کہتے ہیں ' آسرے پر اس کو خدا کے چھوڑا
"ممدوں" ! مئے محبت ' پی سہل مت سمجھ کر
یہ جام ' کب کسی نے منھ سے لگا کے چھوڑا

سینے میں ایک نفس بھي ' نہ ترا تیر رہا
خون حسرت میں تڑپتا ' دل نخچیر رہا
ہائے رے بے کسي دامن و بے یاری جیب
کہ مرا دست جنوں ' بستۂ زنجیر رہا

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں
انداز صد نگاہ تمنا ' لہو ہوا

اس کي آنکھوں سے ستاروں کي نمک ریزی پوچھ !
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

گلہ میرا ہے ' رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں
اشارہ غیر سے کرنا ' گلہ ہے جان من کس کا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ' نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے ' آئینہ ساز کا

اے اشتیاق بہت ظلم! تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ، راہروانِ حجاز کا
تصویر بت چھپائی ہے "مسلوں" نے سجدے کو
گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو تک جانماز کا

کس بے ادب کو، عرض ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں، نہ اٹھائی تمام شب

لگ اٹھی آگ، قفس میں صیاد!
برق ہے، اپنے نفس میں صیاد!

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائے گا
ہم یہ سمجھے تھے، چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

آہ کس کا دل زخمی ہے نہ خاک، ہنوز
کہ نکلتے ہیں لئے گل، جگر چاک ہنوز

کیوں کریں؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور، دراز
پاؤں، بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

دل خروشاں یہاں ہے، لب خاموش
خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کون محفل میں، اب ہوا ساقی
ہر طرف سے ہے، بانگ نوشا نوش

کیا عشق کی ہے صید گہ، یاں نیم زخم ناز کو
بے تاب اک جانب خضر، مضطر مسیحا اک طرف

ساتھ اپنے، گر گیا دل بے تاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب، زیر خاک

اے برق بس اُلجھ کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں
دامن اُٹھا کے آئیو! اِس اشیاں تلک

ہے تیری بوئے عطر گریباں سے، مست گل
گل سے چمن، چمن سے ہوا، اور ہوا سے ہم

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پر، کہ قاتل نے کیا کام تمام
طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لائیں تسکیں کے لئے، لب پہ ترا نام تمام

"مسلوں"! جیتے رہے شب هجر
منه وصل میں کیا دکھائیں گے هم

چشم گریاں، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی
شبنم آلودہ سا، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

صورت نقش قدم، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا، جائے کہاں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر
رہ! تری خاک کو، میں صرف سبو کرتا ہوں

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا، هم صفیروں کو
سنا جایا کرو، آواز گاہے هم اسیروں کو

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد دیا
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا، کیا کیا کچھ

یارب، یہ کس کا کوچۂ دل کش ہے، جو ادھر
جاتا ہے جی کھنچا مرا، هر اک قدم کے ساتھ

روش کچھ اور ہے اس کي ' مرے طریق ہیں اور
دلا ! نظر نہیں آتي ہے کچھ نباہ کي راہ

پاؤں " مسلوں " نے نکالے ہیں بہت ' دیکھو تو
ہیں بھی اس شہر میں زنجیر بڈانے والے

کھلا نہ ' حالت " مسلوں " ہے کیا ؟ یہ دیکھوں ہوں
کہ ہاتھ ' دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

غمزے کو پھر ہیں کا وشیں ' اِس دل پاش پاش سے
قطرۂ خوں ہے دو بدو ' دشنۂ جاں خراش سے
وصل میں بھی نگاہ شوق ' تامژہ یاں ' نہ آ سکی
عشوہ کے اہتمام سے غمزے کسی دور باش سے
حسرت و یاس ورنج و غم ' محنت و غصہ ' درد وسوز
خانۂ دل کو ' آئے ہیں ڈھونڈہ کے سو تلاش سے

دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو
مگر اب ' خواب راحت ' زیر دامانِ عدم کیجئے
بھري آتی ہے چھاتي ' یاد میں یاران رفتہ کی
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کیجئے

کرنے نہ پائے نہم تبسم' کہ بس چلے
جوں غنچہ' رنگ گلشن ہستی پہ ہنس چلے

رکے ہے' ضبط سے دم' آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے ہی بن آئے ہے نہ آہ کئے
سنا ہے "مسدوں" آ مرز گار اس کا نام
اس آسرے پہ' نہ کیا کیا' یہاں گناہ کئے

بے طاقتی نے جس جا ہم کو بٹھا دیا ہے
پھر اضطراب دل نے واں سے اٹھا دیا ہے
خوبی پہ ناز اپنی' جو کیجیے بجا ہے
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے [۱]

وفا

تول رائے نام' خوش گزران اور خوش اوقات تھے - بعض قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تھے - کلام میں قدرت اور مہارت کا رنگ ہے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی ہیں سلاست اور روانی بھی ہے' طرز بیان میں خوبی بھی' لیکن اثر کم ہے -

عارض پہ تمہارے' یہ پسینا ہیرے کا ہے' لعل پر نگینا
اس غم میں بوی' گر رہا سلامت پتھر سے بھی سخت ہے' یہ سینا

---

[۱] انتخاب حسرت -

پہلے تو دل سہج میں ، گرفتار ہوگیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہوگیا

کہے ہے کس سے ؟ دل ، احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں ، جنجال اپنا

کل دل کسو لیا ، مکر گئے آج
بس ! آپ کا اعتبار دیکھا

حباب آسا نہ بھول ! ہستی پر اپني
کہ غافل ! کیا بھروسا ہے نفس کا ؟

اُس کو ، منظور یاں سے جانا تھا   گریہ میرا ، فقط بہانا تھا
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب   عاقبت ، وہ ترا ٹھکانا تھا

شعلہ زن ہے ہمیشہ ، داغ اپنا   بجھ نہیں جانتا ، چراغ اپنا

اپني غرض کو ، ہم تو سبھي کچھ سہیں گے ، لیک
ہوتي ہے گالیوں سے ، تمہاري زباں خراب

عشق میں ، امتیاز رتبہ نہیں   خاک پائے ایاز ، ہے محمود

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق
شیخ تک دیکھ اعتقاد ہندسوز

ہوئے گا دل سے محو، غم یار کب تلک
کیوں ہم نشیں ! یہ جاوے گا آزار کب تلک ؟
کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالہ و فغاں
یارب ! جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک ؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جاں تلک
ظالم ! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک ؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربستہ اے وفا !
ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، کہ آج
لگتے ہیں اس کے کان سے اغیار، دم بہ دم

بس کہ اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم
بستر گل پر بھی سوزاں ہی، قدم دھرتے ہیں ہم

شعلہ، درہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم
شمع، سو ہلستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

شیخ ! کچھ فرق ہے تیرے ہی نظر آنے میں
ورنہ ہے ایک وہی، کعبہ و بت خانے میں

اپنی ہی چشم کے تئیں، تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے، نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

پھول بہتے، لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ
ساتھ آنسو کے ہیں، یاں قطرہ خوں تاب رواں

بیچے ہے، اک نگاہ پہ دل کے تئیں "وفا"
لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

مے کشوں نے، مے میں پایا، بلگیوں نے بلنگ میں
مل رہا ہے وہ، طرح پانی کی ہر اک رنگ میں [۱]

---

[۱] مخزن نکات -

راقم

بندرابن نام ' قوم کائستھ ' دھلي کے رھنے والے تھے - ان کي شاگردي کے متعلق مختلف اقوال ھیں ' بعض ' مرزا مظھر کا شاگرد بتاتے ھیں - بعض سودا کا اور کوئی مہر کا شاگرد کہتا ھے ' مگر صحیح یہ ھے کہ مہر ھی کے شاگرد تھے کیونکہ خود مہر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ھے ' آخر میں " سودا " کو بھي کلام دکھاتے تھے - فن شعر کے ماھر تھے ' اور خوب کہتے تھے - ان کے اشعار میں روانی کافی ھے ' غزل میں رنگ کسي قدر پھیکا ھے ' تاھم لطف سے خالي نہیں -

---

دل ' کنج قفس میں کر یاد بہت رویا
ھنسنے کے تئیں گل کے ' کریاد بہت رویا

نامہ کا میرے ' اس سے لے کر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے ' قاصد ! شتاب پھرنا
اک وے بھی دن تھے یارب ! جو تھا ھمیں میسر
گلشن میں ساتھ اس کے ' پیتے شراب پھرنا

نہ ترے عشق میں بلبل ھي کو ' نالاں دیکھا
چاک ھر گل کا ' گلستاں میں گریباں دیکھا

سلگتے ھیں ہم، کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ! ہماري بھي شام، صبح

کہے کیا، درد دل بلبل گلوں سے
اُڑا دیتے ھیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل!
صدف کي طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آہ
کھٹکے ہے میري دل میں بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئي طرح مار
تا یار کہے کہ ہاے عاشق

کس کے گلے کے قطرۂ خوں، ھیں تہ زمیں
جوں تکمہ، اُگتے ھیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترسے، چشم گریاں کم نہیں
موج دریا ہے، شکنج آستیں

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض
مجھ کو قسم ہے، چھیڑوں اگر برگ و بر کہیں

اتنا هی چاهتا هوں که میں اور عندلیب
آپس میں درد دل کہیں ' تک بیٹھ کر کہیں

دیکھا نه هو جسے میں ' کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل هو سبز جہاں ' سو کہیں نہیں
سنتے تھے هم جہان میں ' اهل کرم کے هاتھ
آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مري بد شرابیوں سے ' کریں توبه مے گساراں
زهے وہ عمل که هو وے ' سببِ نجات یاراں

کام عاشقوں کے کچھ تجھے منظور هي نہیں
کہنے کو هے یه بات که مقدور هي نہیں
کہتا تھا کون یه ' که خوشي تھی جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کوئي مذکور هی نہیں

یاں تک ' قبول خاطر کیجے تري جفا کو
تا سب کہیں که " راقم ! رحمت تري وفا کو "

معصیت میري بہت هے ' یا که بخشش تیري بیش
اپني رحمت پر نظر کر ! میري عصیاں کو نه دیکھ

مژگاں سے دل بچے تو' تکڑے کرے ہے ابرو

یہ کہہ کے میں نے اس سے جب دل کی داد چاہی

کہنے لگا کہ " ترکش جس وقت ہو وے خالی

تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی "

پہونچا نہ آہ درد کو' میرے کوئی طبیب

یارب ! عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اُس پاس' یہ دل نیم نگہ کو

اس پر بھی ستم ہے' جو خریدار نہ ہو وے

رونے میں اس قدر تو جگر' اے جگر نہ کر

دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

فیض

(میر) شمس‌الدین نام' دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ‌البال فاضل اور صوفی تھے' اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں - متعدد کتابوں کے مصنف تھے - وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

---

[۱] مخزن نکات - نکات‌الشعرا - چمنستان شعرا -

ھیں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کفر جو تھا ' دین مرا ہوگیا　　بت بھی ' نصیبوں سے خدا ہوگیا
کیسی دوا ! مجھ کو مسیحا نے دی　　درد محبت کا ' سوا ہوگیا

حرم میں ' دیر میں ' جب کوئی رو بہ رو آیا
مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا
اُڑائیں جیب کی لاکھوں ہی دھجیاں میں نے
مگر نہ قبضے میں دامانِ آرزو آیا
کسی کا کوئی بھی مسلوں نہیں ہے کر انصاف
اِدھر سے میں نکل آیا ' اُدھر سے تو آیا

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم ' دیر ہم ' بت خانہ ہم ' بت ہم ' برہمن ہم
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی ' آئنہ خانہ
کیا کرتے ہیں ' گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے ' مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

---

[۱] دکن میں اُردو -

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں
غرض ' افتادگی کا رہ نما ہوں
عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ
بہت راتوں جگا تھا ' سو رہا ہوں
نہ کر! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار
ابھی اے " فیض " مر مر کے جیا ہوں

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں
جو بت چاہتے ہیں ' خدا چاہتا ہے [۱]

خاموش

(شاہ) معین‌الدین نام ' بیدر (دکن) کے رہنے والے تھے صابریہ طریقے کے فقیر تھے ' کلام میں تصوف کا رنگ ہے ' اس کی خاص خاص اصطلاحیں موزوں طریقے سے لائے ہیں ' زبان عامی زیادہ ہے سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن میں اُردو -

نوٹ - یہ بھی دکن کے رہنے والے لیکن دہلی کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اُردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ' لیکن دہلی کے شعرا اور وہاں کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعرائے دہلی کے سلسلے میں درج کیا گیا - مرتب -

کفر ، کافر کو بھلا ، شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے ، اپنا دل آرام بھلا

شکل انساں میں خدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت ، حرم و دیر کو ڈھونڈھا ناحق
سہم بر ، بر میں چھپا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے "خاموش" عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا ، مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا ، گلستاں سے اٹھا لے بلبل
باغ کو چھوڑ دے ، جنگل کی ہوا لے بلبل
چہچہے کرتی ہے کیا ؟ اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

چڑھا ہے سولی پہ خاموش ہو کے ، جب منصور
سوائے حق ، نظر آئی نہ دار ، آنکھوں میں [۱]

امین

(خواجہ) امین الدین نام ، عظیم آباد کے رہنے والے تھے - ان کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی ، کچھ دنوں

---

[۱] دکن میں اردو -

مظفر جنگ بہادر کي مصاحبت میں رہے' اُس کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - مضمون کي تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے' بندش اور صفائي میں اِن کا کلام ممتاز ہے -

ان کا ایک مختصر دیوان ہے' سنہ ۱۲۵۹ ھ تک زندہ تھے -

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا
نزدیک ہمارے' ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے
مشتاق جو کوئي ہے' یہاں نام و نشاں کا

گھر مرے آنا اگر منظور
آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا ؟

جس کا دل آپ نے لیا ہوگا
خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا' گر بہار آئی ہے
دل' وہ غنچہ نہیں کہ وا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں' جوں اشک
تیري آنکھوں سے جو گرا ہوگا

شور ہے عالم میں' تیرے حسن عالم گیر کا
تو ہی ہوگا' گر کوئی ہوگا تري، تصویر کا

دیکھ بہال ' اِس دل صد چاک کو لیتے ہیں بتاں
میں نے یہ شیشہ کہا ' کیا ہی ہنر سے پیوند ؟

ڈر سے ترے ' نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے
ظالم ! ہے ترے ظلم کی تاثیر ہوا پر

دل خیال زلف میں ' بے خواب و بے آرام ہے
رات ہوتی ہے "امیں" بھاری ہر اک بیمار پر

کیا کہوں ؟ یار سے اپنی سی کیے جاتا ہوں
گالیاں کھاتا ہوں ' غصے کو پئے جاتا ہوں
جی نکلتا ہے ' یہ لب یاد میں ہلتے ہیں تری
مرتے مرتے بھی ترا نام لیے جاتا ہوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ہیں
ہم تو زخمی ہیں نگاہوں کے ' مگر جیتے ہیں
فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش
غم کو کھاتے ہیں "امیں" خوں جگر پیتے ہیں

بتاں ' مجھ سے کہتے تھے گیا کچھ نہیں
و لیکن جو دیکھا ' تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا ' تو جھلجلا کے وہ
لگا کہنے : " کیا ہے " ؟ کہا ' کچھ نہیں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو
ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی
خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو
پر اتنا بھی خلوت میں ہردم نہ ہو
" امیں " کی غذا اب رہی ہے یہی
الہی ! یہ خونِ جگر کم نہ ہو

ہوئی ہے آشنائی جب سے اُس بے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہلِ ہوش سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا ' دل پر داغ کی دولت
" امیں " جلنا پڑا اس آتش خاموش سے مجھ کو

کیا کہیں ؟ درد آہ کی تاثیر ؟
گھر کا گھر ہے سیاہ ' مت پوچھو
مفت مارا گیا ' ہزار افسوس
تھا " امیں " بے گناہ ' مت پوچھو

جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ
وہ نہیں جاتی ہے گلابی آنکھ
لخت دل کتنے رہے ہیں مژگاں سے
ہے مگر خانۂ کبابی آنکھ

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی ' پر کیا ہی خواری میں کٹی ؟
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں
ہجر کی جب رات ' ایسی بے قراری میں کٹی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا
ہائے اس بیمار کی ' بیمار داری میں کٹی
اس زمانے میں ' "امیں" ' مت کر کسی سے دوستی
شمع کی گردن ' نہ دیکھی ' دوست داری میں کٹی ؟

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے
عاشقی کی ' یہی نشانی ہے
کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو ؟
دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ مل
ان کی جو بات ہے ' زبانی ہے
رات دن جھینکتے ہی جاتا ہے
کیا " امیں " ایسی زندگانی ہے ؟

خضر نے اک دم پیا تھا ' لے کے آب زندگی
مانگتے ہیں اب تلک ' اُس سے حساب زندگی
کیا بھلا اس مے کدے میں ' جی کسی کا شاد ہو
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

معلئي آرام کیا ہے؟ تو نہ کچھ سمجھا " امیں "
ہم تو مدت سے اُلٹتے ہیں کتاب زندگي

چلتے تھے محفل میں ' تھا سب سے تپاک اور اختلاط
ایک ہم کم بخت گویا واں گنہ گاروں میں تھے
ہاتھ اُٹھانا جان سے ' پیارے ! نہت دشوار ہے
کیوں؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

بھر عمر گدائي میں بھی کرتے رہے شاہی
دنیا میں جو ٹھاني تھی ' میاں ہم نے نباھي
کیا دین سے غافل ہیں ' " امیں " مردم دنیا ؟
سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا اِلٰہی

نري نگہ کے جو ہوں کے مارے ' نہ مانگا ہوگا اُنھوں نے پانی
نہ ایسي دیکھي ہے تیغ ہم نے ' نہ ایسي دیکھي ہے آب داري

بتاں ' اُٹھا تے نہیں ہاتھ میرے سینے سے
رہے ہے سنگ کے تئیں لاگ ' آبگینے سے
نہ اُٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا
مٹا سکے ہے کوئي نام کو نگینے سے؟
" امیں " ضعیف ہوں اتنا ہوا بقول " فغاں "
" اٹھنے کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے "

کیا برا وقت تھا، اُس شوخ سے جب آنکھ لگی؟
جب تلک جیتے رہے روز نہ شب، آنکھ لگی

حیات جاوداں بخشے ہے تیغ آب دار اُس کی
اگر باور نہ آوے جا کے کھاوے، جس کا جی چاہے

یار بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

ھاتھہ میں اپنا سر، لیے رھنا
عشق کی پہلی یہ سلامی ہے

زاھد، کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے
یاں آگ ہے چھپی ہوئی، پردے میں آب کے

کہا کرتے ہو مجھ کو، قابل جور و جفا "یہ ہے"
جو کوئی چاہے کسی کو، اے بُتاں! اُس کی سزا یہ ہے
برھمن دیر پوجے ہے اور کعبہ کے تئیں زاھد
پرستش ہم جسے کرتے ہیں، وہ نام خدا یہ ہے

رباعی

یہ جور و جفا، یہ بے وفائی کب تک
بس کیجئے پاس آشنائی کب تک

کرتا ہے کوئی حسن پر اِتنا بھی غرور
دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک

مثنوی

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار
پوچ گو ' بے وقوف بدالطوار
اُن کی تعریف کیا کروں میں بیاں
کیسی شرمائی ہے کی ملھ میں زباں
دل ہے اُن کا کہیں ' دماغ کہیں
گھر میں ڈھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں
ملھ کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے
گر کوئی دیکھے خاک کیا کھاوے ؟
چار پیسے کا سیر بھر تھرا
پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا
آج دنیا میں ہیں جو کچھ ' ہم ہیں
مالکِ چار دانگِ عالم ہیں
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت
یاد آتی ہے چھن کی مورت
گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لپٹ
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ [۱]

---

[۱] خمخانۂ جاوید - سخن شعرا -

حسن

خواجہ حسن نام ' خواجہ ابراھیم کے بیٹے اور خواجہ بھکھاري مودودي کے نواسے تھے ' دھلی اِن کا وطن تھا - وجیہہ اور خوبصورت تھے ' لطیفہ گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے ' لکھنئو کی رھنے والی بخشی نام کی طوایف پر عاشق تھے ' اشعار اندر جابجا اپنے خیال میں اِس کے نام کا نگینہ جڑا ھے ' نجوم میں کافی مہارت تھي - کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ھے ' اکثر اشعار دل کی زبان سے کہتے ھیں - جذبات عشق کے اظہار میں محاورات اور زبان کي چنداں پروا نہیں کرتے ' جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے -

---

حال دل اپنا ' میں ھر ایک سے کہوا دیکھا
واں کسي ڈھب سے پہ ھوتے نہ پزیرا دیکھا
وقت نظارہ نہ رو ' کہتے تھے اے چشم تجھے
شدت گریہ سے ' لے خاک نہ سوجھا دیکھا

یہي شورش عشق ھے تو اِلٰھي
اِس آغاز کا ' کیونکہ انجام ھوگا
رھی بے قراري اسیروں کی یوں ھی
تو صیاد ! ٹکڑے ترا دام ھوگا
موئے ھم تو ' پر بے قراري وھي ھے
خدا جانے کب دل کو آرام ھوگا

اگر نزع سے جاں بخشي کو آے
تو اِس میں تمہارا بڑا نام ہوگا

جو بندہ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمہارا بھلا کرے گا

عالم اِس حور کي جو جلوہ گري کا دیکھا
پھر یہ جلوہ نہ کسي حور و پري کا دیکھا

پہونچے وہاں کچھ، جب تیئں پیغام ہمارا
یہاں تب تیئں آخر هي هوا کام ہمارا

کیا قتل اور جان بخشی بھي کی
"حسن" اِس نے احساں دوبارا کیا

اُمنڈ کے آنکھ سے اک بار بہ چلے آنسو
ہنسی ہنسي میں، جو ذکر وداع یار ہوا

وقت وداع یار دل بے قرار نے
یہ آہ کي کہ عرش مُعلّیٰ ہلا دیا

آنا محال، ہوش میں ہے مجھ سے مست کا
بد ہوش ہوچکا ہوں، میں روز الست کا

کیسی صحبت اٹھ گئی! کیوں یار، کیا تھا کیا ہوا ؟
مٹ گیا نقشہ وہ سب، یک بار کیا تھا کیا ہوا ؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ، فردا اے یار جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو ڈھونڈے ہے ''حسن''! خلوت کو
عین خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بیش تر
خانۂ ماتم میں ہو پُر سے سے، زاری بیش تر

جان بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع ''حسن''
اِس نے اِس وقت میں بھی ہم سے چھپائیں آنکھیں

بھلا میں دوانا سہی پر یہ ناصح
مرے ساتھ بکتا ہے، عاقل کو دیکھو
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم ؟
چلو راہ رو! اپنی منزل کو دیکھو

حقیقت کہیں کیا، ہم اِس انجمن کی
نہ تھي واں خبر، اپنے ہی تن بدن کي
اگر جاں کلی میں وہ جاں بخش آوے
تو ہو نزع سے جان بخشي "حسن" کی

یہ تو نے مجھ سے نالۂ شب گیر! کچھ نہ کی
یاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی

کب میں کہتا ہوں کہ میري جان جانے سے رہے
پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تلملانے سے رہے
آہ کس کس بے وفائي کا؟ میاں! کیجے شمار
اور تو سب اک طرف، منہہ بھي دکھانے سے رہے
کس طرح سے زیست ہو وے گی بھلا اے دوستو!
اب تو قاصد بھی، اِدھر کو آنے جانے سے رہے

آکر بلا سے قتل ہي کر جائیے مجھے
صورت اِسی بہانے سے دکھلائیے مجھے

غم نے ایذا جو اے صنم بخشي
یہ بھي سرکار کي، کرم بخشی [ا]

[ا] سخن شعرا - خمخانۂ جاوید -

گرفتار

سلگي بيگ نام، قوم کے مغل فوج ميں ملازم، حاتم کے شاگرد تھے، کلام ميں تغزل کی شان ہے، زبان بھي صاف اور سليس ہوتي ہے [۱] -

---

ساقی يہ غنيمت ہے جو دم جام سے گزرے
اس عالم فانی ميں بھروسا نہيں دم کا

جستجو دنيا کی مت کر اے "گرفتار" اس قدر
کيا بھروسا ہے جہاں ميں، عمر بے بنياد کا

خانہ خراب، عشق ترا ہو اور کيا کہوں
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا ديا

اس طرف گزرے کبھو، اس شہہ سوار حسن کو
اے صبا! کہيجو ہماري خاکساري کي خبر

لطف سے تيرے تو کچھ دور نہيں، پر ہم کو
ناتوانی سے ہے ہر ايک قدم پر منزل

---

[۱] مجموعۂ نغز ج ۲ ص ۱۳۸ - مير قدرت اللہ قاسم، مرتبۂ محمود شيراني -

خدا کے واسطے ' کوئی کہو میرے مسیحا کو
جو آتا ہے تو آ! کوئی رمق ہے جان آنکھوں میں

اے "گرفتار" اس کی باتوں پر نہ بھول
یہ لگاوٹ کی ہیں دل آویزیاں

شکایت ترے جور کی ' کیا کریں ہم ؟
خدا جو دکھاتا ہے ہم دیکھتے ہیں
جگر جل گیا ' آتش غم سے اپنا
تعجب ہے آنکھوں کو نم دیکھتے ہیں

جلتا ہے جگر ' جاکے کہو دیدۂ تر کو
اے خانہ خراب ! آگ لگی ہے ترے گھر کو

آتش غم سے شب ہجراں میں با سوز و گداز
شمع کے مانند جلتا ہوں سحر تک شام سے

شب ہجراں میں تیری کیا کہوں ؟ جو کچھ کہ گذرے ہے
کٹے ہے دن تو جیوں تیوں ' پر قیامت رات بھاری ہے

درد ہو جس کے ' کچھ دوا کیجے
جی ہی بے چین ہو تو کیا کیجے ؟

موج گل ' حلقۂ زنجیر ہوئی ہے بلبل
پھنس گئے ہم تو ' کہیں تو نہ خبردار پھنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے ؟
کس کا ہے انتظار کیا جانے ؟
درد مندوں میں ' دیکھئے وہ شوخ
کس کا ہو غم گسار ؟ کیا جانے

عظیم [۱]

(مرزا) عظیم بیگ نام ' کابلی اصل ' مگر دهلي میں آباد ہوگئے تھے ' " حاتم " کے شاگردوں میں ان کا درجہ بھی بلند تھا ' قریب قریب ہر صف میں طبع آزمائی کي ہے ' لیکن میدان غزل ہي رہا ہے ' کلام میں خیال بندي اور نفاست ' لطافت بیان اور مضمون آفریني کي شان ہے - اور آخر عمر میں خواجہ میر " درد " اور " سودا " سے بھی توسل تھا - " میر انشا " کا زمانہ بھی پایا تھا ' بلکہ ان کي ہجو میں ایک مخمس بھی موجود ہے -

---

اتنی تو بے حواسي ' دیدار کی ہوس پھر
بس ہم نے موسئی دل دیکھا شعور تھرا

---

[۱] مجموعۂ نغز -

شوق میں تیرے ' لگا نام کو عالم کے کلنک
تو بھی تو مثل نگیں ' گھر سے نہ باھر نکلا

موقوف نہ ساقي هی پہ رکھہ کام همارا
تو هي کهیں اے عمر ! بھر اب جام همارا

جلوہ فرما ' دل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا
مثل جام و شیشہ ' دل با دیدہ هم آغوش تھا

هر آن هم غلي هیں ' عریاں تنی کي دولت
جامہ رکھے سو جانے ' دامن دراز کرنا

نالہ و شور و فغاں هے تری دم سازی سے یار !
ورنہ جوں نے ' دل همارا محض بے آواز تھا

گل چشم خوں فشاں سے ' گلزار پیرهن تھا
دامن کا تھا جو تختہ ' یک تختۂ چمن تھا

عقل و هوش ایدھر کو دل کھینچیں اُدھر وحشت جنوں
دیکھئے هوتا هے کس کے یہ دریکتا نصیب

بعد میرے ہوئی ' یہاں [۱] عشق کو تاثیر نصیب
مثل سیماب ' موئے پر ہوئی اکسیر نصیب

روشن کرے ہے نام نگیں کر کے روسیاہ
ہے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار عیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب
آب شراب او آتش رنگ گل بہشت
چاروں یہی عناصر موہوم کر بہم
دل کی ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو مٹے ہے کھوج
عنقا کے جی سے پوچھئے نام و نشاں کی بات
بیٹھا ہوں سر لیے تری تقریر پر " عظیم "
جوں شمع سر کے ساتھ ہے میری زباں کی بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آوازۂ صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ
یہاں ہے بہ شکل مہر نظر تار تار پر

---

[۱] تمام نسخوں میں " یہاں " ہے لیکن " یاں " پڑھا جائے گا ' اس دور میں اکثر یہی صورت نظر آتی ہے — مرتب -

غم میں ترے جو یونہیں اڑائیں پھریں گے خاک
پہنچے گی کوئی دن میں زمیں آسمان پر
جوں شانہ سینہ چاک ہوں لیکن سوائے شکر
گذرا کبھی نہ شکوہ سر مو زبان پر
تقریر سر گذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار
آتا ہے گریہ ہر سر حرف بیان پر

بانگ و صلوٰۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو
یہاں کاٹنا گلو کا ہے تکبیر سے غرض

ہے خاک درسے تری، آرزو تیمم کی
بھرا اگرچہ ہے آب رواں سے خانۂ دل

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پھر تقریر ہو

خاک ساری پہ سیہ چشموں کی، مت جا اے دل
سرمہ سا پھرتے ہیں یہ، آنکھوں میں گھر کرنے کو

دیکھے ہے تری چشم تو کہتا ہے یہ ساغر
پیمانہ ابھی عمر کا یارب! کہیں بھر جائے

قطرۂ نیساں کا موتي ' في الحقیقت آب ہے
اشک جب آنکھوں سے ٹپکا ' گوہر نایاب ہے

رباعی

پوشاک پہن کے ' سج بنائي تو کیا ؟
جوں آئینہ کی جو خود نمائي تو کیا ؟
موہوم ہے جوں عکس ' نظر میں یہ شکل
آئي تو کیا ' و اگر نہ آئی تو کیا ؟

مخمس ہجو انشا

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم
تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچي ہے دھوم
رمل و ریاضي حکمت و ہیئت جفر نجوم
منطق' بیان' معانی' کہیں سب زمیں کو چوم
تیري زباں کے آگے نہ دہقاں کاہل چلے
اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علي' نظیري کی طاقت ہوئی ہے طاق
ہرچند ابھي نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق
تذکرے تلے سے قدسي و عرفي نکل چلے
نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہي سمجھو دور
پر خوب جانتے ہیں مجھ جو ہیں ذي شعور

وہ بحر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور
کب میری شاعری میں پڑے شبہ سے قصور
بن کر نقل نکالنے کو تم خلل چلے
موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق
تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر ' بہ از غرب تا بہ شرق
شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

بقا [۱]

بقاءاللہ نام ' آبائی وطن اکبرآباد ' مولد دھلی اور مسکن لکھنئو تھا - شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی شوق تھا - فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور غمگین تخلص کرتے تھے - اُردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد تھے - خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ' نازک دماغی میں میر اور تلخ‌مزاجی میں سودا کا جواب تھے - معرکۂ سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے - میر کی نسبت کہتے ہیں :-

پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر
اور بستی نہیں یہ دلی ہے

---

۱ - بقا ' کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف '' حاتم '' کا شاگرد لکھا ہے ' اگرچہ '' درد '' کا زمانہ بھی پایا تھا ' لیکن ان کے کلام پر '' حاتم '' کی پیروی کا رنگ غالب ' ہے اس لئے '' حاتم '' کے تلامذہ کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا - مرتب -

ایک جگہہ ' سودا ' اور ' مہر ' دونوں کے متعلق لکھتے ہیں -

' مرزا ' و ' مہر ' دونوں باہم تھے نیم ملا
فن سخن میں یعنی ہر ایک تھا ادھورا
اس واسطے " بقا " اب ھجوؤں کی رسیماں سے
دونوں کو باندھہ باہم میں نے کیا ہے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستی میں گذری لیکن خود داری کا دامن کبھی ہاتھہ سے نہیں چھوٹا -

بقا کی طبیعت میں رنگیلی اور شگفتگی تھی اس سے اُن کے کلام میں درد کم ہے - زود رنجی اور تند مزاجی نے ان کو ھجو گوئی کی طرف مائل کر دیا تھا -

بقا سنہ ۱۲۰۶ھ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے مگر راستے میں انتقال کیا -

---

خال لب آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
خواهش سود تھی سودے میں محبت کے ولے
سر بسر اس میں زیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

[۱] مجموعہ نغز ج ۱ ص ۱۱۱ -

میں تو آیا تھا "بقا" باغ میں سن جوش بہار
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

پہنچی اُس بت کو خبر نالۂ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا

قضا نے حال کل، جب صفحۂ تقدیر پر لکھا
مری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

کعبہ تو سنگ وخشت سے اے شیخ مل بنا
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

ڈالا نہ بار عشق، زمیں پر "بقا" نے یار
سر سے اگر گرا تو لیا تھام دوش پر

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں "بقا" واہ رے میں

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

کیا کریں ؟ سوختہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں
داغ سے داغ ہیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

دل سے نکلے کبھی پابوسئی قاتل کی ہوس
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا ہی جانے
تیرے بیمار کو کب ہووے شفا جس کے طبیب
نہ تو کچھ درد کو پہنچے نہ دوا ہی جانے

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں
جس جگہ بیٹھ گئے آہ وہی منزل ہے
کھول دو ! عقدۂ کونین " بقا " کے پل میں
یا علی تم کو یہ آسان، اُسے مشکل ہے

جدا مت ہو اے داغ چھاتی سے میرے
گئے دل کا، اب اک نشاں ہے تو تو ہے

تصحیح اغلاط

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۴	اشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرادیں	کردیں
۳	۲۲	۱۷	أساسان	أساساں
۴	۲۶	۳	فطب	قطب
۵	۲۶	۱۷	نانون	نانوں
۶	۲۶	۱۸	طوبان سون	طوباں سوں
۷	۲۷	۱۷	کون	کوں
۸	۲۸	۷	پهولان	پهولاں
۹	۲۸	۸	تون	توں
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمناں
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سوں
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کوں
۱۳	۲۸	۱۹	تون	توں
۱۴	۲۹	۷	اوس	أس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کوں
۱۶	۳۰	۱۲	شاهان	شاهاں
۱۷	۳۰	۱۷	مهرا گلستان	مرا گلستاں

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	توں
۱۹	۳۰	۲۱	امامان	اماماں
۲۰	۳۱	۹	تہن	تہں
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۴	۶	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نہن	نہں
۲۵	۴۰	۱۶	اندان	انداں
۲۶	۴۵	۲	حون	خوں
۲۷	۵۴	۹	ایس	اپس
۲۸	۵۴	۱۶	رصوان	رضواں
۲۹	۵۶	۱۶	نہن	نہں
۳۰	۹۱	۲۱	مہزان	مہزاں
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقاں
۳۲	۹۷	۴	کون	کوں
۳۳	۹۸	۵	آن	اِن
۳۴	۹۸	۱۰	آئین	آئیں
۳۵	۱۲۷	۲۰	محزون	محزوں

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٦	١٥٩	٨	آسمان اور زمین	آسماں اور زمیں
٣٧	١٥٩	٩	کون	کوں
٣٨	١٥٩	١٣	سکون	سکوں
٣٩	١٥٩	١٧	جہان	جہاں
٤٠	١٩٧	١	رمانے	زمانے
٤١	٤٠٠	٦	الطوار	اطوار

هندستانی اکیڈیمی (صوبۂ متحدہ) الہ آباد

کی مطبوعات

۱ - ازمنۂ وسطی میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات - از علامہ عبداللہ بن یوسف علی - ایم - اے ' - ایل ایل - ایم سی - بی - اے - مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۲ - ایضاً ایضاً غیر مجلد ۱ روپیہ -

۳ - اُردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب ایم - اے - ۱ روپیہ -

۴ - عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ۴ روپیہ

۵ - ناتن (جرمن ڈرامہ) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب - ایم - اے ' ایم - آر ' اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ

۶ - فریب عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب ' رواں - ۲ روپیہ -

۷ - کبیر صاحب - مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -

۸ - قرون وسطی کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اپادھیا پنڈت گوری شنکر هیرا چند اوجھا ' مترجمۂ منشی پریم چند -

۹ - ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی -

۱۰ - ترقی زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب ' ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت -

۱۱ - عالم حیوانی - از بابو برجموہن بہادر ' بی - اے ایل ایل - بی - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۲ - معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ' ایم اے ' پی ایچ - ڈی - غیر مجلد ۱ روپیہ - مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۱۳ - فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی -

زیر طبع کتابیں

۱ - مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتا رام کوہلی ' ایم . اے -

---

سول ایجنٹ کتابستان ' الہ آباد